محکمہ تعلیم، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

سہ ماہی

اردو دنیا

جنوری، فروری، مارچ ۱۹۹۸

افتتاحی اجلاس کا ایک منظر: پروفیسر طاہر محمود صدر نشیں اقلیتی کمیشن، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ صدر نشیں قومی اردو کونسل، جناب ایس۔ آر۔ بومئی وزیر ترقی انسانی وسائل، جناب علی سردار جعفری، جناب رودر گنگا دھرن، جوائنٹ سکریٹری (زبان) وزارت ترقی انسانی وسائل، مائک پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ ڈائرکٹر قومی اردو کونسل۔

قومی سیمینار کے افتتاحی اجلاس کا ایک منظر: ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، جناب ایس۔ آر۔ بومئی مرکزی وزیر برائے ترقی انسانی وسائل، جامع انگلش اردو لغت کا اجرا کرتے ہوئے جناب علی سردار جعفری۔

اردو دنیا

فیکس- 6108159

اس شمارے میں

☆ ہماری بات 3
☆ قومی سیمینار کی کہانی تصویروں کی زبانی 5-20
☆ قومی سیمینار کی رپورٹ 20-28
☆ خطبہ استقبالیہ 29-30
☆ افتتاحی تقریر 31-33
☆ تھیم پیپر 34-35
☆ پروفیسر آل احمد سرور کا خط۔ اور ڈاکٹر سراج اجمل کا جواب 36-40
☆ قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ 41-43
☆ جموں کشمیر میں فروغ اردو کے لیے پروگرام 44
☆ مشترکہ منصوبہ 45
☆ نصابی کتب کی جانچ 46
☆ اردو کا نیا سفر 47-51
☆ معاصر اخبارات سے 52-58
☆ اعتراف، اعزاز، اکرام، استقبالیہ 59-61
☆ دہلی اردو اکادمی کی سرگرمیاں 62-65
☆ ساہتیہ اکادمی کا سیمینار 66-69
☆ غالب سیمینار 70-71
☆ ذاکر حسین سیمینار 72-75
☆ علی سردار جعفری کو گیان پیٹھ ایوارڈ 76
☆ علی سردار جعفری سے ملاقات 77-79
☆ تعارفی تبصرے: 80-84
امراض انسا، معالجات (حصہ اوّل، دوم، سوم)،
یونانی ادویہ مفردہ، مبادیات طب پر تحقیقی نظر، جنت سنگار،
شعر شور انگیز، اردو زبان کی تدریس،
ہندوستان کی بزرگ ہستیاں (حصہ اوّل)، ننھے منے گیت
☆ اجمالی تبصرے: 85-89
اسٹڈیز ان ہسٹری آف میڈیسن اینڈ سائنس، سوغات،
آؤ گائیں خوشی منائیں، رہ گزار سخن
☆ اقتباس: جنت سنگار، یونانی ادویہ مفردہ 90-92
☆ اردو تدریس... اور پھر زباں اپنی 93-94
☆ بزم خیال 95
☆ اردو سب سنسار 96-98
☆ وزیر اعظم سے ملاقات 99

Council for Promotion of Urdu ... New Delhi
ACC No. 5155 ... 15/10/08
2010

جامع
انگریزی۔اردو لغت
حصہ اول تا چہارم
شائع ہوگئی
مدیر اعلیٰ
کلیم الدین احمد

☆ محققین، مترجمین، دفتری اہل کاروں، اساتذہ، قانون دانوں، اہل علم و قلم، صحافیوں، طلبہ اور عام لوگوں کی روزمرہ ضروریات کے لیے یکساں افادیت کی حامل یہ انگریزی اردو لغت ڈھائی لاکھ سے زائد الفاظ واصطلاحات و معانی کا احاطہ کرتی ہے۔

☆ یہ لغت دنیا کے کسی بھی موضوع پر انگریزی الفاظ کے اردو مترادفات فراہم کرنے میں آپ کی مدد کرے گی۔

☆ تمام مروّج علوم وفنون سے متعلق انگریزی / اردو الفاظ واصطلاحات کا ایک جامع ذخیرہ۔

☆ مترادفات، محاورات اور تشریحات سے مزین اپنی نوعیت کی پہلی مستند، وقیع اور ضخیم لغت جو ویبسٹر کو بنیاد بنا کر تیار کی گئی ہے۔

☆ اردو زبان میں نئے سائنسی تصورات اور نئی علمی جہتوں کے اضافے کے ساتھ۔

☆ اکیسویں صدی کے علمی تقاضوں سے ہم آہنگ ....

☆ دو سو سے زائد سائنسی و سماجی علوم وفنون پر محیط ....

☆ امریکی / برطانوی انگریزی کے الفاظ کی صراحت کے ساتھ ....

☆ قومی اردو کونسل کا ایک یادگار کارنامہ .... ایک تاریخی دستاویز

بڑا سائز ۹×۵×۱۱۔ عمدہ کاغذ، بہترین طباعت .... کمپیوٹر شدہ کتابت

مضبوط و مطلا جلد .... صفحات : حصہ اول (۱۲۱۷، قیمت ۴۰۰)، حصہ دوم (۱۰۶۲، قیمت ۶۰۰)، حصہ سوم (۱۰۹۱، قیمت ۶۰۰)، حصہ چہارم (۸۶۶، قیمت ۶۰۰)

براہ راست طلب فرمائیں یا کسی کتب فروش سے رابطہ کیجیے۔

قومی کونسل۔ صدر دفتر : ویسٹ بلاک۔۱، ونگ۔6، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔006 110

حیدر آباد شاخ : گرین ہاؤس، دوسری منزل، نام پلی اسٹیشن روڈ، حیدر آباد۔500002

ہماری بات

۱۹۶۷ء میں اگر کل کرسٹ لکھتا ہے کہ اردو ہندوستان کی عظیم اور مقبول زبان کی حیثیت سے اس ملک کی ایک طرح سے لنگوا فرینکا ہے تو کیا وجہ ہوئی کہ برطانوی سامراجی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ اردو کی حالت پامال ہوئی۔ زبانوں کے عروج و زوال کے اصول سے ہم سب واقف ہیں اردو یا تو اپنی جڑوں سے دور ہو گئی یا سنسکرت کی طرح یہ ایک طبقے تک محدود ہو گئی اگر ایسا نہیں ہوا تو کوئی تیسری مخفی طاقت اس کے رتبے کو ختم کرنے کے درپے تھی۔

صدیوں پر پھیلی ہوئی اردو کی داستان اس بات کی شاہد ہے کہ اردو اپنی جڑوں سے دور نہیں ہوئی عوام سے جڑی رہی اور کسی طبقے کی لونڈی نہیں بنی۔ ہندوستان کی وسعتوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تمام عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر ایک بہتے دریا کی طرح ہندوستانی قوم کے بدلتے تشخص کی آئینہ داری کرتی رہی اور آج بھی ہندوستان تشخص کے اظہار کا سب سے موثر ذریعہ، اردو زبان ہے اور اس سے وابستہ اردو کلچر ہندوستانی کلچر کا دوسرا نام ہے۔ اسے ہندو اور مسلمانوں کا مشترکہ کلچر کہنا بھی پورے طور پر درست نہیں اس لیے کہ اس کے خمیر میں ہندو مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی تہذیبی اور تمدنی دھاروں کی خوبیاں بھی شامل ہیں جس طرح ہندوستان دنیا کے تقریباً ہر قسم کے لوگوں کا گلستاں ہے اسی طرح اردو نوع بہ نوع زبانوں کا گلدستہ ہے اور ہندوستان کے تہذیبی سنگم کی زندہ علامت ہے۔ سماجی، سیاسی اور تہذیبی ناہمواریوں کے باوصف اس زبان کا سفر گنگ و جمن کی تنگ دامانی سے نکل کر ہمالیائی تسلسل کے ساتھ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک جاری رہا۔

کسی بھی سامراج کے لیے یہ زبان ہندوستانی وحدت کی علامت ہونے کی وجہ سے مخاصمت کی بنا تھی اس لیے ہر اس نقش کو جو اردو سے وابستہ ہے مٹانا سامراجی ریشہ دوانی کا نکتہ اول اور حرف آخر بن گیا۔ قومی اردو کونسل کا سیمینار "نو آبادیاتی فکر کے منفی اثرات: اردو زبان اور ادبی نظریات پر" بنیادی طور پر انگریزی سامراج کی اسی منفی سوچ کو بے نقاب کرنے کی کوشش تھی جس کی ایک بدترین مثال میکالے کے بدنام Minutes ہیں اردو کو مسلمانوں سے منسوب کر کے اس کو بے گھر کرنا اس منصوبے کا حصہ تھا۔ ہندوستانی وحدت کا خاتمہ اپنے کلچر سے بے زاری اپنی زبان کو ورناکیولر سمجھنا یہ سب سامراجی ریشہ دوانی کا منفی کارنامہ ہے۔

ہندوستان میں انگریزوں کا سامراج تھا جن کے پیچھے تمدنی زندگی کا ایک سلسلہ بھی تھا اس لیے صاحبِ نظر لوگوں کے سامنے سامراجی ریشہ دوانی کے محدود مقاصد اور مغربی فکر کی افادیت میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ انگریزی سامراج کی منفی گھناؤنی سازشوں کے ساتھ مغرب کی روشن خیالی کے مفید اثرات بھی پروان چڑھتے رہے۔ نئی روشنی، نئی آگہی اور نئے خواب یہ سب مغربی فکر کی دین ہیں۔

قومی اردو کونسل نے ایک ساتھ پروان چڑھتے ہوئے دھاروں میں اس رجحان کو سامنے لانے کی کوشش کی جس نے ملک تقسیم کیا زبان توڑی اور ماضی کی عظمتوں کو حقیر بنانے کی کوشش کی۔ اس منفی سوچ کا اگر کوئی مثبت پہلو ہے تو یہ رد عمل، اپنی جڑوں کی از سر نو تلاش، اپنی شناخت کا نیا احساس ماضی کی عظمتوں کو حال سے جوڑ کر ایک نئے مستقبل کی تعمیر۔ یہ عمل ہمارے ملک میں ہی نہیں بلکہ ایشیا کی ہر قوم میں جاری و ساری ہے جو سامراج کے زیر تسلط رہے۔

قومی اردو کونسل کے سیمینار نے اس حقیقت کو پر زور طور پر پیش کیا کہ سنسکرت کی طرح اردو بھی اس برصغیر کا تخم حلال ہے اور ہم عصر لسانی منظر نامے میں اس کے فروغ کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت کو ترجیح حاصل ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
(ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان)

مولانا ابوالکلام آزاد کے خوابوں کی تعبیر

اردو انسائیکلوپیڈیا یعنی مخزنِ علوم

مکمل بین الاقوامی معیار۔ مشتمل بر ۳۲ علوم

تینوں کلیدی جلدیں شائع ہو گئیں

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے اردو میں پہلا مکمل اور بین الاقوامی معیار کا انسائیکلوپیڈیا شائع کیا ہے۔ ابتدائی تین جلدیں ۳۲ علوم پر مشتمل ہیں جن کی ترتیب حسب ذیل طریقہ پر کی گئی ہے۔

جلد اول :	۱۔ آثار قدیمہ	۲۔ ادبیات	۳۔ ارضیات	۴۔ انجینیرنگ
	۵۔ تاریخ اسلام	۶۔ تاریخ عالم	۷۔ تاریخ ہند	
جلد دوم :	۸۔ تعلیم	۹۔ جغرافیہ	۱۰۔ جنگلات	۱۱۔ حیاتیات
	۱۲۔ حیوانیات	۱۳۔ ریاضیات	۱۴۔ زراعت	۱۵۔ سائنس
	۱۶۔ سماجیات	۱۷۔ سیاسیات	۱۸۔ طب یونانی	۱۹۔ طبیعیات
جلد سوم :	۲۰۔ علاج حیوانات	۲۱۔ فلسفہ و نفسیات	۲۲۔ لائبریری سائنس	۲۳۔ فلکیات
	۲۴۔ فنون لطیفہ	۲۵۔ فلم	۲۶۔ قانون	۲۷۔ کیمیا
	۲۸۔ مذاہب	۲۹۔ معاشیات	۳۰۔ معدنیات	۳۱۔ نشر و اشاعت
	۳۲۔ نظم و نسق			

ان علوم پر مختصر نوشتے آٹھ جلدوں میں شائع کئے جائیں گے۔ علوم کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے مختصر نوشتے بھی حروف تہجی کے اعتبار سے آئیں گے۔

دنیا بھر کی تمام مروجہ زبانوں اور ان کے ادب کے بارے میں بھرپور معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ سبھی مروجہ علوم و فنون اور سائنس و تکنالوجی وغیرہ سے متعلق مختصر و طویل اندراجات شامل ہیں۔ یہ سارا مواد بڑی دیدہ ریزی اور مشقت کے ساتھ سلیس زبان اور دلنشین پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایسی کاوش ہے جو آئندہ کئی نسلوں کو علم و معلومات سے مالا مال کرتی رہے گی۔ بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ ہر ایک جلد آزاد حیثیت کی حامل ہے۔

کلیدی مضامین پر مشتمل اس کی تین جلدیں منظر عام پر آگئی ہیں۔

خوبصورت کتابت بہترین طباعت، پختہ جلد اور اعلیٰ گٹ اپ کے ساتھ علم دوست قارئین، صحافیوں اور مضمون نگاروں کے لئے یہ نادر و نایاب تحفہ ہے۔ ہر جلد اپنے آپ میں مکمل ہے۔

جلد اول	578	صفحات	قیمت	-/300روپے
جلد دوئم	588	صفحات	قیمت	-/450روپے
جلد سوم	614	صفحات	قیمت	-/450روپے

مندرجہ ذیل پتے پر یا کسی کتب فروش سے طلب کیجئے

قومی اردو کونسل، ویسٹ بلاک۔1، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

قومی سیمینار کی کہانی تصویروں کی زبانی

سرورق۔(اوپر) قومی سیمینار کے افتتاحی اجلاس کا ایک منظر: ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، جناب ایس۔ آر۔ بومئی مرکزی وزیر برائے ترقی انسانی وسائل اردو انسائیکلوپیڈیا کا اجرا کرتے ہوئے، جناب علی سردار جعفری، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ اور جناب رودر گنگادھرن۔

(نیچے) سامعین کا ایک منظر چند صورتیں جو واضح ہیں: ڈاکٹر تجمل حسین، ڈاکٹر سہیل فاروقی، ڈاکٹر عبدالستار دلوی، ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، جناب ابوالفیض سحر، جناب منظور الامین، ڈاکٹر عبدالحق، پروفیسر حامدی کاشمیری، ڈاکٹر اسلم پرویز، ڈاکٹر رضوان الحق، جناب پریم پال اشک، ڈاکٹر شریف احمد اور جناب اظہار اثر۔ زیر نظر صفحے پر سہ روزہ قومی سیمینار کے دو مناظر

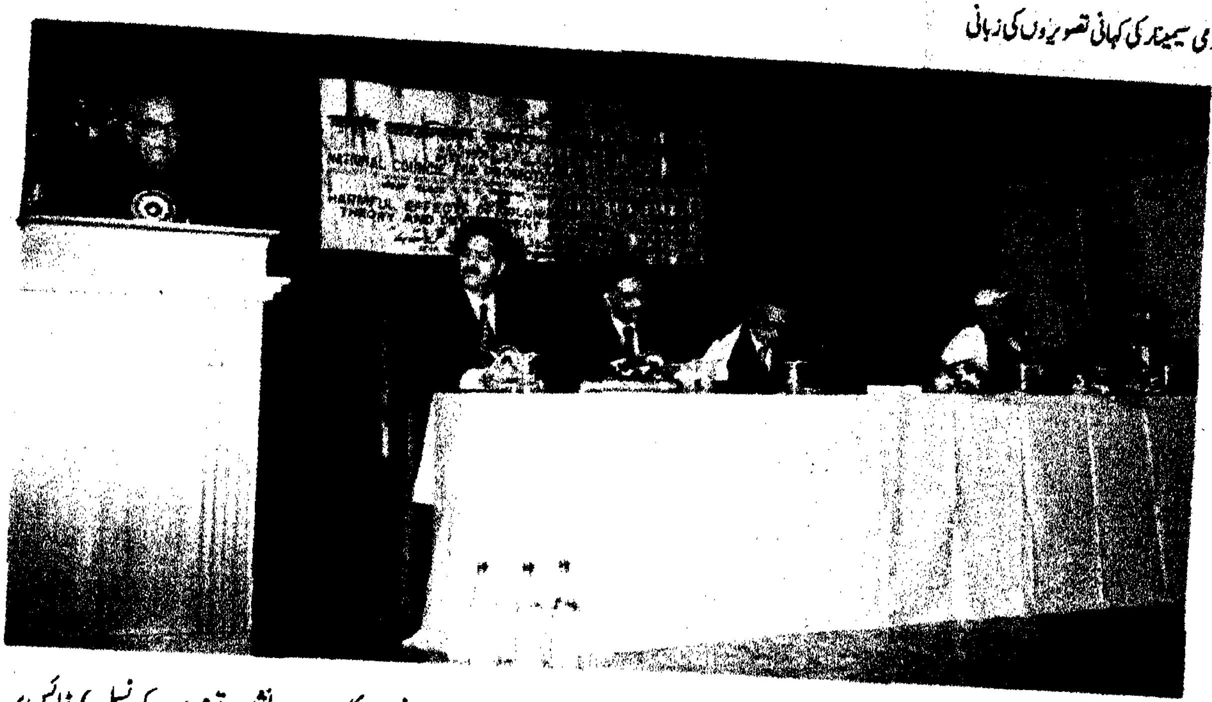

سہ روزہ قومی سیمینار، پہلے اجلاس کا ایک منظر: (مائک پر) جناب ایس۔ آر۔ بومئی وزیر ترقی انسانی وسائل (صدر نشین قومی اردو کونسل)، ڈائس پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، جناب رودر گنگادھرن جوائنٹ سکریٹری (زبان) وزارت ترقی انسانی وسائل، جناب علی سردار جعفری، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ اور پروفیسر طاہر محمود چیئرمین اقلیتی کمیشن۔

قومی سیمینار میں شرکا اور سامعین کا ایک منظر۔

سہ روزہ قومی سیمینار ۱۷تا۱۹ر نومبر کا اجلاس: مائک پر ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈائس پر ڈاکٹر انور پاشا، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، ڈاکٹر این۔ ایس۔ گوریکر اور جناب منظور الامین۔

قومی سیمینار کے اجلاس کا ایک منظر: ڈاکٹر امریک سنگھ، محترمہ قرۃ العین حیدر، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ اور پروفیسر قاضی عبیدالرحمان ہاشمی۔

سیمینار کا ایک منظر: جناب کملیشور، جناب جمنا داس اختر، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ۔

سیمینار کا ایک منظر: محترمہ قرۃ العین حیدر، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، جناب علی سردار جعفری، (نامعلوم)، پروفیسر امیر عارفی، پروفیسر عتیق اللہ، محترمہ جیلانی بانو۔

تیسرے اجلاس کا ایک منظر: جناب علی سردار جعفری، پروفیسر مغنی تبسم، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ اور پروفیسر حامدی کاشمیری۔

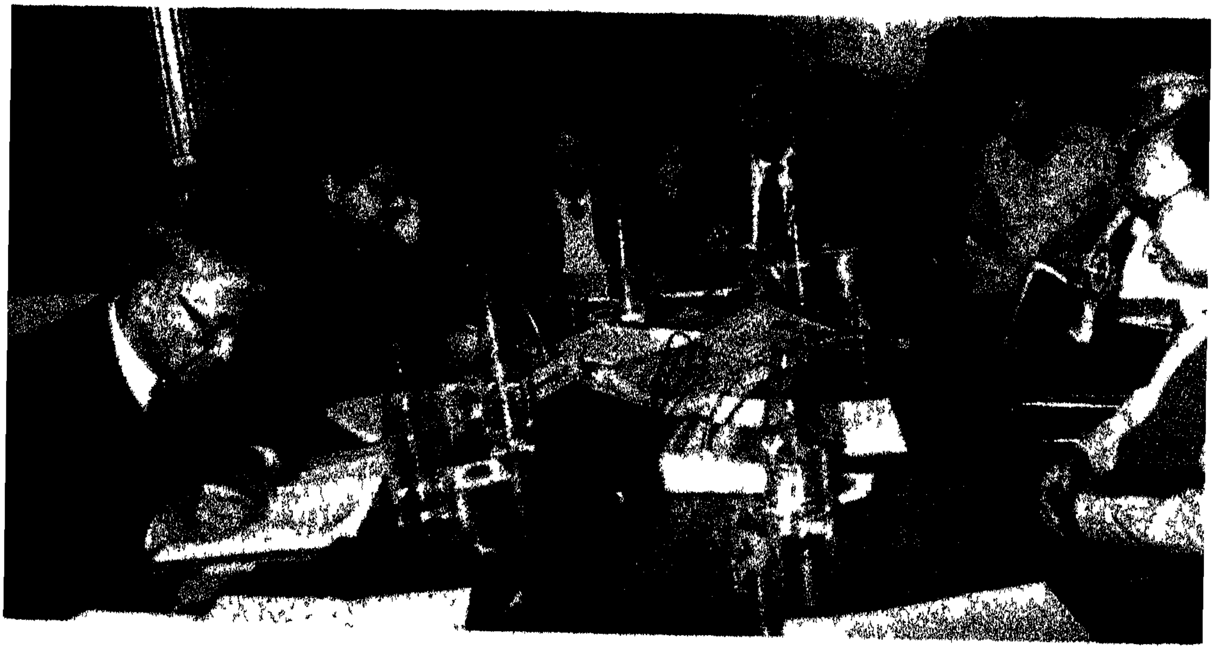

چوتھے اجلاس کا ایک منظر: پروفیسر شمیم حنفی، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، جناب نریندر لوتھر، جناب کلدیپ نیر، پروفیسر عبدالستار دلوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ اور ڈاکٹر کمال احمد صدیقی۔

چوتھے اجلاس کا ایک منظر: جناب کلدیپ نیر، پروفیسر عبدالستار دلوی، پروفیسر محمد زماں آزردہ اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ۔

پانچویں اجلاس کا ایک منظر: ڈاکٹر امریک سنگھ، محترمہ قرۃ العین حیدر، پروفیسر ابوالکلام قاسمی اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ۔

پانچویں اجلاس کا ایک منظر: جناب فضیل جعفری، پروفیسر شمیم حنفی، پروفیسر انصار اللہ، ڈاکٹر اے۔ آر۔ فتیحی، پروفیسر محمد زماں آزردہ، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر امریک سنگھ، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر عتیق اللہ، محترمہ جیلانی بانو، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، پروفیسر حامدی کاشمیری اور پروفیسر سیدہ جعفر۔

پانچویں اجلاس کا ایک اور منظر: ڈاکٹر اے۔ آر۔ فتیحی، پروفیسر عبدالستار دلوی، پروفیسر محمد زماں آزردہ، پروفیسر مغنی تبسم، پروفیسر سید منظور احمد، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر امریک سنگھ، محترمہ قرۃ العین حیدر، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، پروفیسر امیر عارفی، پروفیسر عتیق اللہ اور محترمہ جیلانی بانو۔ دوسری صف میں جناب رفعت سروش، جناب مظہر امام، ڈاکٹر تنویر احمد علوی اور ڈاکٹر انتظار حسین۔

سہ روزہ قومی سیمینار کا ایک منظر: پروفیسر شمیم حنفی، جناب علی سردار جعفری، پروفیسر مغنی تبسم، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، پروفیسر حامدی کاشمیری، پچھلی صف میں ڈاکٹر علی رفاد فتیحی، ڈاکٹر انتظار مرزا۔

سہ روزہ سیمینار کا ایک منظر: محترمہ قرۃ العین حیدر، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ اور پروفیسر قاضی عبید الرحمان ہاشمی۔

قومی سیمینار کا ایک منظر: ڈاکٹر امریک سنگھ، محترمہ قرۃ العین حیدر، پروفیسر ابوالکلام قاسمی۔

قومی سیمینار کا ایک منظر: ڈاکٹر تنویر احمد علوی، پروفیسر مغنی تبسم، پروفیسر محمد زماں آزردہ، پروفیسر عبدالستار دلوی، ڈاکٹر علی۔رفاد۔فتیحی، پروفیسر عظیم الشان صدیقی، پروفیسر انصار اللہ، پروفیسر شمیم حنفی، پروفیسر جعفر رضا۔

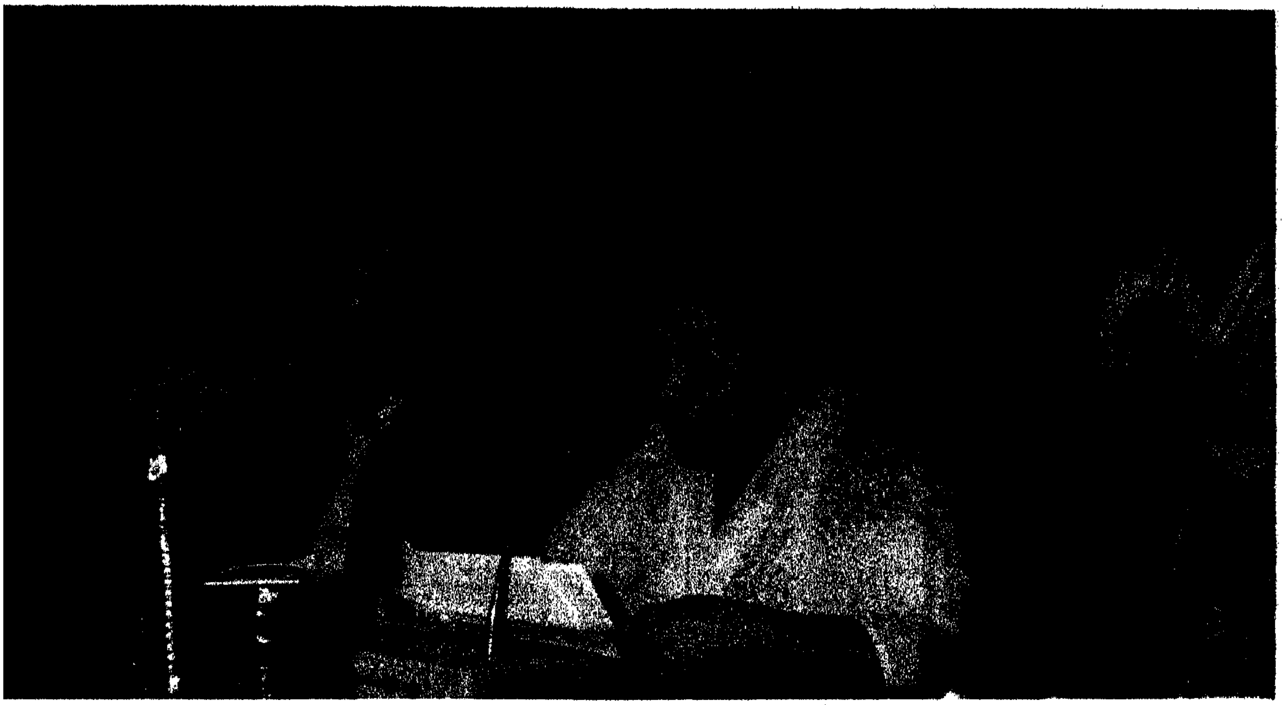

سہ روزہ قومی سیمینار کا ایک منظر: پروفیسر سیدہ جعفر، پروفیسر عبدالستار دلوی، جناب نریندر لوتھر۔

سہ روزہ قومی سیمینار کا ایک منظر: محترمہ قرۃ العین حیدر، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، جناب علی سردار جعفری۔

سہ روزہ قومی سیمینار کا ایک منظر: محترمہ قرۃ العین حیدر، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ۔

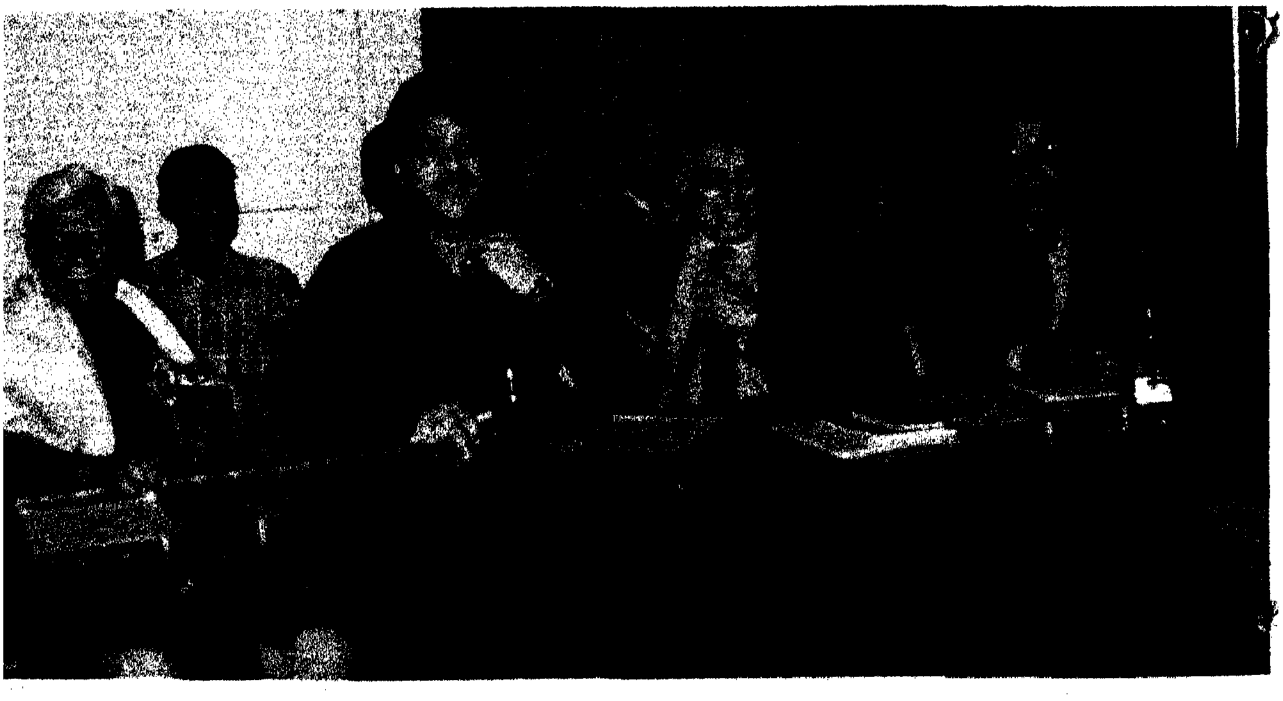

ربع صدی کے لیے فروغ اردو کے جامع منصوبے پر غور: تصویر میں ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر علی محمد خسرو، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، پچھلی صف میں جناب این۔ کے۔ اگروال، جناب شرف الدین صدیقی۔

ربع صدی کے لیے فروغ اردو کے جامع منصوبہ پر غور: ڈاکٹر خلیق انجم، جناب کلدیپ نیر، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ اور ڈاکٹر راج بہادر گوڑ۔

فروغ اردو کے جامع منصوبے پر غور: ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، جناب ایس۔ایم۔ایچ۔ برنی، پروفیسر مغنی تبسم اور جناب م۔ افضل۔ دوسری صف میں: جناب این۔ کے۔ اگروال، جناب شرف الدین صدیقی اور ڈاکٹر تجمل حسین۔

فروغ اردو کے جامع منصوبے پر غور: ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، ڈاکٹر خلیق انجم۔ پروفیسر علی محمد خسرو، ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، جناب ایس۔ ایم۔ ایچ۔ برنی؛ پچھلی صف میں جناب انوار رضوی اور جناب شرف الدین صدیقی۔

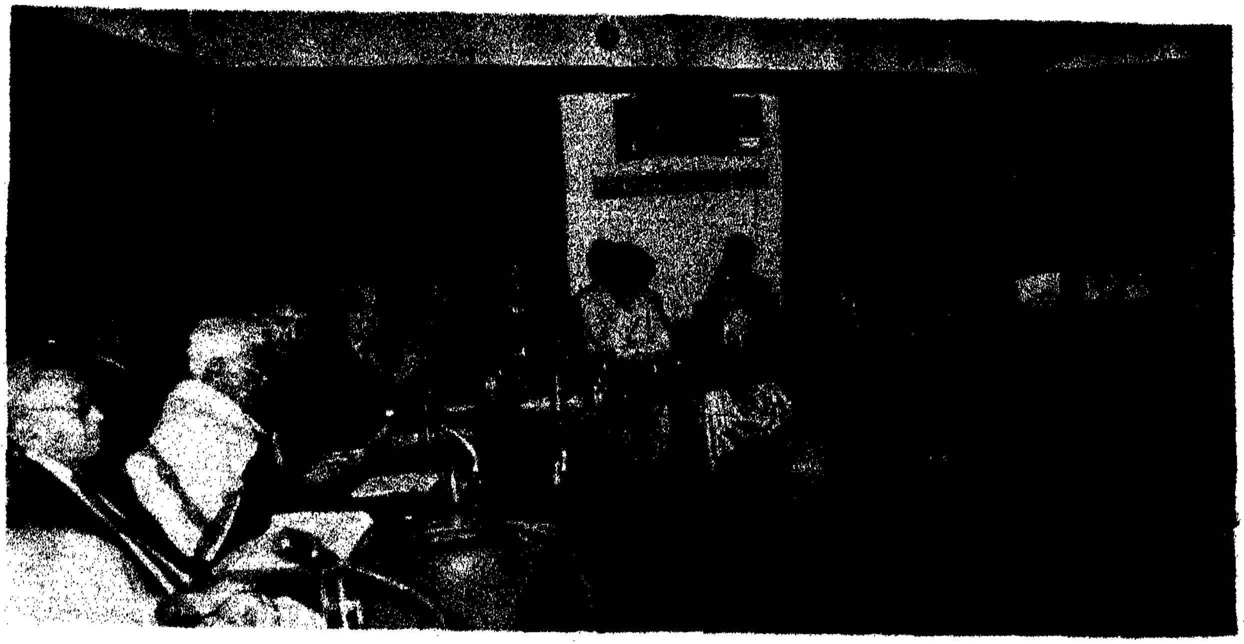

فروغ اردو کے جامع منصوبے پر غور بہ مقام انڈیا انٹرنیشنل سینٹر بہ تاریخ ۱۸/نومبر ۱۹۹۷۔

فروغ اردو کے جامع منصوبے پر بحث کا ایک منظر۔

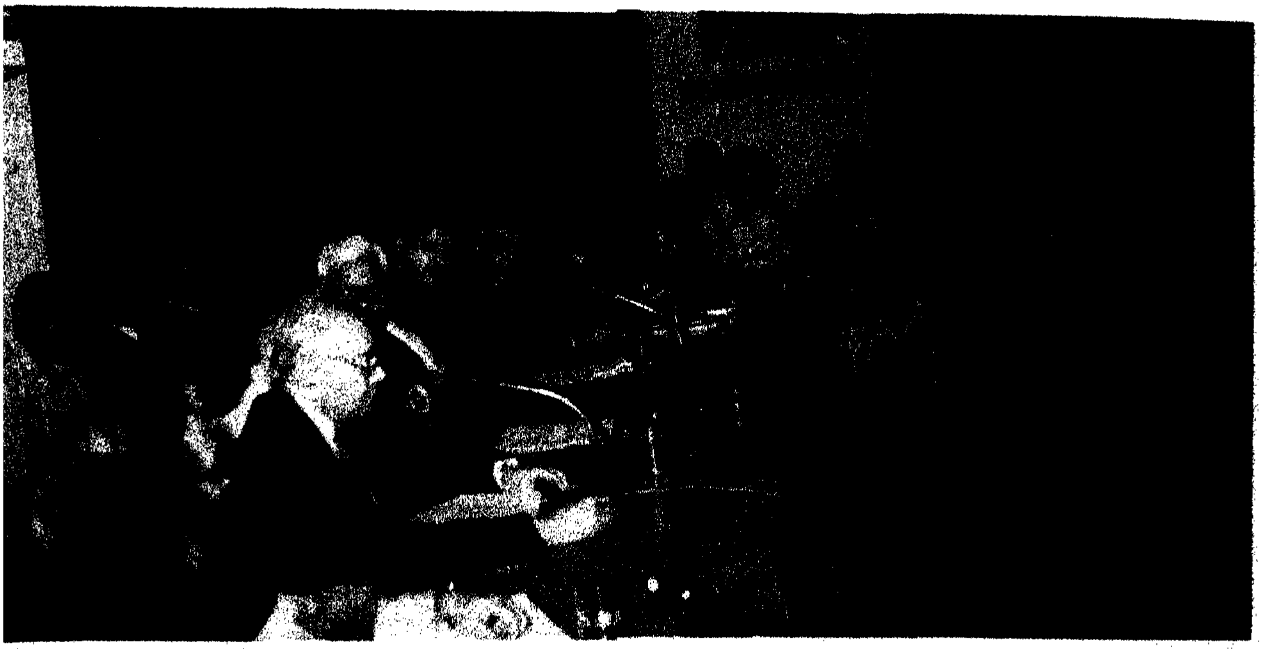

فروغ اردو کے جامع منصوبے پر بحث۔

سہ روزہ قومی سیمینار کے بعد کا ایک منظر: ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، جناب سے سنگھ ڈائرکٹر لینگویجز وزارت ترقی انسانی وسائل، جناب رودر گنگادھرن جوائنٹ سکریٹری (زبان) وزارت ترقی انسانی وسائل اور جناب ٹی۔ آر۔ پرشاد ڈیسک آفیسر وزارت ترقی انسانی وسائل۔

۱۹ر نومبر کو قومی اردو کونسل کی ایکزیکٹو بورڈ کی میٹنگ منعقد ہوئی۔ تصویر میں قومی اردو کونسل کے نائب صدر نشین ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، وزارت ترقی انسانی وسائل کے جوائنٹ سکریٹری جناب رودر گنگادھرن، قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ اور جناب ایس۔ آر۔ ڈوگرا ڈیسک آفیسر آئی۔ ایف۔ ڈی۔

اردو دانشوروں کے ایک وفد نے وزیر اعظم جناب آئی۔ کے۔ گجرال سے ۱۴ر نومبر کو ملاقات کی: تصویر میں جناب آئی۔ کے۔ گجرال (وزیر اعظم)، ڈاکٹر سیف الدین سوز (مرکزی وزیر ماحولیات و جنگلات)، جناب ایس۔ ایم۔ ایچ۔ برنی، جناب علی سردار جعفری اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ۔

جناب عبدالقیوم وزیر تعلیم ریاست جموں و کشمیر، جناب اجیت کمار ایڈیشنل چیف سکریٹری تعلیم جموں و کشمیر اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ۔

سہ روزہ قومی سیمینار کی رپورٹ

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (وزارت ترقی انسانی وسائل) محکمہ تعلیم، حکومتِ ہند، ویسٹ بلاک۔۱، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی کے زیر اہتمام سہ روزہ قومی سیمینار ۱۷ تا ۱۹ر نومبر ۱۹۹۷ء بہ مقام راجندر بھون، نئی دہلی۔

موضوع: نوآبادیاتی فکر کے منفی اثرات: اردو زبان اور ادبی نظریات پر

۱۷ر نومبر صبح دس بجے سیمینار کے افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نائب صدر نشیں قومی اردو کونسل نے استقبالیہ تقریر پیش کی ان کی تقریر شمارے میں شریک اشاعت ہے۔ ۱۱ بجے جناب ایس۔ آر۔ بومئی وزیر ترقی انسانی وسائل صدر نشیں قومی اردو کونسل نے قومی اردو کونسل کی مطبوعہ اردو انسائیکلوپیڈیا کی دوسری اور تیسری جلدوں کا اجرا فرمایا۔

وزیر موصوف کے بعد جناب علی سردار جعفری نے قومی اردو کونسل کی مطبوعہ جامع انگریزی اردو لغت کی رسم اجرا ادا کی۔

ساڑھے گیارہ بجے وزیر موصوف نے افتتاحی تقریر کی انھوں نے کہا کہ ان کی حکومت اردو کی ترقی اور بقا کے لیے ہمیشہ کوشاں رہی ہے انھوں نے اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اردو ایک ایسی قیمتی میراث ہے جس کا فروغ ہر ہندوستانی کا فرض ہے اور اسی سلسلے میں مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی حیدر آباد میں قائم ہو رہی ہے۔ جناب علی سردار جعفری نے اپنے کلیدی خطبے میں اردو زبان و ادب کی تہذیبی وراثت پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض رجحانات مثلاً ساختیات پس ساختیات اور مابعد جدیدیت کو پیچیدہ، ناقابل فہم اور عوام سے دور لے جانے والے رجحانات سے موسوم کیا انھوں نے اسے ادب کی ترقی معکوس قرار دیا اور کہا کہ اردو زبان و ادب میں بڑی قوت ہے اس لیے وہ تمام رکاوٹوں کے باوجود ترقی کر رہی ہے اردو میں عمدہ پر قوت اور موثر ادب لکھا جا رہا ہے۔ انھوں نے نوآبادیاتی فکر کے منفی اثرات کی نشان دہی کی اور اردو ادیبوں میں اپنے اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ اردو ادب کے مثبت پہلوؤں کے ضامن ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ملک کی جن ریاستوں میں ہندی بولی جاتی ہے وہاں اردو تعلیم کو لازمی قرار دینا چاہیے۔ انھوں نے وزیر موصوف (چیئرمین ترقی اردو کونسل) اور ڈاکٹر گوڑ (وائس چیئرمین، ترقی اردو کونسل) کی توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا کہ ہندی علاقوں میں اردو کو بہار کے طرز پر دوسری سرکاری زبان بنانے کے لیے مثبت اقدامات کئے جانے چاہئیں۔ وزارت ترقی انسانی وسائل کے جوائنٹ سکریٹری (زبان) جناب رودر گنگا دھرن نے معزز مہمانوں اور حاضرین کرام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اردو کی ترقی کے کاز میں وزارت کے حکام کی طرف سے پورے تعاون کی یقین دہانی فرمائی۔

ڈائرکٹر قومی اردو کونسل، ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ نے نوآبادیاتی فکر کے منفی اثرات کی ماہیت اور اردو کے بیش قیمت تہذیبی سرمائے کے حوالے سے سیمینار کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔

افتتاحی اجلاس کے بعد سیمینار کا **پہلا اجلاس** دو بجے راجندر بھون میں شروع ہوا۔ سیمینار کے موضوع "نو آبادیاتی فکر کے منفی اثرات: اردو زبان و ادبی نظریات پر" کو پانچ عنوانات میں منقسم کیا گیا تھا۔ پہلے اجلاس کا عنوان تھا "ہندوستان کا متنوع لسانی پس منظر اور اردو زبان"۔ اجلاس کی صدارت پروفیسر طاہر محمود (چیئرمین اقلیتی کمیشن) نے فرمائی مبصرین کے فرائض پروفیسر این۔ ایس۔ گوریکر اور جناب منظور الامین نے انجام دیے مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے مقالے پیش کیے۔

(۱)ڈاکٹر انور پاشا (۲)ڈاکٹر ایس۔ جمال محمد (۳)ڈاکٹر اے۔ آر۔ فتحی (۴)جناب منظور الامین (۵)جناب ابوالفیض سحر۔ تمام مقالے "فکر و تحقیق" مورخہ جنوری تا جون ۱۹۹۸ء میں شریک اشاعت ہیں۔

صدر اجلاس پروفیسر طاہر محمود نے فرمایا کہ اگرچہ ملک کے آئین میں ہندی کو انگریزی کے ساتھ یونین (مرکزی حکومت) کی رابطے کی اور کام کاج کی زبان بتایا گیا ہے مگر کوئی ایک زبان ہی ملک کی قومی زبان نہیں بلکہ تمام 18 زبانیں جن کا شیڈیول 8 میں ذکر ہے ملک کی قومی زبانیں ہیں۔ انھوں نے یقین دلایا کہ اردو کی ترقی کے لیے اقلیتی کمیشن کے چیئرمین کی حیثیت سے اور خود اپنی طرف سے بھی وہ جو کچھ ممکن ہو اقدامات کریں گے۔ انھوں نے فرمایا کہ اردو ہی پورے ملک میں واحد لسانی اقلیتی زبان ہے دوسری اقلیتی زبانیں دراصل علاقائی لسانی اقلیتی زبانیں ہیں ان میں خود ہندی شامل ہے جو ملک کی کئی ریاستوں میں اقلیتی زبان کا درجہ رکھتی ہے۔ ملک گیر سطح پر انگریزی کے بعد صرف ہندی اور اردو ہی بڑی زبانیں ہیں انھوں نے مزید فرمایا کہ کوئی بھی زبان واحد قومی زبان (راشٹر بھاشا) نہیں ہے۔ دراصل اردو پر جو ستم ڈھائے گئے وہ کسی قانون کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے پس پشت ایک متعصبانہ ذہنیت کارفرما رہی ہے۔ اس ذہن کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

لوگوں کو صحیح بات بتانے کی بھی ضرورت ہے بہت سے لوگ اردو بولتے ہیں مگر انھیں یہ معلوم ہی نہیں کہ وہ اردو بول رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہندی بول رہے ہیں انھوں نے کہا کہ ۱۹۹۲ء کے بعد اقلیتی کمیشن کے اختیارات مذہبی معاملات تک محدود کر دیے گئے لسانی اقلیتی معاملات لسانی اقلیتوں کے کمشنر کو تفویض کیے گئے۔

انھوں نے کہا کہ سپریم کورٹ میں اقلیت کے معانی کی وضاحت کے لیے مقدمہ پیش کیا جا چکا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ان کا موقف ہے کہ صرف اردو ہی ملک گیر سطح پر لسانی اقلیتی زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ اردو کے علاوہ کوئی زبان قومی سطح پر لسانی اقلیتی زبان کی حیثیت نہیں رکھتی۔

اجلاس کے مبصرین ڈاکٹر این۔ ایس۔ گوریکر اور جناب منظور الامین نے مقالوں کی تلخیص پر اظہار خیال کیا اور "نو آبادیاتی منفی فکر اور اردو زبان و ادب کے نظریات اور رویوں پر گفتگو کی۔ جناب نریندر لوتھر اور ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نے بعض تحفظات اور وضاحتیں پیش کیں۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نے کہا کہ ہر اہل زبان کو اس کی زبان شیریں معلوم ہوتی ہے لہٰذا یہ کہنا کہ اردو تمام زبانوں سے شیریں تر زبان ہے مناسب نہیں تلگو اور تامل والوں کو بھی ان کی زبانیں شیریں لگتی ہیں۔

دوسرا اجلاس دوسرے دن ۱۸؍ نومبر کو ساڑھے دس بجے شروع ہوا اجلاس کا موضوع تھا "اردو ادبیات میں ہندوستانیت کی شناخت" اجلاس کی صدارت جناب کملیشور نے فرمائی۔

مبصرین کے فرائض جناب جمناداس اختر اور ڈاکٹر خلیق انجم نے انجام دیے۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل حضرات نے مقالے پیش کیے۔

(۱)ڈاکٹر ارتضیٰ کریم (۲)محترمہ جیلانی بانو (۳)پروفیسر سیدہ جعفر (۴)پروفیسر امیر عارفی (۵)پروفیسر محمد زماں آزردہ (۶)جناب این۔ اے۔ راہی اور (۷)پروفیسر انصار اللہ۔

صدر اجلاس جناب کملیشور نے فرمایا کہ اردو ہندی کا بٹوارہ اس وقت ہوا جب ہم غلام تھے اس پر ستم یہ کہ بٹوارے نے ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کو زبردست صدمہ پہنچایا

انھوں نے کہا کہ اردو مخالف رویہ کچھ اس طرح ہے کہ لوگ اردو میں کام کرتے ہیں اور نام ہندی کا ہوتا ہے۔ اس رویے میں سیاست سے زیادہ تجارتی مقاصد پوشیدہ ہیں۔ انھوں نے اس مضحکہ خیز صورت حال کی طرف اشارہ کیا کہ غلط انگریزی اور صحیح اردو سے فلمی زبان پیدا ہوئی ہے انھوں نے کہا "جو بات خاص طور پر میں نے محسوس کی وہ یہ کہ ہم نے ماضی (اتیت) پر بہت گہری نظر ڈالی ور تمان پر فقرے کسے آگے کی بات نہیں کی۔ یہ تو پتہ ہے کہ اردو کی دین (عطیہ) ملک کے لیے اور تہذیب کے لیے کیا رہی ہے۔ جیلانی بانو اور خلیق انجم نے جو باتیں کہیں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اردو پر چوٹ سے وہ مشترکہ تہذیب جو بن اور سنور رہی تھی، رکی، اٹکی، بھٹکی ایک تہذیبی خلا (شونیہ) پیدا ہوا۔ فلمی دنیا میں اردو سب کو آتی ہے انگریزی آتی نہیں اردو رسم خط کسی کو آتا ہے زیادہ تر کو نہیں آتا۔ دراصل اردو کے ساتھ آزادی کے بعد جو کچھ ہوا اس سے کئی لوگ احساس کمتری میں مبتلا ہوئے، کئی لوگ سوچنے لگے کیا کریں کچھ بس نہیں چلتا تھا جب اردو کو آٹھویں شیڈیول میں رکھا گیا اس وقت بھی اردو کسی ریاست کی سرکاری زبان نہ تھی اردو کو جگہ اس لیے دی گئی کہ اس طرح سے اتر بھارت کی تہذیب کو زندہ رکھا جائے۔ اب صورت یہ ہے کہ میرے جیسے لوگ ہندی دیوناگری میں لکھتے ہیں مگر جو "ہندتو" وادی ہندی لکھی جاتی ہے اس کا ہمیں ہندی میں ترجمہ کرنا پڑتا ہے۔ اب خود ہندی پر مشکل وقت پڑا ہے جو لوگ اردو نہیں جانتے اور ہندی لکھتے ہیں ان کے پاس شبدوں کا ذخیرہ کم ہے انھیں انگریزی سے لفظ لینے پڑتے ہیں اگر اس سلسلے میں اردو ہندی کی مدد کرتی تو انگریزی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اب اردو اور ہندی زیادہ دور ہوتی جارہی ہیں یہ ایک تکلیف دہ بات ہے۔ دراصل جنھوں نے ہندی کو شدھ ہندی بنایا ہے انھیں ہندی نہیں آتی ان کے پاس محض دو ہزار شبد ہیں دراصل شدھ ہندی کا سوال پیٹ کے سوال سے جڑا ہے۔ جب میں چندر کانتا سیریل لکھ رہا تھا تو دیس بھر سے ہندی افسر مجھے خط لکھتے تھے پوچھتے تھے یہ کون سی بھاشا آپ لکھ رہے ہیں کیوں یہ زبان لکھی جارہی ہے۔ انھیں ڈر تھا ان کی روٹی اسی شدھ ہندی سے چلتی ہے جو عوام کی زبان نہیں ہے۔ جب آپ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دینے کی بات کرتے ہیں تو انھیں لگتا ہے ان کی روٹی روزی چھینی جارہی ہے۔

دراصل راج بھاشا کا پد پانے کے بعد ہندی عوام سے دور چلی گئی ہے اس سے عوام کا اور ہندی کا بھی نقصان ہوا ہے عالم یہ ہے کہ جو ہندی لکھی جارہی ہے کبھی کبھی خود ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہم اسے واپس بھیج دیتے ہیں یا پھر کہتے ہیں کہ اس کا انگریزی لاؤ اس طرح آج ہم ہندی کو انگریزی کے مادھیم سے سمجھ رہے ہیں۔ تقریباً ۱۹۰۰ میں ہم نے وہ زبان چھوڑنا شروع کیا جس نے بول چال اور سرکاری سطح پر استعمال کا ایک ڈھنگ ہمیں دیا تھا۔ ضرورت یہ ہے کہ اردو ہندی کے مسئلے پر صرف ہندی اردو کے ادیب ہی بات نہ کریں بلکہ علم و فن کے دیگر شعبوں کے ماہرین سے بھی بات کی جائے۔ اردو کا سوال ہماری سنسکرتی کا بھی سوال ہے اردو اتر بھارت کے ہر آدمی کی زبان ہے یہ جو شبد ہم لاتے ہیں مثلاً روٹی، کھیت، کھلیان، آنسو یہ سب شبد کہاں سے آئے ہیں؟ ہم انھیں کیوں چھوڑ رہے ہیں ہمیں ہندی کو بھی زندہ رکھنا ہے اور اردو کو بھی۔ ہندی والے اردو چھوڑ کر اپنا نقصان کر رہے ہیں مگر اردو والوں کا بھی ایک فرض ہے وہ ہندی والوں کی مدد کریں۔

میں کھل کر کہتا ہوں کہ اردو تو زندہ رہے گی مگر ہندی اردو سے بہت دور ہوتی جارہی ہے اس میں دونوں کا نقصان ہے دونوں کو ساتھ چلنا ہے۔

انھوں نے اردو کی بھومیکا کا ذکر کرتے ہوئے بودھ بھکشو کی کتھا سنائی اور کہا کہ اس بودھ بھکشو نے کس طرح بار بار لوگوں سے اپنی مذہبی کتاب چھپوانے کے لیے چندہ اکٹھا کیا مگر مذہبی گرنتھ چھاپنے کی بجائے اپنے علاقے کی بدلتی زبان کو بچانے کے لیے مدرسے کھولے اور کتابیں چھاپیں، انھوں نے کہا اصل

کتاب تو تہذیب کی کتاب ہے جو نہیں چھپ رہی ہے۔

جمنا داس اختر نے کہا کہ میں نے اقبال کو قریب سے دیکھا تھا وہ پورے ویدانتی تھے لوگوں سے لہوری زبان میں بات کرتے تھے وہ سوامی رام تیر تھ کے ساتھی تھے گائتری کا ترجمہ کیا۔ وہ محیط آب گنگا کے سپرد خود کو کرنا چاہتے ہیں دجلہ و فرات کے نہیں۔ انھوں نے مزید کہا اردو اخبارات سے زیادہ کسی زبان کے اخبارات نے قید و بند کی سختیاں نہیں جھیلیں مولوی باقر جس طرح سے 1857ء کی روز بروز خبریں دیتے تھے انگلستان کے ٹائمز کو بھی انھوں نے پیچھے چھوڑ دیا اور آخر کار انھیں شہید کیا گیا۔

تیسرا اجلاس ۱۸ ارنومبر کو راجندر بھون میں بارہ بجے منعقد ہوا۔ اجلاس کا عنوان تھا "ہندوستانی کلاسیکی روایات کی بازیافت"۔ جناب علی سردار جعفری نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ پروفیسر شمیم حنفی اور پروفیسر مغنی تبسم نے مبصرین کے فرائض ادا کیے۔

مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے مقالے پیش کیے۔

(۱) سید مجاور حسین (ایس۔ ایم۔ ایچ۔ رضوی) (۲) جناب فضیل جعفری (۳) پروفیسر جعفر رضا (۴) پروفیسر ابوالکلام قاسمی (۵) پروفیسر مغنی تبسم (۶) پروفیسر حامدی کاشمیری۔

صدر اجلاس علی سردار جعفری نے جلسے کا آغاز اپنی مختصر تقریر سے کیا انھوں نے کہا ملک میں فرقہ پرست اور احیا پرست طاقتوں کا یلغار مسلمانوں پر نہیں دراصل ان کا نشانہ مشترکہ قومی کلچر بھی ہے اس کلچر نے ہماری طرز زندگی کے ہر گوشے کو متاثر کیا ہے ان طاقتوں کا حملہ دراصل اردو کے خلاف نہیں بلکہ انڈو ایرانی کلچر پر ہے۔ دسویں صدی عیسوی کے بعد اسلامی اور ایرانی کلچر نے ہندوستانی کلچر سے مل کر ایک کلچر کو جنم دیا جس نے تمام فنون کے اندر روح پھونکی اور تخلیق کے صدہا سوتے پھوٹ پڑے فرقہ پرست قوتیں ان تخلیقی قوتوں کو دبانا چاہتی ہیں۔ اصل ضرورت یہ ہے کہ جو ہندی صوبے ہیں ان میں اردو کو بھی بہار کے طرز پر سرکاری زبان بنایا جائے اردو کا ہندی سے کوئی تنازعہ نہیں ہندی والوں کو ہم نوا بنانا پڑے گا ان کے شانہ بشانہ اردو کی بقا اور فروغ کے لیے جدوجہد کرنی پڑے گی ہندی اور اردو قواعد کے لحاظ سے بھلے ہی ایک زبان ہوں لیکن ان میں مزاج کا فرق ہے دونوں کی جمالیاتی حس جدا ہے۔ انھوں نے کہا ہندوستان کی کلاسیکی روایات تسلسل کے ساتھ زندہ ہے لہٰذا اس کی بازیافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ ان کی دریافت تو ہو سکتی ہے۔

انھوں نے کہا چونکہ کلاسیکی روایات کا معاملہ ہے اجلاس میں موجود قرۃ العین حیدر کو بھی اس معاملے پر بولنا چاہئے حالانکہ انھیں کل ایک دوسرے اجلاس کی صدارت کرنی ہے اور آج ان کا پیپر بھی نہیں ہے مگر چونکہ موقع ہے ان کو ضرور بولنا چاہیے لہٰذا "میں انھیں دعوت سخن دیتا ہوں"۔ محترمہ قرۃ العین حیدر نے کہا کل میں نہیں آسکی ممکن ہے وہی باتیں دہراؤں جو کل ہو چکی ہیں خواتین و حضرات اردو کے بارے میں کانفرنس اور سیمینار تہذیبی فریضہ اور Ritual (رسمی) بن چکی ہیں۔ ایک فلم دیکھی نام تھا چشم بددور زبان اردو تھی مگر ہندی کہا گیا اس میں ایک صاحب اپنا خط لے کر ایک دوسرے صاحب کے پاس جاتے ہیں خط اردو میں تھا دوسرے صاحب حیرت سے کہتے ہیں "اردو" گویا اردو کوئی انوکھی چیز تھی افریقہ کی زبان تھی ڈاکٹر صاحب ہندی کی حامی ہیں مگر ترقی پسند ہیں کسی طرح رائٹ ونگ کی نہیں کہی جا سکتیں۔

انھوں نے کہا جہاں ہندی کے صوبے نہیں ہیں وہاں اردو کی مخالفت نہیں ہے ۹۰ فیصدی فلموں اور ٹی۔ وی۔ سیریل کی زبان اردو ہے مگر انھیں ہندی کہا جا رہا ہے پوری زبان ہائی جیک کر لی گئی ہے۔

صرف کانفرنسوں اور تقریروں سے کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی فیڈ بیک ملنی چاہیے۔ پریم چند بیدی اور کرشن چندر کو ہندی کا افسانہ نگار کہا جا رہا ہے ایسا کیوں۔ اردو سے چڑھ کی نفسیاتی وجہ کیا ہے کیا صرف تقسیم ہند کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔ اردو سے تعصب کی وجہ پر کسی نے غور نہیں کیا۔ بات رویے کی تبدیلی کی

ہے۔ محض کانفرنسوں سے بات نہیں بنے گی۔ میڈیا بریفنگ (Breifing) ہونی چاہیے۔

اردو کے ساتھ رعایت کر کے کبھی کبھی اسے ہندوستانی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اردو تو انگریزوں نے Create کی اصل تو ہندی ہے۔ گاندھی جی نے ہندوستان چلانے کی بات کی سندر لال وغیرہ نے ہندوستان اکادمی بنائی کتابیں چھاپیں بہت عمدہ کتابیں تھیں وہ سارا اسٹاک پڑا ہوا ہے۔ ہندوستان اکادمی کو تو دیمک کھا گئی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد کافی مصنوعی اور مسخرے پن کی ایجاد ہوئی اب بچے وہی زبان بولتے ہیں Damage has been done. کہا جاتا ہے اردو کو دیوناگری میں کر دیا جائے۔ لیکن زبان کا قالب اسکرپٹ ہے امریکہ میں ایک ترکی خاتون ملیں انھوں نے بتایا انھوں نے رومن اسکرپٹ میں ترکی پڑھی وہ اپنے عظیم الشان ورثے سے الگ ہو چکی ہیں اس کا انھیں افسوس ہے۔ یہ پریکٹیکل بات نہیں ہے یہ تہذیب پر تالا ڈالنا ہے اسے تہہ خانے میں ڈالنا ہے۔ نایاب رسالے رکھے ہیں انھیں دیمک لگ رہی ہے انھیں پڑھنے والا کوئی نہیں۔ اردو کا مزاج ہندی میں نہیں آسکتا۔

سردار جعفری صاحب نے ۱۹۶۰ء میں ایکسٹینشن لکچر دیا تھا اس وقت جو باتیں کہی تھیں وہی باتیں ہو رہی ہیں علمی کتابیں کم چھپتی ہیں پانچ سو، ڈھائی سو یا ایک ہزار ہندوستان میں بہت سے معاملات میں بے نیازی اور بے پروائی کا رویہ ہے۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے چند پیپر، کچھ سیمینار، چند تقریریں، بس۔

تھوڑے لوگ جیسے شوقیانہ فرنچ پڑھ لیتے ہیں پھر بھول جاتے ہیں اسی طرح کچھ لوگ اردو سیکھ لیتے ہیں۔ اکادمیوں میں پرانی نسل کے لوگ بیٹھے ہیں اردو پڑھتے ہیں بوڑھے پنجابی انھوں نے اردو کو زندہ رکھا ہے۔ اس سے ہم خوش ہو جاتے ہیں یہ لوگ بقدر اشک بلبل ہیں۔

اب ایک چیز ہے میں پڑھتی اور لکھتی ہوں اس لیے اندازہ ہے کہ اردو کا تعلق جو عوام سے خاص طور پر باہر۔ ان کا تعلق مشاعرے سے ہے۔ Serious رائٹنگ کے لیے کوئی رابطہ نہیں ہے یہ کتابیں کم سے کم پڑھی جا رہی ہیں۔ میں مایوسی کی باتیں کر رہی ہوں مگر میں کیا کر سکتی ہوں۔

اجلاس کے مبصر پروفیسر شمیم حنفی نے کہا اردو ہمارے سیکولرازم کے Test کے طور پر سامنے آتی ہے رومیش تھاپر نے سیمینار کا ایک شمارہ اردو کے لیے وقف کیا تھا اردو کے کاز کو نقصان پہنچانے میں احیا پرستوں کے علاوہ بہت سے ترقی پسند اور روشن خیال لوگ بھی شامل رہے ہیں۔

ہم نے اچھا سیمینار کیا عمدہ پیپر پڑھے گئے لیکن زیادہ مفید نتائج اس صورت میں برآمد ہو سکتے ہیں جب انھیں ہندی، اور انگریزی اور علاقائی زبانوں میں بھی شائع کیا جائے۔

ادھر ایک رویہ زور پکڑ تا جا رہا ہے اردو ہندی کی تفریق کی ذمہ داری انگریزوں پر ڈال دیتے ہیں مگر ہماری مٹی بھی کم زرخیز نہیں ہے۔ ملک کی دوسری زبانوں میں دیسی پن کی بات چل رہی ہے میں اس کا موید ہوں مگر ہم کو یہی راستہ فاشزم کی طرف بھی لے جا سکتا ہے۔

آپ ۱۹ویں صدی سے دیکھیں تو علاقائی زبانوں کی ترقی کا آغاز پریس سے ہوتا ہے جو تبلیغی مشن کے لیے قائم ہوئے تھے۔ انھوں نے ریلوے قائم کی ان کا بھی فائدہ تھا مگر صرف انگریز ہی مشرقی تعلیم کے خلاف نہ تھے اس کی ذمہ داری ہم پر بھی ہے۔ جب سنسکرت اور عربی کے لیے رقم دی گئی تو راجہ رام موہن رائے نے احتجاج کیا کہ ایسی زبان پڑھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جو ہمیں جاہل بنائے گی ہمیں انگریزی تعلیم کی ضرورت ہے۔ جہاں روشن خیالی ہے۔ لارڈ میکالے کا جو خیال تھا وہ اپنی جگہ اس نے کہا تھا اگر ہندوستانی زبانوں کا ادب جمع کیا جائے تو وہ ایک شیلف میں آجائے گا اور انگریز لڑکیاں ہمارا مذاق اڑائیں گی۔

اس وقت کا سارا زمانہ عجیب کشمکش اور بوکھلاہٹ کا زمانہ ہے جتنی سخت تنقید سرسید، شبلی، حالی وغیرہ نے کی انگریزوں نے اتنی سخت تنقید نہیں کی۔ علاوہ ازیں اسی زمانے میں انگریزوں

کا ایک گروہ سامنے آیا جس نے مشرقی کلاسیکی علوم کے تحفظ اور ترقی کے لیے کوششیں کیں۔ ہمیں پورے Prospective (تناظر) میں سارے معاملات کا جائزہ لینا چاہیے۔ سیمینار کے موضوع میں منفی اثرات کی بات کی گئی ہے مگر ظاہر ہے اس میں مثبت اثرات بھی شامل ہیں۔ وہ دور روحانی کشمکش کا دور تھا یہاں انجمن پنجاب کی بات کی گئی اس کا نام انجمن اسلام مفیدہ تھا اس زمانے کے لوگ معاشرے کی اصلاح چاہتے تھے اس انجمن میں معاشرے کی اصلاح، اسپتال، صفائی وغیرہ کے موضوعات پر بھی Resolution (تجاویز) منظور ہوتے تھے گارساں دتاسی نے ان تجاویز کا حوالہ دیا ہے، مغنی تبسم نے کمزور نظموں کی بات کہی یہ بات پوری سچ نہیں ہے مسدس حالی، مناجات بیوہ وغیرہ عمدہ نظمیں ہیں۔

اس زمانے میں کم و بیش ہر شاعر اور نثر نگار نے امید کی بات کی وہ لوگ ناامیدی میں راستہ تلاش کر رہے تھے اس میں غلطیاں ہوئیں. جن کمزوریوں کی طرف فاروقی صاحب نے اشارے کئے ہیں وہ درست ہیں مگر ان بزرگوں نے کلاسیکی روایات کی بھی پاسداری کی بیاض دیکھئے کوئی بھی شعر نیا نہیں ہے حالی کے یہاں اچھی غزلیں ہیں مشرق کے جتنے بڑے عارف وہ تھے ہم نہیں ہیں وہ زمانے کے تقاضوں سے مجبور تھے۔

آخر میں صدر اجلاس علی سردار جعفری نے کہا میں دو تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حامدی صاحب کا مقالہ جتنا صوفیانہ حصہ تھا وہ لے لیا ہے باقی کو رد کر دیا ہے اس سلسلے میں اقبال ہمیں صحیح راستہ دکھاتے ہیں۔ غالب بھی راستہ دکھاتے ہیں اس سلسلے میں غالب کا شعر سنا دیتا ہوں۔

آں راز کہ در سینہ نہاں است درواز است
بردار تواں گفت و بر سر نہ تواں گفت

راز پر آپ سوچتے رہیے کیا کیا معنی ہیں۔ غالب کا ایک اور قطعہ ہے انھوں نے بھی فارسی شعرا کو رد کر دیا تھا۔ جن کے نام لے لے کر قصیدے پڑھتے ہیں۔

بس سومنات خیالم درائی تابینی
رواں فروز براں دوش ہائے زناری

اگر اس کو استدلال کروں کہ غالب کی شاعری سومنات ہے اور اس میں بڑی بت پرستی اور ہندوستانیت ہے تو غالب کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمیں کے ہنگامے

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب مرا انتظار کر

مولانا حالی، آزاد اور شبلی کے یہاں دو متضاد کیفیت ہے ایک طرف تو وہ مغرب کے زبردست حامی ہیں مغرب پرست ہیں دوسری طرف مشرقیت سے شدید محبت کرتے ہیں ایک طرف تو آزاد، نام لے لے کر آتش اور ناسخ کے بارے میں کہتے ہیں کہ خیالی تو تا مینا اڑا رہے ہیں مگر ذوق کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ حالی کہتے ہیں کہ

'حالی اب آؤ پیروی مغربی کریں' مگر پیروی مغربی سے ان کی مراد کیا ہے۔ یاد رہنا چاہیے کہ اگر آزاد اور حالی اس نئی نہج کی شاعری نہ کرتے تو اقبال پیدا نہیں ہو سکتے تھے۔

مقالات اردو میں تو چھپیں گے مگر انھیں ہندی اور انگریزی میں بھی چھپنا چاہیے ایک بات میں رپورٹنگ کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں خاص طور پر انگریزی رپورٹنگ کے بارے میں یہ بڑے ٹک چڑھے High brow ہیں وہ تو ہندی اردو کو ورناکیولر سمجھتے ہیں۔ ایڈیٹروں سے ملئے اردو اخبارات کو اردو کے معاملات کی خبریں پہلے صفحے پر چھاپنی چاہئیں آپ کے یہاں ایک آدمی ہونا چاہیے جو خبریں چھپوائے۔

چوتھا اجلاس 19 نومبر کو ۳ بجے راجندر بھون میں منعقد ہوا۔ عنوان تھا "مشترکہ تہذیب اور قومی زبان کا مسئلہ" صدارت جناب کلدیپ نیر نے فرمائی۔ مبصرین کے فرائض پروفیسر عبدالستار دلوی اور جناب نریندر لوتھر نے ادا کیے۔

مندرجہ ذیل حضرات نے مقالے پیش کیے:

(۱) جناب کشمیری لال ذاکر (۲) پروفیسر عبدالحق (۳) پروفیسر نصیر احمد خاں (۴) ڈاکٹر کمال احمد صدیقی (۵) جناب زیندر لوتھر (۶) جناب عبدالستار دلوی۔

صدر اجلاس کلدیپ نیر نے کہا میں ۵ا دنوں سے برصغیر کے ملکوں میں گھوم رہا ہوں ہر جگہ اردو پنجابی ملی ہوئی بولتا رہا بنگلہ دیش میں تو میں نے کہا بھی کہ یہاں جو کام ایوب خاں نہ کر سکے وہ اردو فلموں نے کر دکھایا۔ برصغیر میں ہر جگہ لوگ انگریزی میں بات کرتے کرتے اردو میں بولنا شروع کر دیتے ہیں۔

زبان کا تعلق کلچر سے ہے جہاں تک مشترکہ کلچر کا تعلق ہے ہم سب ایک ہی دھاگے سے بندھے ہیں۔

دراصل ہمارے یہاں ایک ہی زبان صحیح معنوں میں سیکولر زبان ہے اور وہ اردو ہے اگر ہم اسے اپناتے تو اتنے جھگڑے نہ ہوتے مگر چونکہ اردو کے خلاف تعصب ہے اس لیے اس کو اس کا حق نہیں ملا مگر انشاء اللہ کبھی نہ کبھی ملے گا۔ جب میں لندن میں ہندوستان کا سفیر تھا تو سوویت یونین میں گورباچیف سے ملاقات کے بعد مارگریٹ تھیچر واپس آئیں ایک پارٹی میں ملاقات ہوئی میں نے پوچھا کیا حال ہے سوویت یونین کا انھوں نے کہا گورباچیف کا کہنا ہے ملک ہاتھوں سے نکل رہا ہے انھوں نے سلپنگ کہا مسز تھیچر نے کہا میں نے انھیں مشورہ دیا کہ اپنے دوست ہندوستان جاؤ اور دیکھو کس طرح صدیوں سے وہ سب اکٹھا ہیں لڑتے ہیں جھگڑتے ہیں مگر پھر اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ شاید مسز تھیچر کے مشورے پر ہی روسیوں کا ایک وفد ہندوستان آیا تھا خیر وہ ایک الگ بات ہے میں مسز تھیچر کے تاثرات بیان کر رہا تھا انھوں نے کہا میں حیران ہوں اتنی زبانیں اتنے صوبے سب مل کر کیسے رہتے ہیں میں نے کہا ہماری ایک مشترکہ تہذیب ہے اس میں بدھ ازم، اسلام، جین اور ہندو سب رنگ ہیں ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ چیزیں اس قدر بلیک اینڈ وائٹ نہیں ہوتیں بلکہ ایک گرے ایریا Sense of Tolerence ہے جس کی وجہ سے ہندوستان قائم ہے۔

جب چھ دسمبر کو بابری مسجد گری تو افسوس ہوا وہ مشترکہ کلچر کا ایک نمونہ تھی میں نے لکھا بھی تھا کہ مہاتما گاندھی کو گولی تو ۳۱ر جنوری ۱۹۴۸ء میں لگی مگر وہ مرے ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو۔ ہمارے ملک میں ایک ہی چیز رہے گی وہ ہے مشترکہ کلچر کچھ لوگ اسے سیکولرازم بھی کہتے ہیں اگر اس کا گلا گھونٹا گیا تو ہندوستان بکھر سکتا ہے۔

ہر اسٹیٹ کو Convince کرنا چاہیے کہ اردو دوسری سرکاری زبان بنائی جائے۔ بہوگنا جب چیف منسٹر تھے، ان کے سیکولرازم پر شک نہیں کیا جاسکتا، تو میں نے کہا کہ اردو کو دوسری سرکاری زبان بناؤ انھوں نے کہا نہیں کلدیپ یہ ہو جائے گا وہ ہو جائے گا اب انھوں نے بھی نہیں کیا۔ اس لیے صرف سیکولر ہونا کافی نہیں بلکہ اس کا اظہار بھی ہونا چاہیے ممکن ہے پرسوں ترسوں جب ہم گجرال صاحب سے ملنے جائیں تو بہت نراش ہو کر لوٹیں ایسی امید تو نہیں مگر پھر بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو مگر ہمیں اپنی قوت بنانی چاہیے کسی کے ترس اور خیرات پر ہمیں نہیں رہنا اس زبان کا اتنا ہی حق ہے جتنا ہندی یا کسی اور زبان کا ہے۔ اور میں تو سمجھتا ہوں کہ اردو کو دیوناگری میں لکھ کر ہندی کہتے ہیں۔ اسے ہندی والے مانیں یا نہ مانیں مگر میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں آخر میں آپ سے التجا کرنا چاہتا ہوں مسلمانوں کو یہ زبان Over own نہیں کرنی چاہیے اور ہندو جو Under own کرتے ہیں انھیں سمجھانا چاہیے یہ تو ہے کہ جب کوئی own نہیں کرتا تو مسلمان کہتے ہیں چلو ہم ہی own کر لیں۔ پنجاب سے دلی تک اردو کی جنم بھومی ہے مگر کیسی عجیب بات ہے کہ ہم اردو پڑھانے کے لیے اسکول تلاش کرتے ہیں تو نہیں ملتا میں اپنے بچے کو اردو پڑھانا چاہتا تھا مگر کوئی Alternative نہیں تھا گھر میں مولوی لگایا مگر ایسے کوئی زبان پڑھائی جاتی ہے بہت سے لوگ اردو پڑھنا چاہتے ہیں جب پہلی اردو اڈیٹرس کانفرنس پٹنہ میں ہوئی میں اس کے بانیوں میں تھا میں نے کہا تھا اس زبان کو روزی سے جوڑیے اگر آپ روزی سے نہیں جوڑیں گے اس کا مستقبل

کم ہوگا۔ یو۔پی میں ایک ہزار ٹیچر لگادئے گئے تو اس میں کیا ہوا۔

میں چاہتا تھا سبھی اجلاس Attend کرتا مگر میں تھا نہیں۔ میں نے ۱۳ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو جب بارڈر کراس کیا تو میں نے مذہب کے نام پر بہت قتل دیکھے سوچتا تھا مذہب کے نام پر اب کسی کو مارا نہیں جائے گا میں بہت گھوما، سوئٹزرلینڈ، انڈونیشیا کئی ملکوں میں ایک ساتھ کئی زبانیں سرکاری طور پر استعمال ہوتی ہیں۔

جب لنگوئج کمیشن کی رپورٹ آئی تو پارلیامنٹری کمیٹی بنی پنت جی چیئرمین تھے چونکہ میں انفارمیشن آفیسر تھا تو اس میں تھا میں نے کہا اس میں اردو کا کوئی نمائندہ نہیں ہے پنت جی نے کہا ایسا ہے یہ ہے وہ ہے 18 زبانوں میں اردو بھی قومی زبان ہے۔ مقابلے کے امتحان میں سارے پرچے اردو میں دیے جاسکتے ہیں۔

<u>پانچواں اجلاس</u> 19 نومبر کو ساڑھے نو بجے راجندر بھون میں منعقد ہوا۔ عنوان تھا "عہد حاضر میں مشرقی علوم کی معنویت"۔ صدارت محترمہ قرۃ العین حیدر نے فرمائی۔ مبصرین کے فرائض ڈاکٹر امریک سنگھ اور پروفیسر ابوالکلام قاسمی نے ادا کئے۔ مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے مقالے پیش کئے۔

(۱) پروفیسر تنویر احمد علوی (۲) پروفیسر عبدالودود اظہر (۳) قاضی عبیدالرحمان ہاشمی (۴) پروفیسر عتیق اللہ۔

محترمہ قرۃ العین حیدر نے فرمایا کہ اس سیمینار میں بے حد عمدہ اور معلوماتی مقالے پڑھے گئے مگر یہ سب کلیا میں گڑ جیسا ہے یہ عمدہ باتیں پریس میں نہیں جائیں گی حالانکہ ان کی Publicity ہونی چاہیے ریڈیو اور ٹی۔وی۔ پر Coverage ہونا چاہیے مگر نہیں ہوگا ہم کس طرح سے اپنی بات کو آگے بڑھا سکتے ہیں وہ نہیں دیتے کوشش کیجئے مضامین بھیجتے رہیے وہ تو اچھی باتوں کے ذکر سے زیادہ کمیونل (فرقہ وارانہ) قسم کے خط چھاپتے ہیں۔

پروفیسر ابوالکلام قاسمی نے مقالوں پر تبصرہ کرتے ہوئے نوآبادیاتی فکر کے منفی اثرات پر بھرپور روشنی ڈالی انھوں نے کہا نوآبادیات کے تمام لوگوں کو استحصال اور ظلم وزور کا شکار بنایا گیا۔ نوآبادیات کی عورتوں کو منڈیوں میں فروخت کیا گیا ہندوستان کی عورتوں کو اس لیے فروخت نہیں کیا جاسکا کہ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی نے انگریزوں کو خوفزدہ اور ہوشیار کردیا تھا مگر بہرحال یہاں کے لوگوں کو قلی بناکر موریشس اور افریقی ممالک میں بھیجا گیا۔ جب گاندھی جی کہہ رہے تھے انگریز بلاشبہ یہاں رہیں مگر انگریزیت چلی جانی چاہیے تو وہ اس اثر کی طرف اشارہ کررہے تھے۔

یہ نوآبادیاتی آقا تھے جو مشرقی علوم وفنون اور ادبیات کو غیر منطقی اور لایعنی قرار دے رہے تھے آزاد اردو کو پس ماندہ قرار دے رہے تھے کہتے تھے انگریزی کو دیکھتا ہوں تو اپنے تئیں شرم آتی ہے نظم کے اعلیٰ نمونے انگریزوں کے پاس ہیں۔

کرنل ہالرائڈ بتارہے تھے کہ ہمارا مشرقی نصاب از کار رفتہ ہوچکا ہے۔ ان سے مرعوبیت اتنی بڑھی کہ ہم اپنے ماضی کو بے وقعت سمجھنے لگے۔ غزل کی پوری روایت کو نظرانداز کیا اسے مسترد کرنے کی کوشش ہوئی اور انھیں منفی بلکہ عفونت سے بدتر قرار دیا گیا۔

پروفیسر امریک سنگھ نے کہا عہد قدیم پر ہندوستان میں حملے ہوتے رہے اور حملہ آوروں کو کامیابی بھی ملی اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ ہندوستانیوں سے زیادہ بہادر تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ ان کی حکمت عملی اور اسلحے بہتر تھے انھوں نے گھوڑوں کو بہتر ڈھنگ سے جنگی تربیت دی تھی۔ توپ اور بارود لائے، مغرب نے بھی اپنی ایجادات اور فکر وتحقیق کے بل بوتے پر اور کسی حد تک سازشوں کے سہارے ہندوستان پر غلبہ حاصل کیا۔

آخر میں محترمہ قرۃ العین حیدر نے اس امر کی جانب توجہ دلائی کہ ہندوستان میں دسویں صدی عیسوی کے بعد جو بھی اضافہ ہوا ہے اس کو قومی ورثہ میں شامل نہیں کیا جاتا یہ ناقص سوچ ہے یہ ہمارا قومی ورثہ ہے اور بہت قیمتی ہے اس کی قدر اور تحفظ ہونا چاہیے میڈیا میں بھی اس طرح کی بات آنی چاہیے افسوس کی بات ہے کہ اردو کو استعمال تو کیا جاتا ہے مگر اسے ہندی کہا جاتا ہے۔ پوری زبان کو ہائی جیک کرلیا گیا ہے۔

خطبۂ استقبالیہ جسے

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، نائب صدر نشیں 'قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان' نے قومی اردو کونسل کے سہ روزہ سیمینار (۱۷ سے ۱۹ نومبر ۹۷) میں پیش کیا

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے اردو زبان کے ماضی، حال اور مستقبل کی واضح شناخت اور تعین قدر کے لیے سیمینار منعقد کیا ہے اس میں اردو زبان کے فروغ اور تحفظ کے لیے جامع منصوبے کا خاکہ بھی تیار ہوگا۔

ہندوستان غالباً واحد ملک ہے جہاں اس قدر بکثرت زبانیں بولی جاتی ہیں دستور ہند کے آٹھویں جدول میں شامل سبھی زبانوں کے لیے مناسب و موزوں مقام ضروری ہے۔ علاوہ ازیں ان زبانوں کو بھی مناسب مقام دینا ہوگا جو دستور کے آٹھویں جدول میں شامل تو نہیں مگر شمولیت کے لیے کوشاں ہیں۔

ایک اصول لازمی طور پر تسلیم کرنا ہوگا۔ وہ یہ کہ ارتقائی عمل کے دوران بعض بولیاں معیاری زبانوں میں ضم ہوں گی جب کہ بعض بولیاں ابھریں گی اور نشوونما حاصل کر کے زبان کا رتبہ حاصل کریں گی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ برج اور اودھی نے جدید ہندی کی صورت میں نشوونما حاصل کرلی ہے مگر بھوجپوری، میتھلی اور سنتھالی وغیرہ دوسرے زمرے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے زبانوں کی نشوونما اور فروغ کے تعلق سے دماغ کو کھلا رکھنا ہوگا۔ دوسرا نکتہ اس سوال پر مبنی ہے کہ ایک زبان جو سارے ملک کے لیے رابطے کی زبان ہوگی اور ہمارے دستور نے فیصلہ کیا ہے کہ دیوناگری رسم خط میں ہندی ملک کے رابطے کی زبان ہوگی۔ اب میں آپ کو اپنی تاریخ کے قدرے گزشتہ عہد میں چلنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اشوک اعظم کے عہد میں غالباً پالی رابطے کی زبان کی حیثیت سے فروغ پا رہی تھی۔ مہاراشٹر میں آج بھی پالی اسکولوں میں سکھائی جاتی ہے اگر کوئی اسے اختیار کرے۔

مغل عہد میں فارسی سرکاری زبان تھی برج ہندی ادب کی زبان تھی اور اردو ایک زبان کی حیثیت سے ابھر رہی تھی۔ عہد برطانیہ میں انگریزی کو تمام ہندوستانی زبانوں پر مسلط کر دیا گیا۔ اس غیر ملکی زبان کو پورے ملک کی رابطے کی زبان بنانے کی کوشش کی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ اردو کی وہی ارض پیدائش اور وطن رہی ہے جو ہندی کی جائے پیدائش اور وطن ہے۔ مگر اردو کو ملک کے مختلف حصوں میں فوجیوں، صوفیوں اور تاجروں نے دور دور تک پہنچایا۔ راہل سنکرتائین نے اپنی کتاب دکھنی ہندوستان میں ہندی کی ترقی (دکھنی بھارت میں ہندی کا وکاس) میں دعویٰ کیا ہے کہ معراج العاشقین جو کہ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے منسوب ہے ہندی نثر کی پہلی کتاب کہا ہے مگر اس کتاب کے سرسری مطالعہ سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس ہندی سے کس حد تک مختلف ہے جسے آج ہندی کہا جاتا ہے۔

بہر کیف جس بات پر میں زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اردو زبان نے عوام کے دلوں میں جگہ بنائی اور علاقائی زبانوں سے الفاظ اور محاورے حاصل کیے۔ اردو نے دکن میں تلگو اور مراٹھی سے استفادہ کیا کلکتہ میں اردو نے بنگلہ زبان سے الفاظ حاصل کیے اور جہاں تک ہندی کا سوال ہے ۸۰ فیصد الفاظ محاوروں اور ضرب الشال کا ذخیرہ دونوں میں مشترک ہے۔ حقیقت میں دونوں زبانوں کا نہ صرف ذخیرہ الفاظ بلکہ قواعد بھی مشترک ہے۔ اس کے باوجود دونوں میں چند اختلافی پہلو بھی ہیں اور اس لئے دستور ہند کے ۸ویں جدول میں دونوں زبانوں کو جگہ دی گئی ہے۔

اس سلسلے میں مجھے کہنا ہے کہ اردو کے بارے میں یہ تصور کہ اردو گنگا جمنی تہذیب کا عطیہ ہے درست نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ گنگا اور جمنا دو ندیاں ہیں جنھوں نے اتر پردیش اور بہار میں تاریخ کو متاثر کیا ہے مگر ہندوستانی کلچر کے فروغ میں نرمدا، گوداوری، کرشنا اور کاویری کی بھی زبردست دین رہی ہے، جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا گنگا کی وادی بلاشبہ ہندو مسلم رابطے اور ایک دوسرے کو متاثر کرنے والا گہوارہ ہے اور اس اختلاط سے اردو کی نشوونما اور فروغ کو مدد ملی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اردو نے تلگو، مراٹھی، پنجابی، بنگلہ اور دوسری علاقائی زبانوں سے بھی اثرات قبول کیے ہیں۔ یہی بات ہندی پر بھی صادق آتی ہے اس لئے جب یہ زبان پھیلی تو علاقائی زبانوں کو متاثر کیا اور ان سے متاثر بھی ہوئی۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ زبانوں کے اختلاط اور فروغ کے اس عمل پر مزید غور و فکر کی ضرورت ہے۔ تبھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ کیوں انگریزی پرتگالی اور فرانسیسی الفاظ اردو اور دیگر زبانوں میں داخل ہوئے اور آج بھی برقرار ہیں۔ لہذا ہمیں اردو کی پیدائش اور نشوونما کے بارے میں اپنا ذہن صاف رکھنا ہوگا اور اچھی طرح یاد رکھنا ہوگا کہ اردو ہندوستان میں، دہلی اور اس کے ارد گرد پیدا ہوئی اور پھولی پھلی۔ ہندوستان سے باہر یہاں تک کہ پاکستان میں بھی اردو انھیں لوگوں کی زبان ہے جو ہندوستان سے ہجرت کر کے بیرونی ممالک پہنچے ہیں۔

اردو کے تعلق سے ایک اور اہم بات یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے اردو کو اپنے ادبی اظہار کا ذریعہ بنایا ہے۔ پنجاب، کشمیر، اتر پردیش کے بہت سے لوگ اور حیدر آباد میں بھی اردو بہت سے ان لوگوں کے ادبی اظہار و ترسیل کی زبان ہے جن کی مادری زبانیں پنجابی، کشمیری اور تلگو ہیں۔ لہذا اردو کو بہت لوگوں کی مادری زبان اور بہت سے لوگوں کی ادبی زبان کا مرتبہ حاصل ہے، علاوہ ازیں بہت سے لوگ جو اردو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے وہ بھی اردو سمجھتے ہیں۔ اس لیے اسے ایک خصوصی حیثیت دینی ہوگی۔ اور اس زبان کو تعلیم اور انتظامیہ میں استعمال کے لیے جگہ دینی ہوگی۔

جن لوگوں کی مادری زبان اردو ہے انھیں اس زبان کو پڑھنے کے مواقع فراہم کرنے ہی ہوں گے اور پھر اسے سیکھیں گے انھیں اس کا تعلیم اور انتظامیہ میں استعمال کا بھی حق حاصل ہے۔ خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی قابل لحاظ آبادی ہے۔

مجھے امید ہے سیمینار کے مختلف اجلاسوں سے قابل قدر معلومات اور مواد حاصل ہوگا اور اس بنا پر اردو زبان کے فروغ اور ترقی کے لئے جامع منصوبہ بنانے میں سہولت ہوگی۔

میں اس سیمینار میں شرکت کے لیے آپ سب کا متشکر ہوں۔

☆ ☆ ☆

جناب ایس۔ آر۔ بومئی کی افتتاحی تقریر

جناب ایس۔ آر۔ بومئی مرکزی وزیر برائے ترقی انسانی وسائل کی افتتاحی تقریر جو قومی اردو کونسل کے سہ روزہ قومی سیمنار ۱۷ تا ۱۹ نومبر ۹۷ء بہ عنوان "اردو زبان کی ترقی اور ادبی نظریے پر نو آبادیت کے مضر اثرات کا مطالعہ" کے موقع پر سامعین کے روبرو پیش کی گئی۔

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ' جناب علی سردار جعفری' ڈاکٹر بھٹ' خواتین اور حضرات !

مجھے بڑی مسرت ہے کہ آج کی صبح' اردو زبان وادب کے چند بہترین اذہان کے درمیان جو سیمنار میں حصہ لینے کے لیے تشریف فرما ہیں' میں موجود ہوں' آپ حضرات واقف ہیں کہ ہندستان کثیر لسانی ملک ہے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان تمام زبانوں کے رنگ ونور سے جو قوس قزح بنتی ہے وہ ہمارے ملک کی' جو کثرت میں وحدت کا بہترین نمونہ ہے' خوبصورت عکاسی کرتی ہے۔ ہندستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں زبانوں کا اتنا عظیم الشان خزانہ موجود ہے۔ ہمارے ملک کی چند زبانیں مختلف علاقوں پر محیط ہیں' اس سے بحث نہیں کہ وہ کتنی بڑی یا چھوٹی ہیں۔ بعض زبانیں مثلاً اردو کسی مخصوص علاقے سے خاص طور پر وابستہ نہیں مگر یہ مسلمہ امر ہے کہ اردو بولنے والے لوگ پورے ہندستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لیے بجا طور پر اردو کو پوری ہندستانی قوم کی زبان کا امتیازی مقام حاصل ہے۔

اس حقیقت کا اعادہ بھی ضروری ہے کہ اردو نے ہندستان کلچر کی نشوونما اور ارتقا میں مرکزی اور محوری کردار ادا کیا ہے۔ اس کلچر کی اختصاصی خصوصیت یہ ہے کہ اس کلچر کو دوسرے ممالک کی تہذیب' تمدن اور ثقافت کی خوبو' خوشبو اور رنگ ونور نے توانا اور مستحکم کیا ہے۔ اس قابل قدر اور قابل فخر میراث سے ہم کسی بھی طرح قطع تعلق نہیں کرسکتے اس لیے کہ یہ ہمارے کلچر (تہذیب' تمدن اور ثقافت) کا جزلاینفک بن چکی ہے۔ آپ کو اس بات سے اتفاق ہوگا کہ وہ متعدد اور نوع بہ نوع زبانیں جنھوں نے ہمارے ملک کی اولین پہچان یعنی کثرت میں وحدت کی تعمیر' تشکیل' توانائی اور ترقی میں زبردست تعاون کیا ہے اور اب مرکزی دھارے کا ناقابل تفریق حصہ ہیں' نہ صرف محفوظ بلکہ مزید مستحکم اور توانا کی جائیں۔

اردو زبان' کا کونپل ہندستان کی مٹی سے پھوٹا اور اس کی نشوونما اور ارتقا کے ہر پور میں ہندستانی زمین و آسمان کے نور ورنگ اور روایات کی خوشبو رچی بسی ہے اسی لیے یہ ہندستان اور اس کے باشندوں کے سواد اعظم کی تشخص اور ہندوستانیت کی شناخت کا سب سے آسان اور توانا وسیلۂ اظہار ہے۔

برطانوی سامراج کے لیے یہ حقیقت ناقابل برداشت تھی کہ کوئی ایک ملک گیر زبان ہے جو بلا لحاظ مذہب اور علاقہ پوری قوم بالخصوص اس کے دو بڑے اجزا یعنی ہندو اور مسلمان کے لیے بلا امتیاز وسیلۂ اظہار ہے اور ہندستانیت کے مختلف اجزا کی آمیزش کو مستحکم کر کے ایک قوم کے تصور کو حقیقت بنانے کا توانا ترین وسیلہ ہے اور ہندستانی سیاست کے منتشر عناصر کو اس طرح باہم دگر ہم آغوش اور ہم آمیز کرتی ہے کہ من و تو کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے اردو زبان کی قوت اور حیثیت کو کم کرنے اور توڑنے کی دانستہ منصوبہ بند ریشہ دوانی کی۔ اس کے ساتھ ہی برطانوی سامراجی حکام نے تمام ہندستانی زبانوں کو ورناکیولر قرار دیا یعنی ایسی زبانیں جن کا اپنا رسم خط یا ادب نہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ 1935 کی بدنام رپورٹ (Minuts) میں میکالے نے اعلان کیا تھا کہ ہندستان میں تعلیم کا مقصد ایسے ہندستانی پیدا کرنا ہے جو رنگ اور نسل کے اعتبار سے تو ہندستانی ہوں مگر ذہن اور برتاؤ اور فکر کے اعتبار سے برطانوی ہوں۔

ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اردو نے بہت سے بیرونی ممالک کے عوام کے دلوں میں بھی گھر کر لیا ہے گرچہ ہندستان سے باہر کے ملکوں میں زیادہ تر وہی لوگ اردو بولتے ہیں جنھوں نے ہندستانی برصغیر سے ہجرت کر کے دیار غیر کو وطن بنالیا ہے، تاہم ایک قابل لحاظ حصہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو ہندستانی رنگ و نسل سے تعلق نہیں رکھتے۔

آج ہندستان، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، سری لنکا، مالدیپ، بھوٹان، دولت متحدہ (برطانیہ) ریاست ہائے متحدہ (امریکہ) اور مغربی ایشیائی ممالک کے بعض حصوں میں، اردو نے اہم مقام بنالیا ہے۔ اس طرح اردو نہ صرف ہندوستان کی مرکزی قومی زبان بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک سے رابطہ اور بین قومی ثقافتی اور ڈپلومیٹک رشتوں کا بیش قیمت وسیلہ بن چکی ہے۔ اردو زندہ اور روزمرہ کی بول چال کی زبان ہے۔ اردو اور ہندی کے رشتے کا ہندستان کی بول چال کی زبان یعنی ہندستانی میں بھی بہترین مظاہرہ ہوتا ہے۔ روزمرہ کی ہندستانی میں اردو اور ہندی میں فرق و امتیاز محال ہے مگر محض بول چال کے محاوروں سے ہی کوئی بولی زبان کا مرتبہ حاصل نہیں کرتی۔ زبان اور ادب کی تشکیل و تعمیر میں ادب، شاعری، نثر و نظم کے مختلف اصناف کا اہم حصہ ہے اور اسی منزل پر امتیازی خطوط اور وجہ تفریق نمایاں ہوتی ہے۔ تکنیکی اصطلاحات کی وجہ سے زبانوں میں علمی سطح پر فرق لازمی ہے۔ اس کے باوجود ہندی اور اردو ایک ہی گنگا جمنی کلچر کی شاخیں ہیں۔

میں اس نقطے پر زور دینا چاہتا ہوں کہ مرکزی سرکار اردو زبان کو فروغ دینے کی پابند ہے۔ اور اس سمت میں تمام ممکنہ اقدامات کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ ایک مزید قابل توصیف امر یہ ہے کہ ہمارا ملک وفاقی جمہوریہ ہے۔ اس نظام میں زبانوں اور تعلیم کے فروغ کی ذمہ داری کا معاملہ ریاستوں سے متعلق ہے۔ مگر مرکز پر بھی اس کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ ریاستوں اور مرکزی سرکار کی مشترکہ ذمہ داری والی فہرست کا بھی ایک حصہ ہے، تاہم ہم ریاستی حکومتوں کو اردو کے فروغ کے لیے مہمیز کرنے کا عزم محکم کر چکے ہیں اور اس کے لیے سہ لسانی فارمولا بنایا گیا ہے۔ اردو زبان کو فروغ دینے کے لیے اور ضروری اثر مرتسم کرنے کے لیے قومی اردو کونسل اور مولانا آزاد یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو

زبان کو فروغ اردو کا اعلیٰ ترین ادارہ قرار دیا گیا اور اس کے ذمہ دیگر کاموں کے علاوہ تمام ریاستی سرکاروں' اکادمیوں اور انسٹی ٹیوٹ کے تعاون سے فروغ اردو کے مقصد کی تکمیل کے لیے مربوط اور منظم کوشش شامل ہے۔ حال ہی میں کونسل نے اس سمت میں مثبت اقدام کا آغاز کیا ہے۔

اردو زبان نے ہندستان کی جدوجہد آزادی میں بامعنی اور اہم کردار ادا کیا ہے' اس سال جب ہم ہندستان کی آزادی کا جشن زرّیں منا رہے ہیں' قومی اردو کونسل نے سیمینار کے لیے مناسب اور موزوں موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ موضوع ہے اردو زبان کی ترقی اور ادبی نظریے پر نوآبادیت کے مضر اثرات کا مطالعہ۔ مجھے توقع ہے کہ مذکورہ سیمینار میں روشنی ڈالی جائے گی کہ کس طرح اردو کی جڑیں' ہندستانی تہذیبی تناظر اور زمین میں پیوستہ اور استوار ہیں' تاکہ یہ زبان ہندستان کے متنوع لسانی پس منظر میں اپنے فروغ کی رفتار تیز کر سکے۔ مجھے یقین ہے اس سیمینار میں شریک دانشور اپنے مقالوں کے ذریعہ قومی اردو کونسل سے اس مقصد کے لیے تعاون کریں گے کہ وہ 21ویں صدی میں فروغ اردو کے لیے جامع منصوبہ تیار کرے۔

ان لفظوں کے ساتھ میں اس سیمینار کا افتتاح کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سیمینار اردو زبان کے فروغ میں سنگ میل ثابت ہوگا۔

جے ہند

(انگریزی سے ترجمہ)

قومی اردو کونسل کی مطبوعات

دیوناگری اور تصویروں کی مدد سے اردو سکھانے والی کتاب

اردو تصویری لغت مع ہندی

جدید طریقوں سے بنائی گئی کتاب اردو سیکھنے کے شوقین حضرات کے لیے نہایت عمدہ تحفہ۔ تصاویر اور ہندی کی مدد سے اردو خود بخود سیکھی جاسکتی ہے۔ یہ اپنی طرز کی بالکل اچھوتی کتاب ہے۔ بہترین کتابت اور آفسیٹ کی طباعت کے ساتھ۔

قیمت : -/30 روپے — سائز : 23x38/8 — صفحات : 252

کتب فروش اور کتب خانوں کے لیے اسپیشل کمیشن، آرڈر فوراً ارسال کریں۔

"نو آبادیاتی فکر کے منفی اثرات: اردو زبان اور ادبی نظریات پر"

تھیم پیپر

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

زبان کے ارتقاء میں اس کے نام کئی بار بدلتے ہیں۔ اردو کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ مصحفی نے اسے اردو کہا۔ اس سے پہلے کے کچھ ماخذوں/دستاویزوں میں بھی یہ نام آیا ہے۔ بہت دنوں تک کھڑی بولی کے ادب کو اردوئے معلیٰ، محاورۂ قلعۂ معلیٰ، محاورۂ اردوئے قلعۂ معلیٰ اور بالآخر مختصر اردو کہا گیا۔ حالانکہ یہ صرف کھڑی بولی نہیں تھی۔ اس پر ہریانوی یا بانگڑو کی آمیزش رہی۔ یہ دونوں کھڑی بولیاں تھیں۔ برج بھاشا، بندیلی اور قنوجی بھی اس کی بنیاد میں رہیں۔ برج کی ایک زمانے میں بڑی اہمیت تھی، کیونکہ مغل دربار آگرہ میں تھا اور آگرہ برج کا علاقہ ہے۔ برج کے اثرات اب بھی اردو میں ہیں۔ سراج الدین خان آرزو کے عہد تک برج کو اردو کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ محمد حسین آزاد نے جب "آب حیات" لکھی تو اس میں لکھا: کہ اردو برج بھاشا سے نکلی۔

۱۷۹۶ء میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ نے اردو کے بارے میں لکھا کہ یہ ہندوستان کی عظیم اور مقبول عام زبان ہے اور مغلیہ سلطنت کے زیر صوبوں میں اب بھی کم و بیش خالص روپ میں رائج ہے۔ گلکرسٹ کے اس قول سے یہ بات واضح ہے کہ سارے ہندوستان میں اردو بولی اور سمجھی جاتی تھی، اردو اس حیثیت سے ہندوستان کی سب سے اہم زبان اور ایک طرح سے Lingua Franca تھی، اردو عدالتوں میں رائج تھی، حالانکہ مغل دربار کی زبان فارسی تھی۔ ۱۸۸٦ء میں مشہور Hobson And Jobson ڈکشنری میں اردو کو ہندوستان کی Lingua Franca یعنی عام رائج اور ترسیل و ابلاغ کی سب سے اہم زبان بتایا گیا۔ انگریزی کی اعلیٰ ترین معیار کی ڈکشنریوں میں Oxford English Dictionary کا شمار ہوتا ہے۔ اس میں بھی اردو کو جس کا ایک نام ہندستانی بھی ہے، Lingua Franca بتایا گیا ہے۔ اس ڈکشنری میں ۱۸۷۸ کے ایک برطانوی ادیب کی تحریر کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ اردو یا ہندستانی سارے ملک میں رائج زبان ہے اور کوئی علاقائی زبان نہیں۔

برطانوی حکومت اس بات سے خوف زدہ تھی کہ سارے ملک کو ایک زبان متحد کر دے، خاص طور سے ہندو اور مسلمانوں میں ایک زبان اور ایک قومیت کے احساس سے یکجہتی پیدا ہو۔ اس لیے انگریز حکمرانوں نے انیسویں صدی ہی سے اردو کو محدود اور کمزور کرنے کے اقدامات کیے۔ انیسویں صدی کے آخر تک نو آبادیاتی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے یو۔پی، بہار، مدھیہ پردیش میں اردو عدالتوں اور سرکاری دفتروں کی واحد زبان نہیں رہی۔ انگریزی حکومت نے دیسی زبانوں کو ورناکیولر (Vernacular) کہنا شروع کر دیا، ورناکیولر، یعنی وہ بولی جو لکھی نہیں جاتی اور جس کا کوئی ادب نہیں ہوتا۔ یہ بات

National Council for Promotion of Urdu ★ New Delhi
ACC No. 5155
15/6/08

اگرچہ صریحاً غلط تھی لیکن نو آبادیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس کے پیچھے یہ مقصد کارفرما تھا کہ ہندستانیوں کو اپنے ماضی کی عظمت کا احساس نہ رہے اور وہ اپنی زبانوں کو نگاہِ کم سے دیکھیں۔ اپنی زبان کا اعتبار ختم ہو جائے، تو ایک احساسِ کمتری پیدا ہونا لازمی ہے اور اس مقصد میں انگریزی حکومت بڑی حد تک کامیاب ہوئی۔ انگریزی حکومت کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوستانیوں کے ذہن مغربی رنگ میں رنگ جائیں اور وہ اپنی روایات کو قابلِ تقلید نہ سمجھیں۔

بیسویں صدی میں ایک نئے عنصر کو تقویت ملی۔ اردو کو مسلمانوں کی زبان اور ہندی کو ہندوؤں کی زبان کہا جانے لگا۔ یہ نہایت تکلیف دہ بات ہوئی۔ حقیقت میں شمالی ہند میں اردو ہندو اور مسلمانوں کی مشترکہ تہذیبی زبان بنی رہی۔ صرف ہندو اور مسلمانوں نے نہیں، سکھ، پارسی، بودھ، عیسائی، یہودی اور جین فرقوں نے بھی اردو زبان میں قابلِ قدر اضافے کیے۔ ۱۹۴۷ تک کانگریس کے رہنماؤں کی اکثریت آزادی کی جدوجہد میں اردو یا ہندستانی کا استعمال کرتے رہے۔ جدید ہندوستان کے معماروں میں جواہر لال نہرو کا بڑا مرتبہ ہے۔ وہ اردو کو اپنی مادری زبان کہتے تھے، اور انھوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ ہندوستان کے آئین کے آٹھویں شیڈول میں اردو کو شامل کیا جائے۔ نہ صرف کانگریس کے صفِ اول کے مسلمان رہنما بلکہ دوسرے لیڈر بھی اردو زبان اور ادب کے حامی اور پرستار تھے۔ مرکزی سطح پر بھی اور ریاستوں کی سطح پر بھی سارے بڑے لیڈر اردو اور اردو کلچر کی حمایت میں تھے۔ سب کو اعتراف تھا کہ تحریکِ آزادی میں اردو زبان، اردو صحافت اور اردو شاعری تاریخی رول ادا کر رہی ہے۔

آزادی، تقسیمِ وطن اور اس کی تلخیوں کے ساتھ آئی۔ لسانی عصبیت، نے جس کے بیج برطانوی سامراج نے بوئے تھے، اردو کے خلاف فضا مسموم کر دی۔ اتر پردیش، بہار، پنجاب، مدھیہ پردیش اور دلّی میں اردو کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ ۱۹۵۶ء میں جب لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تنظیم نو ہوئی تو اردو کی حالت اور خستہ و خراب ہو گئی، اور اس کا مستقبل ہی نہیں حال بھی تاریک نظر آنے لگا۔

وقت کے ساتھ ساتھ اردو کے خلاف وہ عصبیت باقی نہیں رہی۔ حکومت ہندوستان نے اپنی ترقی پسندانہ پالیسیوں کے ذریعے کچھ اقدام اٹھائے جن سے اردو کو کئی صوبوں میں دوسری زبان کا درجہ دیا گیا۔ مختلف ریاستوں میں اردو اکیڈمیاں وجود میں آئیں۔ اخباروں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ابتدائی اور ثانوی سطح پر بھی اردو کی تعلیم کے لئے اقدامات اٹھائے گئے۔ یونیورسٹیوں میں اردو کی اعلیٰ تعلیم کا تشفی بخش انتظام ہوا۔ حال ہی میں مولانا آزاد مرکزی یونیورسٹی کا قیام ہوا۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو کی تشکیل اس ضمن میں ایک بہت بڑا قدم ہے۔

نو آبادیاتی سوچ کا ایک اور منفی پہلو ہمارے یہاں کلاسیکی ادب کو سمجھنے اور اس کا مرتبہ متعین کرنے پر بھی پڑا۔ فن میں تہذیب کی جلوہ گری ہوتی ہے اس لئے ان اقدار کو جن پر تہذیب کی اساس ہو، سمجھنا ضروری ہے۔ ہمارے یہاں مغربی افکار کی مدد سے ادب کو سمجھنے کی اہم کوششیں کی گئیں ہیں اور یہ ضروری بھی ہے، لیکن مغربی تصورات ادب اور اصول نقد سے مرعوب ہو کر اپنے کلاسیکی ادب کی تعین قدر میں زیادہ مدد نہیں ملی۔ چند پہلو ایسے ہیں جہاں ہم نے آنکھ بند کر کے صرف مغربی تصورات کا سہارا لے کر اپنے عظیم کلاسیکی ورثہ کو سمجھنا چاہا جس کے نتائج گمراہ کن نکلے۔

آج جب ہم ہندوستان کی آزادی کے ۵۰ سال مکمل کر چکے ہیں، اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اردو زبان اور ادب کی بنیادوں کی بازیافت ہندوستان کے تمدنی پس منظر میں ازسرنو کی جائے اور اکیسویں صدی میں اردو زبان کی ترویج کو ملک کے پورے لسانی منظر کے ساتھ جوڑ کر فروغ دیا جائے۔

پروفیسر آلِ احمد سرور کا خط۔ اور ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کا جواب

"قومی آواز" دہلی کے ۳؍ دسمبر ۱۹۹ء کی اشاعت میں نو آبادیاتی فکر کے منفی اثرات: اردو زبان اور ادبی نظریات" پر ہوئے سیمینار کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس رپورٹ کو پڑھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور بے اختیار یہ مصرعہ زبان پر آیا "ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے"۔

"قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان" دراصل اس ترقی اردو بورڈ کا نیا قالب ہے جو حکومت ہند نے ۱۹۶۹ء میں قائم کیا تھا۔ چونکہ اس وقت حکومت ہند نے یہ طے کیا تھا کہ ہر علاقائی زبان کو اس کی ترقی کے لیے ایک کروڑ روپیہ دیا جائے گا اور اردو کشمیر کے سوا کسی ریاست کی سرکاری زبان نہ تھی اس لیے حکومت ہند نے یہ ارادہ قائم کیا تھا کہ دوسری علاقائی زبانوں کی طرح اردو میں بھی مختلف علوم پر کتابیں لکھوائی جائیں۔ اس وقت کے وزیر تعلیم ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ راؤ نے افتتاحیہ اجلاس میں وضاحت کی تھی کہ اس ادارہ کا مقصد اردو میں حوالے کی کتابیں اور لغات تیار کرنا نیز مختلف علوم کی تعلیم کے لیے مناسب اصطلاحات تجویز کرنا، سائنسی مزاج پیدا کرنے کے لیے سائنسی کے موضوعات پر کتب کی تالیف، ترجمہ، تدوین تصنیف اور اشاعت بچوں کے لیے مناسب ادب کی تخلیق، اشاعت، تالیف یا ترجمے کا کام انجام دینا ہے۔ اب اس کو توسیع دے کر "قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان" کا نام دیا گیا ہے۔ میں تقریباً بارہ سال تک ترقی اردو بورڈ کی مجلس عاملہ کا ممبر رہا ہوں اور آخری چند سالوں میں اس کا نائب صدر بھی تھا۔ میری ہی صدارت میں وزارت تعلیم نے غالباً ۱۹۸۱ء میں گجرال کمیٹی کی سفارشات پر عمل درآمد کے لیے ایک ذیلی کمیٹی بنائی تھی۔ اس کمیٹی کی سفارشات وزارت کو پیش کردی گئی تھی اور اس وقت کی وزیر تعلیم شیلا کول نے اس کمیٹی کی رپورٹ جس کا نام "سرور کمیٹی" تھا پارلیامنٹ میں پیش بھی کردی تھی۔ بعد میں ایک اور کمیٹی سردار جعفری کی سربراہی میں بنائی گئی اور اس کی رپورٹ بھی حکومت کو پیش کردی گئی۔ اگرچہ اب گجرال صاحب وزیر اعظم ہیں لیکن ابھی تک نہ گجرال کمیٹی کی سفارشات پر اور نہ سردار جعفری کمیٹی کی سفارشات پر کوئی اقدام کیا گیا ہے۔ البتہ ترقی اردو بورڈ کی توسیع کر کے اسے قومی کونسل بنادیا گیا ہے اور اردو یونیورسٹی کے قیام کے لیے اقدامات کیے جارہے ہیں۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ ترقی اردو بورڈ کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے ثانوی مدارس کے لیے درسی کتابیں وقت پر فراہم کرنے کے لیے اردو میں ابتدائی تعلیم کے لیے مناسب قدم اٹھانے کی غرض سے اور ہندوستان میں اردو کی موجودہ پوزیشن کا اعداد و شمار کی مدد سے جائزہ لینے کے لیے کوئی ورکشاپ ہوتا۔ لیکن سیمینار کے پانچ اجلاس کئے گئے اور ضمناً یا اشک شوئی کے لیے اردو کے فروغ کے جامع منصوبے پر بحث کے لیے بھی دو اجلاس رکھ دیئے جائیں۔

مجھے پہلی بات تو یہ کہنی ہے کہ سیمینار کا موضوع یک طرفہ ہے اور سیمینار کے لیے موزوں نہیں ہے۔ اگر نو آبادیاتی فکر کے مثبت اور منفی دونوں اثرات پر بحث ہوتی تو ایک بات بھی تھی۔ لیکن قومی کونسل کے عہدیداروں نے نہ معلوم کیا سوچ کر صرف منفی اثرات کی نشاندہی اور ان پر بحث ضروری سمجھی۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا دائرہ کار، اردو زبان کے فروغ اور اس کے علمی سرمایے میں اضافے پر مرکوز ہونا چاہیے ادبی نظریات پر بحث دراصل یونیورسٹیوں میں یا ادبی حلقوں میں ہونی چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نو آبادیاتی فکر کے اثرات کے سلسلے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ فرض کر لینا کسی طرح درست نہ ہوگا کہ اس فکر کے منفی اثرات ہی ہوتے ہیں مثبت اثرات سرے سے نہیں ہوتے۔ کارل مارکس نے غلط نہیں کہا تھا کہ اگرچہ اٹھارہویں صدی میں مغربی استعمار نے ہندوستان کی دولت کا استحصال کیا اور رفتہ رفتہ سیاسی غلبہ حاصل کر لیا لیکن مغربی اثرات نے تاریخ کے ایک ایجنٹ کا کام بھی انجام دیا۔ اگر ہم بے چون وچرا یہ تسلیم کر لیں کہ نو آبادیاتی فکر کے سارے اثرات زہر قاتل تھے تو ہندوستان نشاۃ ثانیہ، راجہ رام موہن رائے اور اس کے ساتھیوں، سرسید، حالی اور آزاد کے سارے کارناموں کو حرف غلط قرار دینا پڑے گا اور ہم پھر از منہ وسطی کے فلسفے "جانو، مانو اور پیاو کرو" پر کاربند ہو جائیں گے سرسید کا جدید دور کا خیر مقدم، نثر کی ترقی، علمی میلان، صحافت، حقیقت نگاری، ناول، سوانح نگاری، تنقید، جدید نظم کی ترقی سب کو ذہنی غلامی کے کرشمے کہہ کر نظر انداز کرنا ہوگا۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔

تیسری بات جو میرے نزدیک سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ اردو کے فروغ کے جامع منصوبے پر بحث کے لیے "بعض تجاویز منظور ہوئیں اور یہ طے پایا کہ تجاویز کو ایک جامع منصوبے کی شکل میں عزت مآب وزیر تعلیم اور عالی جناب وزیر اعظم کے سامنے پیش کیا جائے"۔ یہ تجاویز حسب ذیل ہیں:

۱۔ جن علاقوں میں اردو بولنے والوں کی تعداد دس فیصد ہو وہاں اردو کے ذریعے تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

۲۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کو ایک مانیٹرنگ ایجنسی کی حیثیت دے کر اردو کے ذریعے تعلیم اور اسکولوں میں اردو کی تعلیم کے انتظامات کی نگرانی سونپی جائے۔

۳۔ اردو کے اساتذہ کی تربیت کے لیے مراکز کھولے جائیں۔

۴۔ اردو سکھانے والے مراکز میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ جیسی سہولت فراہم کی جائیں۔

۵۔ جن مراکز میں خطاطی سکھانے کا کام ہو رہا ہے ان کو آڈیو ویژول ایڈز سے آراستہ کیا جائے۔

۶۔ اردو میں بچوں کے ادب کی تخلیق اور اس کو عام کرنے کی مہم پر خاص توجہ دی جائے۔

۷۔ حوالہ جاتی کتب اور دیگر معلومات کے سلسلے میں اردو کا ایک ڈیٹا بیس مرکز قائم کیا جائے اور اسے انٹرنیٹ سے جوڑا جائے۔

۸۔ مدارس کے تعلیمی نظام کی بہتر کارکردگی کے لیے معقول مالی امداد کا انتظام کیا جائے۔

ان آٹھ تجاویز کے سلسلے میں چند باتیں کہنا ہیں۔ پہلی تجویز یہ ہے کہ جن علاقوں میں اردو بولنے والوں کی تعداد دس فیصد ہو وہاں اردو کے ذریعے تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ یہ سب کو معلوم ہے مثال کے طور پر اتر پردیش میں اردو بولنے والوں کی تعداد دس فیصدی سے کہیں زیادہ ہے لیکن وہاں اب تک اردو کے ذریعے تعلیم کا قطعی انتظام نہیں ہے۔ تجویز سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ "اردو کے ذریعے سے تعلیم کے انتظام" سے کیا مطلب ہے۔ ابتدائی تعلیم تو اردو کے ذریعے سے ہونی ہی چاہئے تھی ثانوی تعلیم کا بھی پورا انتظام ہونا ہے پھر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انتظام کون کرے گا جب کہ ریاستی حکومتیں دستور کی اس ہدایت پر بھی عمل نہیں کرتیں کہ ہر ریاست کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کا انتظام کرے۔

نمبر دو۔ بظاہر تو یہ بات بہت معقول معلوم ہوتی ہے کہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان اردو کے ذریعے تعلیم اور اسکولوں میں اردو کی تعلیم کے انتظامات کی نگرانی کرے مگر یہ سوال اٹھتا ہے کہ تعلیم کے ریاستوں کے دائرہ کار میں ہونے کی وجہ سے کسی مرکزی ادارے کا اختیار کس حد تک کارآمد ہوگا۔ مرکز سے مختلف اوقات میں جو ہدایات جاری کی گئی ہیں ان پر کب عمل ہوا ہے جواب ہوگا۔ اس کے لیے کوئی اور طریقہ کار سوچنا ہوگا۔

تیسری تجویز یہ ہے کہ اردو کے اساتذہ کی تربیت کے لیے

مراکز کھولے جائیں گویا ایسا معلوم ہوتا ہے اب تک اساتذہ کی تربیت کے مراکز کھولنے کا پروگرام کسی نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اب پہلی دفعہ اس سیمینار میں اس قسم کی تجویز پیش کی گئی ہے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ خطاطی کے مراکز میں آڈیو وژول ایڈز جیسی سہولتیں بعد کی چیزیں ہیں پہلے تو ابتدائی اور ثانوی سطح پر اردو سکھانے کے لیے بڑے پیمانے پر مراکز کھولنے ہیں۔

بچوں کے ادب کی تخلیق اور اس کو عام کرنے کی مہم پر توجہ تو ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ اس میں اور کوشش کی ضرورت ہے اور حوالجاتی کتب کے سلسلے میں ایک ڈیٹا بیس مرکز کے قیام اور اسے انٹرنیٹ سے جوڑنے کی تجویز بھی دلی جیسے بڑے شہروں میں ہی ہو سکتی ہے۔ آخری تجویز مدارس کے تعلیمی نظام کی بہتر کارکردگی کے لیے معقول مالی امداد کی سفارش کے متعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہو سکے تو بہت اچھا ہے۔ آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ سیمینار کرنے والے ابھی تک اردو میں ابتدائی تعلیم کو عام کرنے اور حسب ضرورت ثانوی تعلیم کا انتظام کرنے کی بنیادی اہمیت کو پوری طرح محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ نیز درسی کتب کی تیاری اور مناسب وقت پر فراہمی کے مسئلے میں بھی چوکس معلوم نہیں ہوتے۔ اساتذہ کی تربیت کے لیے بھی مناسب تعداد میں مراکز کھولنے کی اہمیت کا اور احساس ہونا چاہیے۔ عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ سیمیناروں میں جو مقالے پڑھے جاتے ہیں ان کو یکجا کر کے شائع کرنے میں کئی سال کا وقفہ گزر جاتا ہے۔ نیز جو مقالات پڑھے جاتے ہیں ان کو اکثر کسی مصلحت یا مروت کی وجہ سے جنہ شائع کر دیا جاتا ہے۔ مقالات کو ایڈٹ کرنا ضروری ہوتا ہے تا کہ کام کے حصے ہی سامنے آسکیں اور تکرار یا پیش پا افتادہ باتوں سے بچا جا سکے۔ امید ہے کہ ان مقالات کی اشاعت میں چند ماہ سے زیادہ کی تاخیر نہ ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اور بہت سے سیمیناروں کی طرح اس سیمینار کی روداد کا انتظار برسوں تک کرنا پڑے اور فانی کا یہ شعر زبان پر بے اختیار آجائے۔

شعبدے ایسے آنکھوں کے کتنے ہم نے دیکھے ہیں
آنکھ کھلی تو دنیا تھی بند ہوئی افسانہ تھا

(قومی آواز، نئی دہلی)

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ

پروفیسر آل احمد سرور کا شکریہ

نیشنل کونسل برائے فروغ اردو زبان کے زیر اہتمام دہلی میں جو سیمینار منعقد ہوا تھا اور جس کا تھیم تھا "نو آبادیاتی فکر کے منفی اثرات: اردو زبان اور ادبی نظریات پر" اس کی رپورٹ پر پروفیسر آل احمد سرور کا ایک اہم تبصرہ قومی آواز میں دیکھا۔ اسے ہم کونسل کے رسالے "اردو دنیا" میں شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

پروفیسر سرور نے بہتوں کو تعلیم بہم پہنچائی ہے اور میں نے بھی اردو زبان کی خدمت کا سبق ان ہی سے حاصل کیا ہے حسب عادت انھوں نے اپنے اس خط میں کونسل کو اہم مشورے بھی دیے ہیں اور جہاں مناسب سمجھا تنقید بھی کی ہے۔ ہم سرور صاحب کے مشکور ہیں۔

سب سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ ہمارا مقصد یہ ضرور تھا کہ انگریزی حکومت کے منفی اثرات کا جائزہ لیا جائے اور ساتھ ہی ہم نے جو ان منفی اثرات کا مقابلہ کیا ہے وہ بھی واضح ہو۔ بالآخر ہمیں اسی ورثہ کو آگے بڑھانا ہے۔ عنوان کس حد تک ہماری منشاء سے مطابقت رکھتا ہے، اس کے متعلق سرور صاحب کے مشورے ضرور ہمارے رہنما ہوں گے۔ لیکن میں سیمینار کے مقصد کو واضح کر دوں۔

ہم یہ چاہتے تھے کہ اردو جس طرح بھی سامراجیوں کی منفی پالیسیوں کا شکار رہی ہے وہ واضح ہو اور اس کے خلاف ہماری جد و جہد بھی کھل کر سامنے آئے۔ آج بھی اردو زبان سمجھ بوجھ کے اسی منفی اثر کا شکار ہے اور اس کا مقابلہ کرنا ہے۔

آخر وہ منفی اثرات کیا ہیں؟

پہلے تو ایسے ادب کی کوشش کی گئی جس میں انگریزی حکومت کی "برکتوں" کا ذکر کیا گیا۔

دوسرے "اردو" کو ہندوستانیوں کی نہیں مسلمانوں کی زبان کی حیثیت سے جان بوجھ کر پیش کیا گیا تاکہ آزادی کے مجاہدین کی صفوں میں لسانی جھگڑے پیدا کئے جائیں پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ ہمارے لکھنے والوں میں ایک منفی رجحان "زوال پذیر روایت سے چپٹے رہنے" اور حقائق سے "فرار" کا پیدا ہوا۔ ہمارا اس دور کا ادب اس کا شکار رہا۔ یہ بھی تو ایک طرح "منفی اثر" ہی ہے۔

اسی رجحان کے خلاف حالی نے جہاد کا اعلان کیا نشاۃ الثانیہ اسی کو درست کرنے اور آگے بڑھنے کے رجحان کی نشان دہی کرتا ہے اور اسی اجتہاد نے حسرت اور پریم چند سے لے کر فیض تک سینکڑوں لکھنے والوں کو پیدا کیا جو انگریزوں کے پیدا کیے ہوئے "منفی اثرات" کے خلاف بغاوت ہی تو تھی۔ "غزل" کے مواد میں انقلاب، شہر آشوب اور پھر مرثیہ جیسی صنف میں ڈرامائی عنصر کو فروغ دے کر کردار سازی کرنا۔ یہ سب کیا ہے؟ اگر شہر آشوب، انگریزوں کی لائی ہوئی تباہی کی نشاندہی کرتا ہے تو انیس نے مرثیہ میں ڈرامائی عنصر پیدا کر کے زینب جیسے کردار ابھارے۔ اسی انیس کے اودھ سے حضرت محل پیدا ہوئیں جو زینب سے شعور حاصل کرتی ہیں اور انگریزوں سے نبرد آزما ہوتی ہیں۔ ادب کے اس پہلو کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے اس جمود کو سمجھنا ہوگا جو انگریزوں کا پروردہ تھا اور جسے ہمارے ادیبوں نے توڑا۔

میری ناچیز رائے میں انگریزوں کے منفی اثرات کو سمجھے بغیر نشاۃ الثانیہ کے مجاہدانہ اثرات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

اور اردو کے ساتھ جو سب سے زیادہ ناانصافی کی گئی وہ یہ کہ اسے مسلمانوں کی زبان قرار دے کر مسلمانوں اور اردو دونوں ہی کے ساتھ ناانصافی کی گئی۔ مسلمانانِ ہند کی کوئی واحد زبان نہیں۔ کیرالا میں ان کی مادری زبان ملیالم ہے تو تامل ناڈ میں تامل اور بنگال میں بنگالی۔ بنگلہ دیش کی سرکاری زبان بنگالی ہے اور آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

اردو اسی علاقے میں عوام کی زبان کی حیثیت سے ابھری جہاں ہندی پیدا ہوئی ہے۔ اردو مدھیہ دیشیہ اپ بھرنش سے نکلی ہے اور یہی ہندی کا نقطہ آغاز ہے۔

دنیا کی کسی زبان کو مذہب سے نہیں جوڑا جاتا تو پھر غریب اردو کے ساتھ کیوں زیادتی روا رکھی جاتی ہے؟ اور آج بھی اسی انداز سے اردو کو ہندی کے مقابل کھڑا کیا جاتا ہے اور اسے نظر انداز کرنے کا جواز پیش کیا جاتا ہے۔ اسے تقسیم ہند سے جوڑا جاتا ہے، دو قومی نظریہ سے جوڑا جاتا ہے اور پھر اسے پاکستان الاٹ کردیا جاتا ہے۔ وہاں بھی اردو ان ہی کی مادری زبان ہے جو ہندوستان سے وہاں جابسے ہیں۔ وہاں تو پنجابیوں، پٹھانوں، سندھیوں اور بلوچیوں کی زبانیں پنجابی، پشتو، سندھی اور بلوچی ہیں۔ پھر سندھ کی ایک قدیم اقلیت کی زبان قدیم دراوڑی بولی براہوی ہے۔

ہم چاہتے تھے کہ ان ہی منفی اثرات کا جائزہ لیا جائے اور ان کی تردید کے لیے مثبت ورثہ کی بازیافت کی جائے۔ جہاں تک سرور صاحب کے ان مشوروں کا تعلق ہے جو اردو کے فروغ اور اردو تعلیم کے راستے میں حائل روڑوں کو دور کرنے سے متعلق ہیں، ان پر نیشنل کونسل ضرور غور کرے گی۔ وہ بہت اہم ہیں۔ اور اب جب کہ تعلیم ریاستی زمرے میں بھی ہے اور مرکز کے اختیار میں بھی ہمیں جو طریقہ کار استعمال کرنا ہے اس پر بھی غور کیا جارہا ہے۔ مرکز کے اپنے جو مدرسے ہیں ان میں کیوں نہ اردو ذریعہ تعلیم ہے جہاں اردو آبادی ۱۰ فیصد سے زاید ہے اور پھر ۱۰ سے ۱۲ تک تحتانی مدرسوں پر کیوں نہ ایک ثانوی تعلیم کا اردو ذریعہ تعلیم کا مدرسہ ہو یا موجودہ مدرسے میں اردو کی متوازی

جماعتیں ہوں۔[1]

آئین کے دفعہ (۳۵۰) (الف) میں جو ۱۹۵۶ء میں ریاستوں کی لسانی بنیادوں پر تنظیم جدید کے وقت ساتویں ترمیم کے ذریعہ آئین میں شامل کیا گیا یہ لازمی ہے کہ ابتدائی تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں کی مادری زبان میں دی جائے۔

پھر تعلیم کو بنیادی حق قرار دینے کی بات چلی ہے اور دفعہ (۳۵۰)(الف) یہ بھی کہتا ہے کہ دفعہ کے اس مقصد کے حصول کے لیے صدر جمہوریہ ضروری سمجھیں تو ریاستوں کو ایسی ہدایات بھی دے سکتے ہیں۔

اسی طرح تعلیم و نسق میں اقلیتوں کی زبان کے استعمال کے لیے آئین کی دفعہ (۳۴۵) میں مذکور ہے کہ ریاستی اسمبلیاں اس مقصد کا قانون بنا سکتی ہیں کہ پوری ریاست میں یا اس کے مخصوص علاقوں میں مخصوص اغراض کے لیے اقلیتی زبان کو بھی استعمال کیا جائے گا۔

اور پھر دفعہ (۳۴۷) کہتا ہے کہ صدر جمہوریہ ریاستوں کو اس قسم کی ہدایات بھی دے سکتے ہیں ان پر عمل کروانے کے لیے ضروری قدم اٹھانے ہیں۔

بہر حال قومی کونسل سرور صاحب کی مشکور ہے کہ انھوں نے ہمیں روشنی عطا فرمائی۔ ہم ان سے اور ان جیسے مجاہدین اردو سے ایسے ہی مشوروں کے طلبگار ہیں۔

---

[1] مدرسوں کے ذکر پر ان قارئین کو التباس ہو سکتا ہے جو یہ نہیں جانتے کہ حیدر آباد میں اسکول کو بھی مدرسہ کہتے ہیں۔ مدرسے سے گوڑ صاحب کی مراد اسکول ہے۔ قومی کونسل کے سیمینار میں بھی نریندر لوتھر صاحب نے مدرسوں کا ذکر کیا اور حاضرین کو غلط فہمی ہوئی۔

قومی اردو کونسل کی تازہ مطبوعات

.1	مختصر اردو لغت	260/-	.13	تاریخ طب	110/-
.2	شعر شور انگیز (مکمل سیٹ)	600/-	.14	یونانی ادویہ مفردہ	60/-
.3	اردو زبان کی تدریس	40/-	.15	سائنسی شعاعیں	15/-
.4	اردو ادب کی تنقیدی تاریخ	70/-	.16	بچی کہانیاں	12/-
.5	آسان اردو شارٹ ہینڈ	40/-	.17	انوکھی پہیلی	15/-
.6	سائنس کی تدریس	20/-	.18	ہندوستان کی بزرگ ہستیاں (۱)	15/-
.7	امراض النسا	150/-	.19	جنت سنگار	180/-
.8	انیس کے سلام	60/-	.20	ننھے منے گیت	13/-
.9	معالجات (حصہ اول)	104/-	.21	آریہ سماج کی تاریخ	60/-
.10	معالجات (حصہ دوم)	128/-	.22	مبادیات طب پر ایک تحقیقی نظر	11/-
.11	معالجات (حصہ سوم)	120/-	.23	علم الادویہ	35/-
.12	معالجات (حصہ چہارم)	100/-			

قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ

قومی اردو کونسل نے گزشتہ تین مہینوں میں خاصی پیش رفت کی ہے جون 1997ء کی 12 تاریخ کو نئے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ نے اپنا عہدہ سنبھالا تھا۔ جون سے ستمبر 1997ء تک قومی اردو کونسل نے جو ہمہ جہت اقدامات کیے اردو دنیا کے قارئین ان سے واقف ہوں گے۔

قومی اردو کونسل نے اپنا سفر تنہا شروع کیا تھا لیکن رفتہ رفتہ دوسرے رضاکار اداروں، نیم سرکاری اور سرکاری اداروں اور افراد جن میں سے بعض بذات خود ادارے کی حیثیت رکھتے ہیں، ساتھ آتے گئے اور اب اردو کا رواں مضبوطی کے ساتھ رواں ہے۔

17 سے 19 نومبر 97 تک "نو آبادیاتی فکر کے منفی اثرات: اردو زبان اور ادبی نظریات پر" کے عنوان سے قومی سیمینار منعقد ہوا اس میں ملک بھر سے نہ صرف اردو کے دانشور شریک ہوئے بلکہ ہندی کے کملیشور، انگریزی کے کلدیپ نیر، امریک سنگھ اور جمنا داس اختر جیسے دانشوروں نے بھی حصہ لیا۔ آئندہ 25 برسوں میں اردو کی ترویج و ترقی کے لیے ممکنہ اقدامات جن سے اردو کی رفتار ترقی کو تیز کیا جا سکے ایسا موضوع تھا جس پر اردو زبان و ادب کے بہترین اذہان نے غور و فکر کیا، اس کاز میں سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور اسٹاف سلیکشن کمیشن کے سابق سربراہ جناب سید حامد، سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پلاننگ کمیشن کے رکن اور اکونومکس ٹائمز کے مدیر، اقتصادیات اور اردو دونوں معاملات کے رمز آشنا پروفیسر علی محمد خسرو، سابق گورنر اور اقبالیات پر لاجواب کام کرکے خراج تحسین حاصل کرنے والے دانشور ایس۔ایم۔ایچ برنی، انگریزی، ہندی اور اردو کے صحافی اور پاکستانیات کے ممتاز ماہر جمنا داس اختر، علی گڑھ کے موجودہ وائس چانسلر محمود الرحمان، ہندوستانی سیاست کے رازداں اور ہمہ دم سرگرم وزیر سیف الدین سوز مرکزی وزیر ماحولیات اور جنگلات، دہلی یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، آندھرا پردیش، مہاراشٹر اور دیگر ریاستوں کی یونیورسٹیوں کے شعبۂ اردو کے پروفیسرز اور تمام توصیف سے ماورا گیان پیٹھ اور دوسرے بہت سے ایوارڈ کے حامل علی سردار جعفری اور محترمہ قرۃ العین حیدر نے حصہ لیا۔

غالبًا اردو کا یہ پہلا سیمینار تھا جس میں ہمہ نوع اور مختلف زمروں کے ادیب اور دانشور شامل ہوئے اور تین دنوں تک موضوع پر بامقصد اور نتیجہ خیز گفتگو کی۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ وزارت ترقی انسانی وسائل کے مرکزی وزیر جناب ایس۔ آر۔ بومئی اور متعلقہ وزارت کے حکام بالا بالخصوص جوائنٹ سکریٹری (زبان) رودر گنگا دھرن، ڈائرکٹر (زبان) کے سنگھ، ڈیسک آفیسر ٹی۔ آر۔ پرشاد اور دوسرے افسروں نے بھرپور تعاون دیا اور بلاشبہ اس میں جہاں ایک طرف قومی اردو کونسل کے نرم دم گفتگو گرم دم جستجو ڈائرکٹر کا ہاتھ تھا وہاں دوسری طرف راج بہادر گوڑ کے انداز خسروانہ کا بھی فیض تھا۔ اردو جو کبھی لاوارث زبان سمجھی جاتی تھی اور جس کے بارے میں ہر کس و ناکس بلاجھجک اظہار رائے کرتا تھا، اب مضبوط عصا سے لیس ہے۔ عوام کی زبانوں پر چڑھی، صوفیا کے دلوں میں پلی، سرکاری

ایوانوں میں بڑھی، بازاروں اور گھروں میں پھلی دشمنوں کے سر پر چڑھی زبان کی رفتار تیز انشاء اللہ اب قیامت ہوگی۔ سیمینار کی رپورٹ رنگین تصاویر کے گلدستے کے ساتھ زیر نظر شمارے میں پیش ہے۔ اردو دنیا کے صفحات سیمینار کے 30 مقالوں کے متحمل نہیں تھے لہٰذا انھیں فکر و تحقیق میں شامل اشاعت کیا گیا ہے اور نہایت کم وقت میں پیش قارئین کیا جارہا ہے۔

جون سے دسمبر تک فکر و تحقیق کا ایک ہی شمارہ آنا چاہیے تھا اس لیے کہ وہ ششماہی رسالہ ہے مگر اس کے دو ضخیم شمارے آچکے ہیں۔ پہلے شمارے کی مشمولات نے نہ صرف علم و ادب اور فکر و تحقیق کی وادی میں گرم سیر حضرات کو بلکہ عام قارئین کو بھی موہ لیا ہے۔ ہندوستانی جدوجہد آزادی کے جشن زریں کے موقع پر تین دستاویزی اہمیت کے مقالے پیش کیے گئے جن سے کئی ہمالیائی غلطیوں کو درست کرنے کی راہ ہموار ہوئی اس طرح دوسرا شمارہ بھی نہ صرف صورت بلکہ سیرت کے اعتبار سے بھی روایت شکن ہے۔ بالخصوص "جدوجہد آزادی اور تحریک ولی اللہی" جس میں 14 مقتدر علما کرام کی شخصیت اور کارناموں پر بالکل نئے زاویۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

محض 8 مہینوں میں کلیدی مضامین پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا کی تمام جلدیں فروغ کتب کے اداروں (کتب فروش بلاشبہ فروغ کتب کے ادارے ہی تو ہیں) کے لیے برائے فروخت اور عام قارئین کے لیے برائے مطالعہ مہیا کردی گئیں، تاریخ ساز کارنامہ جامع انگریزی اردو لغت کی پانچ جلدیں طبع ہوگئیں، نوراللغات جو بحر ظلمات میں غرق تھی اب بازار اردو میں رونق افروز ہے۔ فرہنگ آصفیہ نئے سج دھج سے دعوت مطالعہ دے رہی ہے۔ بلاشبہ قیمت زیادہ ہے مگر کمیشن بھی تو زیادہ ہے اور یہ کمیشن فروغ کتب کے اداروں کے لیے ہی مختص نہیں بلکہ طلبا، اساتذہ اور مصنفین کو بھی مہیا کیا جارہا ہے۔ صلائے عام ہے اوب دوستوں کے لیے۔ انسائیکلوپیڈیا کی مختصر نوشتوں پر مشتمل جلدوں کی ادارت اور نظر ثانی کا کام جاری ہے۔ کئی کتابیں جو آؤٹ آف پرنٹ ہیں، دوبارہ طبع ہو چکی ہیں، گرد پوش اور سرورق کا معیار بھی بلند تر ہوا ہے۔ میٹنگوں کا سلسلہ جاری ہے چند میٹنگوں کا حال درج ذیل ہے۔

- سیمینار کے دوران (17 سے 19 نومبر) ایگزیکٹو بورڈ کی میٹنگ ہوئی اور گزشتہ کاموں کی توثیق کے علاوہ رفتار کو تیز تر کرنے کے لیے لائحہ عمل پر غور ہوا۔
- فائنس کمیٹی کی بھی اسی دوران میٹنگ ہوئی اور وزارت ترقی انسانی وسائل کے حکام کی طرف سے کونسل کے مثبت اقدامات کی عمل آوری کے لیے سرمائے کی فراہمی کی طرف سے اطمینان دلایا گیا۔
- 15 دسمبر کو اردو انسائیکلوپیڈیا کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں پروفیسر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر شمیم حنفی، ڈاکٹر جے۔اے۔ واجد شامل ہوئے۔ اس میں جہاں انسائیکلوپیڈیا کی تینوں جلدوں کی اشاعت پر اظہار اطمینان کیا گیا وہاں بچوں کے لیے باتصویر ہزار صفحات پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا بھی شائع کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔ اس کام میں پروفیسر نیر مسعود، ڈاکٹر انیس اشفاق، پروفیسر صدیق الرحمان قدوائی، پروفیسر شمیم حنفی، ڈاکٹر قاضی علیم خاں، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر محمد زماں آزردہ، جناب یوسف ٹینگ، پروفیسر گیان چند جین، جناب رشید حسن خاں سے ہاتھ بٹانے کی گزارش کی گئی ہے۔ سائنسی زمرے کے ماہرین کی فہرست زیر غور ہے۔
- 18 دسمبر کو پروگرام کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس کی صدارت پروفیسر گوپی چند نارنگ نے کی۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد، پروفیسر محمد زماں آزردہ، پروفیسر لئیق صلاح، محترمہ جیلانی بانو، محترمہ مخمور بیگم بخشی، جناب راجندر

ملہوترا نے حصہ لیا۔ 19 مارچ 1997 کی پروگرام کمیٹی کی میٹنگ کے سیشن میں طے شدہ پروگرام کی عمل آوری پر غور کیا گیا۔ مارچ 98 تک کے لیے کمیٹی نے نئے پروگرام منظور کیے۔ کمیٹی نے محسوس کیا کہ ایشیائی ممالک میں چونکہ اردو کا عمل دخل بڑھ رہا ہے اس لیے مارچ اپریل 98 میں ایک بین الاقوامی سیمینار کیا جائے۔ یہ آزادی کی گولڈن جوبلی کی تقریبات کے سلسلے کی ایک کڑی ہوگا۔ اس کا موضوع ہے:

- جنوبی ایشیا اور بالخصوص سارک کے رکن ممالک کے درمیان اردو بہ حیثیت لسانی اور ثقافتی رابطے کا وسیلہ "مختصراً اسے "اردو۔ جنوبی ایشیا میں لسانی اور ثقافتی رابطے کا وسیلہ" کہا جائے گا۔ یہ بھی طے ہوا کہ سیمینار کے مقالے ہندی، اردو، انگریزی زبانوں کے علاوہ کسی بھی زبان میں تحریر اور پیش کیے جاسکتے ہیں۔
- سارک کے رکن بعض ممالک خاص طور پر پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال میں بڑے پیمانے پر کتابوں کی نمائش لگانے کی تجویز بھی منظور ہوئی۔

ہندوستانی جدوجہد آزادی اور اردو کے موضوع پر ایک کتاب کی تجویز جو پہلے ہی منظور ہو چکی ہے اور اس کا کام ریاستی اردو اکادمیوں کے سپرد کیا جاچکا ہے۔ اس ضمن میں طے ہوا کہ ریاستی اردو اکادمیوں سے درخواست کی جائے کہ وہ مقامی اردو اداروں، افراد، کالجوں اور یونیورسٹی کے شعبوں سے رابطہ کر کے جلد سے جلد مذکورہ پروجیکٹ مکمل کریں۔

آزادی کے 50 برسوں میں ہندوستان میں اردو کی لسانی ترقی کے موضوع پر بھی ایک کتاب مرتب اور شائع کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔ چونکہ ہندوستان کی مختلف علاقائی زبانوں سے اردو نے الفاظ اور محاورات لیے ہیں اور ان علاقائی زبانوں کو الفاظ اور محاورات دیے ہیں لہٰذا ہندوستان کے متنوع لسانی پس منظر میں اردو کے مقام اور باہمی "داد و ستد" کے اثرات کو زیادہ مبسوط ڈھنگ سے محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔

- یونانی طب کے موضوع پر قومی اردو کونسل کے پینل کی میٹنگ 18 دسمبر کو کونسل کے دفتر میں منعقد ہوئی جس میں حکیم ظل الرحمان پروفیسر ایم۔ اے لاری، ڈاکٹر ملک ایم۔ واثق امین نے حصہ لیا۔ ڈاکٹر جنید صدیقی اور جناب اسد احمد بھی مدعو تھے۔

میٹنگ کے آغاز میں قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر نے شرکا کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ طب کی تدریس کے لیے نصابی کتابوں کے معیار کو پہلے سے بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

پینل نے تجویز کی کہ سنٹرل کونسل فار انڈین میڈیسن کی منظورہ نصابی کتابوں کو اس ضمن میں ترجیح دینی چاہیے اور طب کی جو نصابی کتابیں موجود نہیں ہیں ان کی طباعت پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ عام تاثر تھا کہ بازار میں دستیاب نصابی کتابیں معیار پر پوری نہیں اترتیں اس ضمن میں قومی اردو کونسل کو پہل کرنی چاہیے۔

پینل نے تجویز رکھی کہ نصابی کتابوں کے لیے بورڈ بنا چاہیے جو طبع زاد تصنیف یا ترجموں کے متعلق اپنی رائے دیا کرے۔ یہ بورڈ نہ صرف مواد بلکہ زبان اور اصطلاحات پر بھی نظر رکھے۔

افادۂ کبیر کی بازاشاعت کی بھی تجویز منظور ہوئی۔

پینل نے اردو انگریزی طبی لغت کی اشاعت پر زور دیا اور کہا کہ موجودہ مسودے کو ایجنڈا سمجھا جائے۔ پینل نے ایسی کتاب کی تیاری کی ضرورت پر بھی زور دیا جس میں ان امراض اور علاج کی نشان دہی کی جائے جن کے علاج میں ایلوپیتھی طریقہ علاج ناکام ثابت ہوا ہے۔ آزادی کے بعد کے 50 برسوں میں طب یونان کی خدمات پر بھی ایک کتاب مرتب کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

جموں کشمیر میں فروغ اردو کے لیے
قومی اردو کونسل کے پروگرام

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ نے دسمبر 1997 کے آخر میں (31 دسمبر) جموں کشمیر میں فروغ اردو کے اقدامات میں تیزی لانے کی غرض سے ریاست کا دورہ کیا۔ اس ضمن میں ریاستی اکادمی برائے فن، ثقافت اور زبان کے دفتر میں سرکاری افسروں کا ایک جلسہ ہوا، وزیر تعلیم جناب عبدالقیوم نے جلسے کی صدارت فرمائی اڈیشنل چیف سکریٹری (تعلیم) اور فن، ثقافت اور زبانوں کی اکادمی کے سکریٹری کے علاوہ دیگر حکام بھی موجود تھے۔

بات چیت کی شروعات کرتے ہوئے قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر نے فروغ اردو کی مختلف اسکیموں کا ذکر کیا۔ انھوں نے بتایا کہ اپنے کتابت مرکزوں میں قومی اردو کونسل اردو سوفٹ ویئر کمپیوٹر کی فراہمی کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ اس طرح کا پہلا کمپیوٹر اکادمی برائے آرٹ، کلچر اور لنگویجز کے دفتر میں واقع کتابت سینٹر میں نصب کیا جائے گا۔

انھوں نے مزید بتایا کہ اردو پریس کی دشواریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ریاست جموں کشمیر میں اردو اخبارات کو ملک کے دیگر حصوں سے ہم دوش کرنے کے لیے 75 فیصد رعایت دی جائے گی اس سلسلے میں متعلقہ تفصیلات زیر غور ہیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ لائبریریوں کی ڈائرکٹوریٹ قومی اردو کونسل سے قریبی رابطہ رکھے تاکہ ریاست میں پبلک لائبریریوں کے واسطے سے فروغ اردو کا کام پھیلایا جائے۔

اس پر بھی زور دیا گیا کہ سرکاری افسروں کو اردو کے استعمال کی ترغیب دی جائے۔

یہ بھی طے ہوا کہ اسکول ایجوکیشن بورڈ اور قومی اردو کونسل تعلیمی، تدریس اور نصابی کتب کے معیار کو بہتر کرنے کی مشترکہ کوشش کریں۔

ریاستی وزیر تعلیم جناب عبدالقیوم نے فرمایا کہ اردو نہ صرف رابطے کی زبان ہے بلکہ قومی یکجہتی کا سب سے بہترین وسیلہ ہے اور حکومت چاہتی ہے کہ دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو بھی پھلے پھولے۔ اڈیشنل چیف سکریٹری تعلیم جناب اجیت کمار، آرٹ، کلچر اور لنگویجز کے سکریٹری جناب بلونت ٹھاکر، اسکول بورڈ آف ایجوکیشن کے سکریٹری اور لائبریریوں کی ڈائرکٹر محترمہ عطیہ بیگم، قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر اور کلچرل اکادمی کے اڈیشنل سکریٹری نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

ڈائرکٹر قومی کونسل نے مزید کہا کہ کمپیوٹر کی وجہ سے کاتب بیروزگار نہ ہوں اس کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔ انھوں نے 2 جنوری 98 کو انڈین ایکسپریس جموں کشمیر نیوز لائن کے سمیر حسین سے بات چیت کرتے ہوئے ایک بہت اہم بات بتائی کہ اردو کونسل اب اردو رسم خط کے ساتھ ساتھ ہندی لپی میں بھی کتابیں شائع کرے گی۔

قومی اردو یونیورسٹی اور قومی اردو کونسل کے مشترکہ منصوبے

مولانا آزاد قومی یونیورسٹی اور قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مابین عملی تعاون کا ماڈل تیار کرنے کے سلسلے میں 28 نومبر 97 کو اعلیٰ سطح کی میٹنگ قومی اردو کونسل کے دفتر میں منعقد ہوئی۔ ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ نے وائس چانسلر پروفیسر شمیم جے راج پوری کا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ قومی اردو یونیورسٹی اور قومی اردو کونسل کے اغراض و مقاصد چونکہ بنیادی طور پر ایک ہیں اس لیے ان اداروں کے بیچ تال میل کی صورتیں واضح طور پر سامنے آنی چاہییں۔ انھوں نے کہا کہ ملک میں اردو میڈیم تعلیم میں تسلسل ربط اور استحکام کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ ادارے آپس میں تعاون واشتراک کریں۔

پروفیسر جے راجپوری نے اس بات پر زور دیا کہ قومی اردو یونیورسٹی کے پروگراموں کو آگے چلانے کے لیے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کو کلیدی حیثیت حاصل رہے گی۔ قومی کونسل کا دائرۂ کار چونکہ ملک میں اردو کی ترویج کے ساتھ ساتھ نئے سائنسی، تکنیکی اور ہم عصر علوم کو اردو میں منتقل کرنا ہے اس لیے اس ادارے سے یونیورسٹی کو بہت حد تک مدد ملے گی۔ ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ کا خیال تھا کہ ملک میں اردو میڈیم تعلیم کو بنیادی اور ثانوی سطح پر نہ صرف قومی نصاب بلکہ قومی ضرورتوں کے ساتھ جوڑنا اور اس میں عصری آگہی کی شمولیت ضروری ہے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے مراحل کے بعد ہی یونیورسٹی کے لیے فیڈنگ چینل مہیا ہوگی اور یہ کام قومی اردو کونسل کر رہی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ نے کہا کہ قومی کونسل ایسے اقدامات اٹھانے میں مصروف ہے جن سے قومی اردو یونیورسٹی کو ایسے طالب علم مہیا ہوں گے جو سائنس اور ٹکنالوجی کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں۔ میٹنگ میں اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ قومی کونسل اور قومی یونیورسٹی کے مابین ایک میمورنڈم آف انڈراسٹینڈنگ (ایم۔او۔یو) تشکیل دیا جائے گا جو کونسل اور یونیورسٹی کے بیچ تال میل کے گوشوں کی نشاندہی کرے گا۔

قومی اردو کونسل نے نہ صرف حوالہ جاتی بلکہ اعلیٰ درجات کی ضرورتوں کے مطابق درسی کتابیں بھی تیار، طبع اور شائع کی ہیں۔ طلبا کے لیے خصوصی رعایت۔

پتہ: قومی اردو کونسل، ویسٹ بلاک۔۸،
آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔

نصابی کتب کے مواد کی جانچ پڑتال کے لیے اکیڈیمک آڈٹ ناگزیر

فروغ اردو زبان کونسل کی سرگرمیوں میں وسعت، حمید اللہ بھٹ اور راج بہادر گوڑ کا بیان

25 ستمبر۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان حیدر آباد میں واقع کونسل کی علاقائی شاخ کو ایک مکمل کونسل دفتر میں تبدیل کرنے اور کونسل کی سرگرمیوں کو وسعت دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی مسٹر حمید اللہ بھٹ اور کونسل کے نائب صدر نشین ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نے کہا کہ ملک میں سہ لسانی فارمولے کے تحت اردو کی درس و تدریس اور اردو کی نصابی کتابوں کی تیاری کے مقصد سے کونسل نے اکیڈیمک آڈٹ (عملی جائزہ) کا کام شروع کردیا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ حیدر آباد میں قومی اردو یونیورسٹی کے قیام کے تناظر میں کونسل اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کو تیار ہے اردو کی ترقی و فروغ میں مشغول مختلف رضاکارانہ اداروں کے لیے کونسل گرانٹ جاری کررہا ہے۔ ملک میں رضاکارانہ اداروں کے تقریباً ۵۰ فیصد مراکز کے لیے کونسل ۱.۲۵ کروڑ روپے کی گرانٹ جاری کررہی ہے۔ حیدر آباد میں دائرۃ المعارف ادارہ ادبیات اردو اور دوسرے ادارے شامل ہیں۔ جن کے لیے کونسل کی جانب سے گرانٹ جاری کی جاتی ہے۔ فروغ اردو کے کام کا جائزہ لیتے ہوئے ڈائرکٹر نے کہا ملک بھر میں کہیں کوئی "اکیڈیمک آڈٹ" نہیں ہوتی جب کہ نصابی اور درسی کتابوں کے اجزاء بشمول مضامین اور تحریروں کے تعلق سے ایسی تنقیح اور جانچ پڑتال انتہائی ضروری ہے چونکہ بعض ریاستوں میں سہ لسانی فارمولہ کو رو بعمل لایا جارہا ہے، جہاں درسی و نصابی کتب کے مواد کی تنقیح اور جانچ پڑتال ناگزیر ہے۔ ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (مرکزی وزارت فروغ انسانی وسائل) جناب حمید اللہ بھٹ نے 25 ستمبر پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس اہم ترین ضرورت پر حکام متعلقہ کی توجہ مبذول کرائی اور کہا کہ اکیڈیمک آڈٹ کے لیے کوئی مرکزی مقتدر تعلیمی ادارہ یا تنظیم نہیں ہے جو فروغ اردو سے متعلق سرگرمیوں کی نگرانی کرسکے انھوں نے مزید کہا کہ اردو کو چونکہ نظر انداز کردیا گیا ہے اس لیے جہاں بھی ضرورت ہو قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی جانب سے پہلے ہی اس تعلق سے ضروری اقدامات شروع کردیے گئے ہیں۔ جناب حمید اللہ بھٹ نے کہا کہ قومی کونسل اب مرکزی کوآرڈینیشن کمیٹی برائے اردو تعلیمی امور پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے اور وہ معیاری اردو نصابی کتب کی تیاری و پیشکشی میں بھرپور تعاون کررہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت ہند نے اردو کی ترقی اور ترویج کے لیے ترقی اردو بورڈ اور بیورو قائم کی، گو بہار اور اتر پردیش میں اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دے دیا ہے اور آندھرا پردیش کے بھی بعض علاقوں میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کی حیثیت دی گئی ہے لیکن افسوس ہے کہ اردو زبان کی آج بھی کوئی ریاست نہیں تاہم اردو کو تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے مشترکہ ورثہ کی حیثیت بدستور حاصل ہے ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے کہا کہ گو کئی ریاستوں میں اردو اکیڈیمیاں کام کررہی ہیں لیکن ان اکیڈیمیوں کی سرگرمیوں اور ان کے رول کی خاطر خواہ تشہیر نہ ہونے کے باعث چند اکیڈیمیوں کے قابل قدر کارناموں کی مناسب حوصلہ افزائی نہیں ہورہی ہے جناب حمید اللہ بھٹ نے بتایا کہ قومی کونسل برائے فروغ اردو مختلف اداروں اور اردو زبان کی ترقی و ترویج میں مشغول مختلف رضاکار تنظیموں کی مساعی کے ساتھ ربط ضبط قائم کرنے کی ذمہ داری پوری کررہی ہے اردو زبان اپنی ہندوستانی شناخت رکھتی ہے اور ہماری شناخت کے اظہار کے لیے ایک سہولت بخش ذریعہ ہے نائب صدر نشین قومی کونسل ڈاکٹر راج بہادر گوڑ رکن کونسل محترمہ جیلانی بانو اور پروفیسر مغنی تبسم بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔

جی۔ڈی۔چندن

اردو کا نیا سفر

آج سے ۲۸ سال قبل تدریسی کتابیں تیار کرنے کے لئے "ترقی اردو بورڈ" کے نام سے جو مشاورتی کمیٹی قائم ہوئی تھی وہ اب اردو کی وسیع تر ترقی کے لیے ایک خود مختار ادارہ بن چکی ہے۔ اس کا نام اب "قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان" ہے۔ یہ کونسل جس کی تشکیل جون ۱۹۹۴ء میں ہوئی نہ صرف سائنس، عصری علوم، بچوں کے ادب اور حوالہ جاتی ادب پر معیاری کتابوں کی تالیف، ترجمہ تصنیف اور طباعت و اشاعت کا اہتمام کرتی ہے بلکہ اردو کی ترقی کے بارے میں مرکزی حکومت کی مشیر و معاون بھی ہے۔ مزید یہ ریاستوں اور وہاں کی اکادمیوں کی اردو سرگرمیوں کے تعلق سے مرکزی ایجنسی بھی ہے۔

اس کونسل میں ترقی اردو بورڈ اور اس کا ترقی یافتہ ادارہ "ترقی اردو بیورو" و دیگر متعلقہ صیغے سب ضم ہو چکے ہیں۔ اور اب یہ ادارہ ملک بھر میں اردو کی ترقی و فروغ کرنے والا اعلیٰ ترین بااختیار ادارہ ہے، جو مرکزی وزارت برائے انسانی وسائل کے محکمہ تعلیم کے تحت کام کرتا ہے اس کا بجٹ ابتدائی قریباً ایک کروڑ روپے سالانہ سے بڑھ کر ڈھائی کروڑ روپے سالانہ ہو گیا ہے۔ اور یہ رقم پنج سالہ پلان کی ضرورت آشنائی کی بدولت لچک دار ہے۔ اس مرتبے تک پہنچنے کے لیے اس ادارے کو کئی سرد گرم مرحلے اور مدارج طے کرنا پڑے۔ تشکیل کے فوراً بعد بھی یہ ڈیڑھ سال تک ہندی ڈائرکٹوریٹ کے ڈائرکٹر کی مستعار توجہ اور نگرانی میں کام کرتا رہا۔

اس کے اپنے کل وقتی ڈائرکٹر ایم۔ حمید اللہ بھٹ کا تقرر ۱۲ جون ۱۹۹۷ء کو ہوا۔ موصوف کا نام ماہرین ادب کی ایک چھ رکنی تلاش کمیٹی نے پیش کی۔ ڈاکٹر بھٹ اس سے قبل کشمیر یونیورسٹی اور جامعہ ہمدرد میں رجسٹرار کے عہدے پر کام کر چکے ہیں۔ ان کے خیالات سے پتہ چلتا ہے کہ نیشنل کونسل کی بدولت ملک میں اردو زبان کی ترقی اور فروغ کا ایک نیا اور وسیع تر باب کھل گیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انھوں نے ۱۱ر نومبر ۱۹۹۷ء کو اپنی اولین پریس کانفرنس اور بعد میں راقم الحروف سے ایک انٹرویو میں کیا۔

کونسل کے قیام سے قبل یہ ادارہ موٹے طور پر متذکرہ کتب کی اشاعت، عربی اور فارسی کے اداروں کو مختلف کاموں کے لیے امدادی عطیات کی فراہمی، اردو کے رضاکار اداروں کو مالی تعاون، نئی کتابوں کی طباعت کے لیے جزوی مالی امداد، اردو کتب کی بڑے پیمانے پر خریداری اور مختلف اداروں کو ان کی مفت فراہمی سے وابستہ تھا، یہ سارے کام بدستور کرتا رہے گا لیکن اب یہ اردو زبان کی ماہیت اور شناخت پر خصوصی توجہ دے گا، اس کے علاوہ سرکاری محکموں میں اردو زبان کو مناسب مقام دلانے اور اردو کی لسانی اقلیت کے آئینی حقوق کی تعمیل و نگرانی کے لیے بھی معاونت کرے گا۔ مزید براں گجرال کمیٹی کی قابل عمل سفارشات کی عمل آوری کے لیے کوشش کرنا بھی اس کے فرائض میں داخل ہے۔

کونسل کے مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر بھٹ نے کہا کہ اردو کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی جڑوں کو ہندوستانی تہذیب کے تناظر میں از سر نو دریافت کیا جائے۔ بعض حلقے کہتے ہیں کہ اس زبان کا ماخذ دساور سے ہندوستان آیا اور لسانی طور پر یہ زبان عربی اور فارسی کے نزدیک ہے۔ ڈاکٹر بھٹ نے کہا کہ یہ نظریہ غلط ہے۔ بنیادی حقیقت یہ

ہے کہ اردو زبان کی تخلیق کا خمیر ہندوستان کی سرزمین ہی سے اٹھا اور اس کی مٹی میں اس سرزمین کے مناجات رقصاں ہیں۔

یہ ایک ایسا نظریہ ہے جسے اردو کے صنعائی پسند عالم اور بڑے شیخ نہ عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور نہ خود ماننے کے لیے تیار ہیں۔ البتہ ہندوستان میں اردو کی زبوں حالی کے کوائف پیش کرنے والوں میں اکثر سب سے آگے ہوتے ہیں۔

وہ زبان جسے آج اردو کہتے ہیں اپنی ابتدائی شکل میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہاں موجود تھی اور صدیوں سے دہلی اور میرٹھ کے اطراف میں بولی جاتی تھی۔ بقول مشہور محقق اور مورخ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ اس کا تعلق شورسینی پراکرت سے بلاواسطہ تھا۔ اس کا نام ہندی تھا۔ لیکن ترک اور مغل حکمرانوں کی آمد اور دہلی کے دارالسلطنت بن جانے کے بعد یہ ان کی درباری زبان فارسی سے خوب خوب متاثر ہوئی، نہ صرف متاثر ہوئی بلکہ گاؤں سے شہر میں آجانے والی دوشیزہ کی طرح اس نے بھی ایک ترقی یافتہ شکل اختیار کرلی۔ لیکن اس ترقی یافتہ زبان نے بھی اپنی صرف و نحو، محاورات اور بہت سارے الفاظ کے لئے اپنی اصل ہندوستانی بولیوں پر ہی تکیہ کیا۔ گویا اس نئی زبان کا خاندانی بیج سے رشتہ قائم رہا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے ڈاکٹر بھٹ شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ انگریزی حکومت سے قبل یہاں اردو اور ہندی میں کوئی قضیہ نہیں تھا۔ یہ قضیہ تبھی شروع ہوا جب فرنگی نے اپنی سامراجی ضرورتوں کے لیے ان دونوں میں تفریق اور علیحدگی پیدا کی۔ آزادی کے بعد ہمیں انگریز کی تقسیم پروری کو برخاست کردینا چاہیے تھا۔ لیکن آزادی ملنے کے پچاس سال بعد بھی ہندوستان میں اردو کے کئی ادارے اور انجمنیں اسی ذہنیت سے کام کررہے ہیں اور اردو زبان کے بارے میں اس نظریہ کی حمایت کررہے ہیں جس کی تلقین پچھلی صدی میں شیخ امام ناسخ اور ان کے شاگرد میر علی اوسط اشک نے کی تھی۔

اردو تحریک کی موجودہ مشکلات اور رکاوٹوں کے کھاتے سے اس روش کو خارج نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے اپنے زمانے میں علامہ نیاز فتح پوری نے، جو اپنے لبرل خیالات کے لیے بھی بہت مشہور تھے، عمدہ اردو ادب کی تخلیق کے لیے عربی اور فارسی کے علم کو لازمی قرار دیا اور کہا کہ ہندو ادیبوں کی تحریریں اسی لیے پسماندہ ہوتی ہیں کہ اکثر و بیشتر وہ عربی اور فارسی سے نابلد ہوتے ہیں۔

یہ نظریہ حقیقت پسند نہیں، اسے گرہ میں باندھنے سے قبل یہ باور کرنا ہوگا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ اور یہ عقیدہ یقیناً نہ صرف حقیقت کے خلاف بلکہ زبان کے مفاد کے منافی ہے۔ علامہ نیاز فتح پوری کا کلیہ تھا کہ عربی اور فارسی کے بغیر اردو ادب سانس ہی نہیں لے سکتا اور نہ ہی اچھا اردو ادب پیدا کرسکتا ہے۔ اس نظریہ میں اردو ادب پر فارسی اور عربی کے احسانات کا اعتراف اور احترام ضرور شامل ہے جو یقیناً درست ہے، لیکن ایک مہمان کی احسان مند بیٹی اپنی اصلی ماں کو بھی تو نہیں بھول سکتی۔ اور پھر اردو کا فارسی یا عربی یا ترکی نژاد ہونے کا نظریہ آج کے زمانے کے ساتھ تو چل بھی نہیں سکتا۔ آج حقیقت یہ ہے کہ اردو کے کئی ممتاز مسلم ادیب بھی عربی اور فارسی کے شناور نہیں، لیکن معتبر اردو حلقوں میں ان کی مقبولیت برقرار ہے۔ عربی، فارسی یا ایسی دیگر قدیم زبانوں کی تعلیم و تدریس اب نہایت محدود ہے، کیونکہ نئی نسل نہ تو ان کی ضرورت محسوس کرتی ہے اور نہ ان کی خواہش ہی کرتی ہے۔ ہندوستان کے کثیر لسانی سماج میں آج نئی نسل اپنی مادری زبان، علاقائی زبان، سرکاری زبان اور انگریزی سے آگے سوچ ہی نہیں رہی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا اور ابلاغ عامہ نے اس کی ادبی امنگوں اور آرزوؤں کے پر کاٹ دیے ہیں اور آنے والی اکیسویں صدی میں اس میڈیا کی وسعت اور استعمال میں کمی کی بجائے اضافے کا ہی امکان ہے۔

حال ہی میں ادبی دنیا میں ایک ایسا معرکہ ہوا جس نے اس نظریے کو یکسر کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ ۳۷ سال کی ایک ہندوستانی خاتون کے پہلے ہی انگریزی ناول The God of Small Things کو انگلستان کا افضل ترین ادبی اعزاز "بکر پرائز" دیا گیا ہے۔ فکشن کا یہ انعام آج تک ایسے ادیبوں کو دیا گیا جو فن کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان کے بھی ماہر قلم تھے۔ ان کے مقابلے میں ہندوستانی لڑکی اروندھتی رائے جو نہ انگریزی کی اسکالر ہے نہ

ادیب، نہ ٹیچر ہے نہ جرنلسٹ۔ پیشے سے آرکی ٹیکٹ (ماہر تعمیرات) ہے لیکن لکھنے کا شوق وافر ہے۔ اس نے اپنی سیدھی سادی اور ناتراشیدہ انگریزی میں ۳۵۰ صفحات کا ناول لکھ ڈالا جس کا پس منظر ریاست کیرل کا ایک شہر ہے۔ اس ناول کو جس کی زبان ثقہ زبان دانی سے بے نیاز ہے تخلیق کا شاہکار تسلیم کیا گیا اور ایسا انعام دیا گیا جو ادبی دنیا میں "نوبل انعام" کے ہم پلہ ہے۔ اس ناول کا اب تک ۲۹ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور ۳۰ ملکوں میں اشاعت ہو چکی ہے۔ نقادوں اور ناشرین نے اسے آنکھوں پر بٹھایا ہے۔ غیر ممالک میں ادب دوستی کی اس ہوش ربا رفتار اور مثال کے حوالہ سے موقر اردو ماہنامہ آج کل نئی دہلی کے ایڈیٹر محبوب الرحمان فاروقی نے جو اپنے حالیہ اداریوں کے عمدہ شعور اور ادراک کے لیے ہیں، حیرت سے لکھا ہے "ہم آج بھی اپنی زبان (اردو) کو فارسی کے اثرات سے آزاد نہیں کرا سکے۔ "قومی کونسل برائے فروغ اردو" کے سربراہ کی طرف سے اردو کو فارسی اور عربی کی سرپرستی سے نکال کر اسے اس کی اصلی ماں کے ورثے سے جوڑنے اور اس تدبیر سے اردو کا بہتر مستقبل بنانے کی تدبیر بڑی جرات اور دلیری کی حامل ہے۔

موصوف سے قبل ادارے کے کسی سربراہ نے ایسی ڈگر اختیار نہیں کی تھی۔ ان سربراہوں کی فہرست میں پروفیسر محمد مجیب، پروفیسر عبدالعلیم، جسٹس آنند نرائن ملا، جناب حیات اللہ انصاری، پروفیسر مسعود حسین خاں، پروفیسر آل احمد سرور، جناب شمس الرحمٰن فاروقی ایسے اکابرین شامل تھے۔ سب سے آخر میں ڈاکٹر فہمیدہ بیگم آئیں جو ۱۹۸۲ تا ۱۹۹۶ چودہ سال ترقی اردو بیورو کی ڈائرکٹر رہیں۔ ان کا عرصہ سربراہی سب سے طویل تھا اور انھیں کے زمانے میں یہ ادارہ نیشنل کونسل بنا لیکن اپنے پیش روؤں کی طرح وہ بھی بیشتر تدریسی اور تاریخی کتابوں کی تالیف، ترجمہ، تصنیف اور اشاعت میں مصروف رہیں اور کتابت وٹائپ کی سہولتوں میں توسیع کرنے کے علاوہ اردو کے افادی اور حوالہ جاتی ادب میں اچھا اضافہ کر گئیں۔ لیکن اردو زبان کی جڑوں کو از سر نو دریافت کرنے کی کوئی تدبیر نہ کر سکیں۔ غالباً اس وقت حکومت اردو کی ترقی کے بارے میں اپنی پالیسی وضع کرنے پر ہنوز غور کر رہی تھی۔ غالباً اس کی تکمیل ہی پر نیشنل کونسل بنانے کا اعلان ہوا اور اس کے پہلے ہی ڈائرکٹر نے آتے ہی بڑی صراحت سے اس کا اظہار کر دیا۔

اب نئے ڈائرکٹر کا یہ موقف ان کے ادارے کے مقاصد کے لیے کس قدر مقبول اور کامیاب ہوتا ہے یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ بہر حال ڈاکٹر بھٹ کے عزائم بہت بلند ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ اردو زبان اور ادب کے برگزیدہ اشخاص اور ماہرین کی مشاورت اور مدد سے وہ اس زبان کے فروغ کے لیے ایک ۲۵ سالہ جامع منصوبہ مرتب کر رہے ہیں جس کا مقصد اردو کو اس کی ہندوستانی جڑوں اور دیگر ہندوستانی زبانوں کے نزدیک لانا ہوگا۔ اس منصوبے کے فروری ۱۹۹۸ء تک منظر عام پر آجانے کا امکان ہے۔ بہر حال یہ زبان اب پھر سے شور سینی پراکرت تو نہیں بن سکتی۔ لیکن یہ اپنی ماں سے بھی دور نہیں ہو سکتی۔ مناسب یہی ہے کہ یہ عصر حاضر کے ہم قدم رہتے ہوئے اپنے اثاثوں سے بھی استفادہ کرے۔ قدیم اور جدید کے رشتوں سے ایک ایسا آہنگ دریافت کرے جو فکر اور فضا کے موجودہ انتشار کو شرمندہ کرے۔ جہاں ایک طرف یہ مسخ اور اشک کے فتووں سے دامن بچائے وہاں دوسری طرف ڈاکٹر رگھو ویر (لغت کو سنسکرت آمیز بنانے کے داعی) اور بابو شاردا چرن مترا (رسم الخط کو دیوناگری کرنے کے داعی) کے مطالبوں سے بھی بالا رہے۔ اس سلسلے میں اردو زبان کی ماہیت اور شناخت پر وہ سہ روزہ سیمینار بھی قابل ذکر ہے جو کونسل کے زیر اہتمام نومبر ۱۹۹۷ء میں دہلی میں ہوا جس میں دور حاضر کے اردو ہندی اور انگریزی کے بہت سارے دانشور شریک ہوئے اس سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے انسانی وسائل کے مرکزی وزیر اور نیشنل کونسل کے چیئرمین جناب ایس۔ آر۔ بومئی نے اردو کی جڑوں کو ہندوستانی تہذیب کے تناظر میں دریافت کرنے کی تلقین کی تاکہ ہندوستان کے مجموعی متنوع لسانی تناظر میں اردو کو فروغ دیا جا سکے۔"

ظاہر ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ اور مرکزی وزیر موصوف ایک ہی بات کہہ رہے ہیں دوسرے الفاظ میں فروغ

اردو کے لیے مرکزی حکومت کی پالیسی کے دانستہ خدوخال سامنے آرہے ہیں۔ ان سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حکومت کس بنیاد پر اردو کی ترقی اور فروغ کے لیے اقدام کرنا چاہتی ہے۔ بہی خواہان اردو ان رجحانات کو نظر انداز نہیں کرسکتے بلکہ انھیں بڑی سنجیدگی سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

اردو کی ترقی کے لیے حکومت کی تدبیریں خواہ کتنی ہی قابل گرفت ہوں مجموعی نقطۂ نظر سے وہ اہل اردو کی اردو تحریک ہی سے متاثر ہوں گی۔ ہر تحریک کی طرح اس تحریک کی مستحکم ترقی اور کامیابی کے لیے مناسب ہے کہ اسے انتہا پسند رویوں سے محفوظ رکھا جائے۔ حکومت کی اس پالیسی میں ایک اور سمت کا بھی اضافہ کیا جارہا ہے۔ قومی کونسل، جو اردو کی ترقی کے سلسلے میں حکومت کی مشیر بھی ہے، ریاستوں کی اردو اکادمیوں، تعلیمی اداروں اور رضاکار اداروں کی متعلقہ سرگرمیوں سے بھی تال میل رکھے گی۔ اس سلسلہ میں کونسل کے زیر اہتمام ستمبر ۱۹۹۷ء میں چنڈی گڑھ کے مقام پر اردو اکادمیوں کی ایک کل ہند کانفرنس ہو چکی ہے اس کانفرنس کی ایک سفارش میں کہا گیا کہ ان اکادمیوں کو خواندگی کے قومی مشن کا اہم حصہ بنایا جائے تاکہ اس مشن سے فیض پانے والے لوگ قومی دھارے سے مزید وابستہ ہوں اور قومی ترقیات کی ترقی پسند تدبیروں سے فائدہ اٹھائیں۔

اس پروگرام سے ایک بار پھر یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ حکومت اردو کی ترقی کو صرف زبان کے فروغ ہی تک محدود نہیں کرنا چاہتی۔ بلکہ ملک کے پورے سماجی اور معاشی منظرنامے سے جوڑنا چاہتی ہے۔ مذکورہ امور سے یہ بخوبی دیکھا جاسکتا ہے کہ مرکزی حکومت نے اپنی اردو پالیسی پر جس کا اظہار ہمارے سامنے ہے، گہرا غور و خوض کیا ہے اور اس کے سیاق میں اس زبان کی جڑوں کو سرسبز کرنے کی تاکید کی ہے۔

بہی خواہان اردو کو کھل کر اور جم کر اس پر بحث و مباحثہ کرنا چاہیے مولانا محمد حسین آزاد کے حوالے سے اکثر کہہ دیا جاتا ہے کہ اردو برج بھاشا کی بیٹی ہے اسی طرح رام بابو سکسینہ کا قول بھی اکثر دہرا لیا جاتا ہے کہ اردو کی ماں مغربی ہندی ہے لیکن کیا اس کے مضمرات پر کبھی خاطر خواہ دھیان دیا گیا؟ اور ان مضمرات کو شرمندہ عمل کرنے کی کوئی جماعتی یا منظم کوشش کی گئی؟

اب حکومت نہ صرف ان مضمرات پر سنجیدگی سے توجہ دلا رہی ہے بلکہ اہل اردو سے ان کی تعبیر کے تعاون کا بھی مطالبہ کر رہی ہے تاکہ اردو ملک کے پورے لسانی منظرنامے میں اپنی دھرتی کے رشتے کو اور زیادہ استوار اور مستحکم کرے۔ اس لیے اردو تحریک کے داعیوں کو علاقائی اور مجموعی طور پر اپنے موقف کا اظہار کرنا چاہیے۔ تاکہ تحریک کی طاقت اور کمزوری کا تعین ہو۔

ڈاکٹر بھٹ نے کہا کہ نئی نسل کی تعلیم کے باب میں ہمارے ہاں انگریزی کی صفات پر بہت زور دیا گیا ہے جس سے اردو اور دیگر ہندوستانی زبانوں کی صفات او جھل ہو گئی ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ چونکہ اردو کی تعلیم و ترقی کونسل کے مقاصد میں شامل ہے لہٰذا یہ کوشش کی جائے گی کہ اردو میڈیم سے تعلیم پانے والے طلبہ کے لیے معیاری نصابی کتب تیار کی جائیں۔ اس ضمن میں پورے ملک کے اردو پرائمری اور مڈل اسکولوں کے معیار تعلیم کو نصابات کے قومی دھارے سے ہم آہنگ کیا جائے گا۔ اس معاملے میں این۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی۔ کے ادارے کی معاونت حاصل کی جائے گی۔ اردو زبان کی ثروت میں اضافے کے لیے کونسل ادب کی عالمی کلاسیکی تخلیقات کے ترجمے کروانے اور انھیں اپنے اہتمام میں شائع کرانے کا سلسلہ جاری رکھے گی۔

ڈاکٹر بھٹ نے بتایا کہ قومی کونسل اردو اخباروں کی تقویت کے لیے بھی اقدام کر رہی ہے چنانچہ ہر اس اخبار کو جس کا سرکولیشن پانچ سے ۷۵ ہزار تک ہے۔ یو۔ این۔ آئی۔ کے اردو ٹیلی پرنٹر سروس کی خریداری پر ماہانہ فیس کی نصف رقم کے بقدر مالیاتی امداد دے گی۔ صاحب موصوف نے کہا کہ جموں و کشمیر کے اخباروں کے لیے اس امداد کو ۷۵ فیصد تک بڑھایا جارہا ہے۔ انھوں نے پر زور لہجے میں کہا کہ اس ریاست کے اخباروں کو جس میں اکثریت اردو اخباروں کی ہے باقی ملک کے صحافتی دھارے سے اور زیادہ ہم آہنگ ہونا چاہیے۔

اردو کی ترقی کے لیے حکومت کے پروگرام کی یہ صورت

اور یہ تفصیل پہلی بار سامنے آئی ہے اور یہ سب قومی کونسل کے قیام کے حوالے سے ہو رہا ہے۔ اہل نظر اس کی اہمیت اور باریکیوں کا جائزہ لے سکتے ہیں لیکن انھیں یہ امر بھی ملحوظ رکھنا ہوگا کہ حکومت یہ سب کچھ گجرال کمیٹی کی اس رپورٹ کے حوالے سے کر رہی ہے جسے عملی شکل دینے کی عرصہ دراز سے مانگ ہو رہی ہے۔

مرکزی وزیر جناب ایس۔ آر۔ بومئی نے اپنے خطبے میں صاف طور پر کہا کہ گجرال کمیٹی کی اہم ترین سفارش کی تعمیل میں حکومت نے اردو یونیورسٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کا نام مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی رکھا گیا ہے اور اس کا افتتاح جلد ہی آندھرا پردیش میں ہونے والا ہے۔[1] اس میں اردو میڈیم سے طب، سائنس، قانون اور دوسرے اہم مضامین کی تعلیم دی جائے گی۔ اس میں خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم و تدریس کا سلسلہ بھی ہوگا۔

جناب بومئی نے کہا کہ حکومت مدرسوں کی تجدید کاری میں بھی ہاتھ بٹانے کے لیے تیار ہے۔ یہ پیش کش تعمیر وطن کی راہیں ہموار کرنے کی تدبیر ہے لیکن حال ہی میں فلاح و بہبود کے مرکزی وزیر جناب بلونت سنگھ راموالیہ نے ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ ان مدرسوں کی منتظم انجمنیں اس پیش کش پر لبیک نہیں کہہ رہی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مدرسوں کی جدید کاری سے دینی تعلیم نرم ہو جائے گی۔

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسے ریاستی اردو اکادمیاں افہام و تفہیم سے حل کر سکتی ہیں اور اس کے ذریعہ خواندگی کی مہم کو جامع اور مستند بنا سکتی ہیں۔ اس عمل میں درسی کتابوں اور دیگر امداد کے لیے نیشنل کونسل کا اشتراک بھی حاصل کر سکتی ہیں۔ کونسل کے پاس امدادی عطیات کے لیے ایک کروڑ روپے کا بجٹ ہے۔

(1) افتتاح ہو چکا ہے اور جناب شمیم جے راج پوری کو وائس چانسلر مقرر کیا جا چکا ہے۔

ہفتہ وار سوراجیہ جس کا ہر ایڈیٹر داخل زنداں ہوا

۱۹۰۷ء میں الہ آباد سے ہفتہ وار اردو اخبار سوراجیہ شائع ہوا اس کے پہلے ایڈیٹر شانتی نرائن بھٹناگر تھے۔ اسے لوک مانیہ بال گنگا دھر تلک کی آشیرواد سے پنجابی انقلاب پسندوں نے نکالا تھا۔

اس اخبار کی مدت اشاعت محض ڈھائی برس تھی اس کے چار ایڈیٹروں کو باغیانہ اداریے یا نظمیں شائع کرنے کی پاداش میں حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا ہوئی۔ دو ایڈیٹروں سدھا رام کپور اور نند گوپال کو تیس سال کی قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ بابو رام کو ۲۱ برس اور ہوتی رام کو دس برس قید بامشقت کی سزا ہوئی۔

اس کے بانی ایڈیٹر شانتی نرائن بھٹناگر کو ساڑھے تین سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔

لالہ لاجپت رائے اور بھگت سنگھ کے چچا سردار اجیت سنگھ نے بھارت ماتا سوسائٹی قائم کی جس کے ایک ممبر کا نام شانتی نرائن (نارائن) بھٹناگر تھا۔ امرت بازار پتریکا کے ایڈیٹر بابو موتی لال گھوش نے اردو میں رسالہ شائع کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس وقت انقلاب پسند ملک اور بیرون ملک ۱۸۵۷ء کے انقلاب کی یاد منانے کی خفیہ تیاری کر رہے تھے۔ چونکہ اتر پردیش (صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ) ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا مضبوط قلعہ تھا اسی لیے سوراجیہ بھی الہ آباد سے شائع ہوا۔

خودی رام بوس کو مظفر پور میں کلکٹر پر بم پھینکنے کی پاداش میں تختہ دار پر چڑھا دیا گیا تو شانتی نرائن بھٹناگر نے ایک جوشیلی نظم شائع کی اور نتیجتاً ساڑھے تین برس کی قید سخت کی سزا پائی۔

شانتی نرائن کے بعد سدھا رام کپور نے ادارت سنبھالی۔ انھوں نے اپنے اخبار میں ایک اشتہار دیا جس میں کہا گیا تھا کہ "سوراجیہ کے لیے ایسے ایڈیٹروں کی ضرورت ہے جو تنخواہ یا معاوضہ کی صورت میں عمر بھر کی قید اور سختیاں برداشت کرنے پر تیار ہوں اور زندگی بھر دو سوکھی روٹی اور دو گھونٹ پانی پر ہی قناعت کرنے پر تیار ہوں۔

سدھا رام کپور کو تیس برس کی سزائے سخت سنائی گئی۔ سدھا رام کپور کے بعد بابو رام ہری نے سوراجیہ کی ادارت سنبھالی انھوں نے ۱۸۵۷ء کے واقعات پر اک شعلہ بار نظم شائع کی نتیجتاً اکیس برس قید بامشقت کی سزا پائی۔

سوراجیہ کے مذکورہ بالا اشتہار کے جواب میں بہت سارے لوگوں نے اپنی خدمات پیش کیں ان میں پنڈت رام چندر بھاردواج بھی تھے جو پشاور کے باشندے تھے بعد میں وہ امریکہ پہنچ کر غدر پارٹی میں سرگرم ہوئے۔

(ب۔ا)

معاصر اخبارات سے

اقبال سیمینار

● غالب اکیڈمی اور اقبال اکیڈمی ہند کے زیر اہتمام شاعر مشرق علامہ اقبال کے ۱۲۰ویں یوم ولادت کے موقع پر ۹/ نومبر کو غالب اکیڈمی بستی حضرت نظام الدین میں ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ خیر مقدمی تقریر کرتے ہوئے سید شریف الحسن نقوی نے بتایا کہ اس موقع پر اقبال اکیڈمی کے ہونہار طلبا کو وظائف دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

مرکزی وزیر سیف الدین سوز نے اپنی تقریر میں کہا کہ اقبال کے اعلیٰ افکار سے بھی عوام کو متعارف کرانے کی ضرورت ہے۔ وزیر موصوف نے اس موقع پر فتح پوری اسکول کے طالب علم محمد اسلم اور رابعہ اسکول کی طالبہ نصرت بانو کو اسکالرشپ سے نوازا۔ جلسے کی صدارت حکیم عبدالحمید اور سید مظفر حسین برنی نے کی۔

(ڈاک سے)

چندر بھان خیال کے مجموعے کی رسم اجرا

● ۱۶ر فروری کو چندر بھان خیالؔ کے مجموعہ کلام "گمشدہ آدمی کا انتظار" کی رسم اجرا کے موقع پر پروفیسر گوپی چند نارنگ نے کہا کہ چندر بھان خیال اردو نظم کا منفرد شاعر ہے ان کی یہ انفرادیت لفظیات کی سطح پر بھی ہے اور تکنیک و ہیئت کی سطح پر بھی۔ اس موقع پر جناب مخمور سعیدی جناب بلراج کومل اور پاکستانی شاعرہ محترمہ کشور ناہید نے بھی خیال کی شاعری پر گفتگو کی۔ (قومی آواز، نئی دہلی)

سیمینار و محفل مشاعرہ

● مرکز علم و دانش، نئی دہلی کے زیر اہتمام غالب اکیڈمی، نئی دہلی میں ایک روزہ سیمینار بہ عنوان "ادبی، صحافتی، ثقافتی اور صنعتی ترقی میں اہل بجنور کا حصہ" منعقد کیا گیا۔ یہ سیمینار دو اجلاسوں پر مشتمل تھا۔ پہلے اجلاس میں آٹھ مقالے اور دوسرے میں چار مقالے پیش کیے گئے۔

(سب کا اخبار، نئی دہلی)

"عبارت سر دیوار" کی رسم اجرا

● ۸ر دسمبر کو عالمی اردو کانفرنس کے زیر اہتمام غالب اکیڈمی بستی حضرت نظام الدین میں جناب فاروق ارگلی کے پہلے شعری مجموعے "عبارت سر دیوار" کی رسم اجرا جناب سید مظفر حسین برنی کے ہاتھوں انجام پائی۔ جلسے کی صدارت خواجہ حسن ثانی نظامی نے کی۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

پروفیسر یوسف سرمست کا لیکچر

● ۲۴ر نومبر کو شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی میں معروف نقاد پروفیسر یوسف سرمست نے اردو ناول میں جدید رجحانات کے موضوع پر طلباء سے خطاب کیا۔

زمبابوے بین الاقوامی کتابی میلہ ۱۹۹۷

● نیشنل بک ٹرسٹ نے لگاتار چوتھی بار زمبابوے بین الاقوامی کتابی میلہ میں (۲ تا ۹ر اگست ۹۷) حصہ لیا۔ ۴۰ ناشرین کی ۹۰۰ کتابوں میں سے تقریباً ۳۰۰ نمائندہ کتابیں نیشنل بک ٹرسٹ کے اسٹال پر نمائش کے لیے رکھی گئیں۔ نیشنل بک

ٹرسٹ کی کتابوں کے علاوہ دوسرے ناشرین کی منتخب کتابیں بھی جو درسی اور دوسرے مضامین پر مبنی تھیں شامل کی گئیں۔ اس کے علاوہ بچوں کے لیے عمدہ اور دیدہ زیب کتابوں کو بھی نیشنل بک ٹرسٹ نے اپنے اسٹال پر نمائش کے لئے رکھا تھا۔

زمبابوے بین الاقوامی کتابی میلے کا افتتاح ۵/ اگست کو میڈ گارڈن میں ہوا۔ اس میلے میں ۵۳ ملکوں سے ۳۱۳ ناشرین اپنی بہترین کتابیں لے کر آئے تھے۔ میلے کے پہلے تین دن صرف لائبریرین اور تجارت پیشہ لوگوں کو ہی مدعو کیا گیا تھا۔ نیشنل بک ٹرسٹ نے اپنے اسٹال پر فلسفہ، جڑی بوٹیاں، یوگا اور بچوں کی کتابوں کی نمائش کی تھی۔ باقی دنوں کے لیے یہ میلہ عام پبلک کے لئے کھول دیا گیا تھا۔ حالانکہ کتابیں صرف نمائش کے لیے تھیں ان کو فروخت بھی کیا گیا۔ یہ کتابیں ۱۶۰۰ امریکی ڈالر کی قیمت کے برابر فروخت کی گئیں۔ باقی کتابیں انڈین ہائی کمیشن کو تحفہ میں دے دی گئیں۔

ہندوستانی کتابوں کی لندن میں نمائش

● ہندوستان کی آزادی کی گولڈن جوبلی کے موقع پر ۷/ جولائی ۱۹۹۷ء سے ۱۴/ جولائی ۱۹۹۷ء تک لندن میں ہندوستان میں چھپی ہوئی کتابوں کی ایک نمائش لگائی گئی یہ نمائش نیشنل بک ٹرسٹ نے فیڈریشن آف انڈین پبلشرز، نہرو سینٹر، لندن اور ہندوستانی ہائی کمیشن کے تعاون سے لگائی تھی۔

تقریباً ۲۰۰ ناشرین کی انگریزی میں ۱۵۰۰، ہندی میں ۵۰۰، اردو اور پنجابی میں ۲۰۰، بنگلہ اور گجراتی میں ۱۵۰، اور ہندوستان کی دوسری مختلف زبانوں جیسے آسامی، کنڑ، مراٹھی، اڑیا، سنسکرت میں ۳۰ سے لے کر ۴۰ کتابوں کو نمائش میں شامل کیا گیا تھا۔

(خبرنامہ، نیشنل بک ٹرسٹ)

تمکین کی شعری نشست

● ۵/ دسمبر کی شام کو کوچہ رحمٰن فدا محمد صاحب کی رہائش گاہ پر جناب امیر قزلباش کے اعزاز میں "تشکیل" کی جانب سے ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا۔

(عوام نئی دہلی)

اردو قواعد پر ورکشاپ

● مدھیہ پردیش اردو اکادمی اور این۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی دہلی کے اشتراک سے اردو گرامر کی تیاری پر مبنی سیمینار (۸ تا ۱۲/ دسمبر) بھوپال میں منعقد ہوا۔ افتتاحی تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے ریجنل ایجوکیشن انسٹی ٹیوٹ کے پرنسپل پی۔ بی۔ او پندر نے کہا کہ گرامر ہر زبان کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ این۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی کی اردو کتابیں ملک کے مختلف حصوں میں پڑھائی جاتی ہیں لیکن ابھی تک ایسی گرامر نہیں تھی جو جدید سائنس پر مبنی ہو۔ یہاں تیار کی گئی اردو گرامر بہت بڑی کمی کو دور کرے گی۔

(ندیم، بھوپال)

جموں میں دانشوروں کا اجلاس

● ۱۸/ دسمبر کو جموں میں مختلف زبانوں کے قلم کاروں و جموں کے ۳۰ سے زاید دانشوروں نے غالب دو صد سالہ کمیٹی بنائی ہے جس کے صدر شری بلراج پوری و جنرل سکریٹری ڈاکٹر ظہور الدین ہوں گے گزشتہ روز ایک میٹنگ میں کمیٹی نے غالب کا دو صد سالہ یوم پیدائش منانے کا فیصلہ کیا ہے۔

(روزنامہ تسکین، جموں)

دہلی کے اردو مدارس میں بچوں کی قلت

● شہر دہلی میں سرکار کی جانب سے بیس اردو پرائمری مدارس چلائے جا رہے ہیں۔ جن میں سولہ پرائمری اور چار لوور پرائمری مدارس ہیں۔ ان مدارس میں تقریباً ۱۰،۷۴۳ طلبہ و طالبات کے نام رجسٹرڈ ہیں۔ تقریباً ۱۰،۲۱۰ طلبہ و طالبات حاضر

رہتے ہیں۔ بچوں کی تعداد کے مطابق ہیڈ ماسٹر، کنڑا ٹیچر، پی۔ای۔ ٹیچر اور دیگر کلاس کے ٹیچروں کی تعداد تقریباً ۲۶۶ ہونی چاہیے لیکن فی الحال ان کی تعداد ۱۰۷ ہے۔ مندرجہ بالا معلومات کا سروے یہاں کے نوجوان سوشل ورکر جناب الطاف ایم کنور نے کیا ہے۔

(سالار، بنگلور)

سائن بورڈ پر اردو تحریر

● حکومت آندھرا پردیش نے ضلع کنٹور میں اردو زبان کو بحیثیت دوسری سرکاری زبان بنانے کا اعلان کیا ہے، اس خصوص میں آر ٹی سی کو ہدایت دی گئی ہے کہ تمام بسوں پر تلگو کے ساتھ اردو میں بھی مقامات کے نام تحریر کریں۔ قبل ازیں آندھرا پردیش ٹیچرس ایسوسی ایشن ضلع کنٹور کے صدر جناب محمد سعید اللہ خاں نے آر ٹی سی حکام کو ایک میمورنڈم پیش کیا تھا جس پر آر ٹی سی ریجنل مینیجر کنٹور نے تجویز کو منظوری دے دی اور ڈپو مینجر کنٹور جناب انور بیگ کی نگرانی میں بسوں کے سائن بورڈس پر اردو تحریر کا کام شروع کر دیا گیا۔

(سیاست، حیدر آباد)

اردو لیکچررز کی اسامیاں پر کرنے کا مطالبہ

● حیدر آباد۔ ڈاکٹر ایس۔اے۔ رحمٰن، ایم۔ایل۔اے و صدر نشین کمیٹی برائے اقلیتی بہبود، سے اسمبلی میں جناب محمد فصیح الدین صدر تنظیم جدوجہد اردو کی زیر قیادت ایک وفد نے ملاقات کی اور اردو میڈیم جونیر لیکچررز، ڈایٹ لیکچررز اور اساتذہ کی ریاست میں تمام خالی اسامیوں کو پر کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے تحریری نمائندگی پیش کی۔ جناب محمد فصیح الدین نے کہا کہ ریاست میں اردو میڈیم اساتذہ کی کئی اسامیاں خالی ہیں، انھیں اسی ڈی۔ایس۔ سی سے پر کیا جائے۔ انھوں نے مختلف اضلاع کے اعداد و شمار پیش کیے۔

(سیاست، حیدر آباد)

کل ہند مشاعرہ

● ۳۱ر اکتوبر کو انجمن گوہر ادب کا سالانہ مشاعرہ بیاد کنور مہندر سنگھ بیدی سحر خوریجی کے قریب لولی پبلک اسکول میں منعقد ہوا۔ مشاعرے کی صدارت ڈاکٹر ایس۔ فاروق چیرمین ہمالیہ ڈرگس نے کی۔ دلیپ کمار مہمان خصوصی تھے دیگر معزز مہمانوں میں صنعت کار جی ساگر سوری، کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کے بیٹے سردار کے ایس بیدی اور چودھری متین احمد ایم۔ایل۔اے شامل تھے۔ مشاعرے کی نظامت پروفیسر ملک زادہ منظور احمد نے کی۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

ڈاکٹر نورجہاں کی کتاب کی رسم اجرا

● ۷ر نومبر کو ڈاکٹر نورجہاں صدیقی کی تحقیقی کتاب "اڈولیسنٹ آرفن ان دہلی" (دہلی میں کم عمر یتیم بچیوں کی حالت) کی رسم اجرا دہلی کے وزیر سماجی بہبود و سیاحت مسٹر سریندرپال راتاوال نے انجام دی۔ ڈاکٹر نور جہاں کا یہ تحقیقی مقالہ دہلی کے چار یتیم خانوں میں رہنے والی ۱۲ سال سے ۱۶ سال کی عمر کی ۱۵۷ یتیم بچیوں کا تفصیلی مطالعہ ہے۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

بسوں پر اردو میں نام درج کرنے کا خیر مقدم

● حیدر آباد۔ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے دفاتر میں اردو کے استعمال اور بسوں پر اردو میں نام درج کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے جناب محمد عبدالسمیع جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ دیورکنڈہ نے اپنے صحافتی بیان میں کہا ہے کہ اردو کو آٹھ اضلاع میں دوسری سرکاری زبان بنانے کے بعد یہ ایک اہم قدم ہے اسی طرح ان اضلاع میں اردو کے وسیع تر استعمال کے لیے

بھی احکامات وہدایات جاری کرنے کی ضرورت ہے۔

(منصف۔حیدرآباد)

انجمن ترقی اردو ہند (مہاراشٹر) کی تشکیل نو

● انجمن ترقی اردو ہند (مہاراشٹر) کی مجلس عاملہ کی میٹنگ ۲۸ر ستمبر ۱۹۹۷ء کو شام پانچ بجے کل ہوٹل میں ہوئی جس میں: جناب یوسف ناظم، محترمہ سلمیٰ صدیقی، ڈاکٹر آدم شیخ، جناب سمیع خطیب، جناب ذکریا شریف، جناب عنایت اختر، ڈاکٹر رفیعہ شبنم عابدی اور جناب ظہیر خاں نے شرکت فرمائی۔

جناب یوسف ناظم نے عہدیداران و اراکین کا استقبال کرتے ہوئے انجمن کی کارکردگی کی ایک تفصیلی رپورٹ پیش کی، جس میں گزشتہ سال کیے جانے والے پروگراموں کے متعلق آگاہی دی گئی۔

(ہماری زبان، نئی دہلی)

اردو ماہیا کا پہلا مشاعرہ

● گزشتہ دنوں حلقہ ادب بھاگلپور کے زیر اہتمام اردو میں پہلی بار ماہیا مشاعرہ بہار ایگریکلچر کالج سبور کے آڈیٹوریم میں بزرگ شاعر محی الدین غنی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے ویر کنور سنگھ یونیورسٹی آرہ کے صدر شعبہ اردو پروفیسر طٰہٰ رضوی برق نے شرکت کی۔ اس ماہیا مشاعرے کی شمع روشن ہونے سے قبل حلقہ ادب کے صدر ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی نے اس صنف سخن کا تعارف کرایا۔

(ڈاک سے)

انجمن ترقی اردو کا جلسہ

● ۱۴ر دسمبر کو انجمن ترقی اردو اتر پردیش کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ انجمن کے دفتر واقع نعمت اللہ روڈ، امین آباد میں دیا گیتا

نائب صدر کی صدارت میں ہوا جس میں اردو کی موجودہ صورت حال پر غور کیا گیا اور حکومت اتر پردیش سے مطالبہ کیا گیا کہ ریاست میں جن سرکاری محکموں میں ملازمین کی تقرریوں کے سلسلے میں جو اعلانات جاری ہوئے ہیں ان میں اردو جاننے والوں کو ترجیح دی جائے۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

اردو بال واڑیوں کے قیام کا مطالبہ

● سیلو (نامہ نگار مہاراشٹر اسٹیٹ اردو مشکلک سنگھٹنا تعلقہ پاتھری و سیلو کی رکن عاملہ کی میٹنگ سید غازی صلاح الدین کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں متفقہ طور پر طے کیا گیا کہ حکومت سے اردو بال واڑیوں کے قیام کا مطالبہ کیا جائے۔ بالواڑیاں قائم کرنا کیونکہ اردو میڈیم کے طلباء راست پہلی جماعت میں شریک ہوتے ہیں جس سے اردو طلباء کی بنیادی تعلیم میں پختگی نہیں آئی نیز طلباء کی مدرسہ حاضری پر بھی اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ جب بچہ بال واڑی جاتا ہے تب اس کی عمر بہت کم ہوتی ہے جب کہ مدرسہ میں غیر حاضری زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اردو سنگھٹنا پاتھری و سیلو نے ارباب مجاز سے مطالبہ کی ہے کہ فوری تعلقہ جات میں اردو بال واڑیاں قائم کی جائیں اور اردو کے ساتھ جائز اقدام کیا جائے۔

(اورنگ آباد ٹائمز)

دلیپ سنگھ نمبر کا اجرا

● ۳ر جنوری کو حلقہ ارباب ذوق نئی دہلی اور انشاء پبلیکیشنز کلکتہ کے زیر اہتمام غالب اکیڈمی، نئی دہلی میں ماہنامہ انشا کے دلیپ سنگھ نمبر کا اجرا کیا گیا۔ معروف ہندی ادیب دیویندر ستیارتھی پاکستان سے آئے ہوئے مہمان شاعر جناب قتیل شفائی پروفیسر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر خلیق انجم، جناب مخمور سعیدی و دیگر ادیبوں نے دلیپ سنگھ کی زندگی اور فن پر روشنی ڈالی۔

خطاطی کی نمائش

● ۲۸ر دسمبر کو مرزا اسد اللہ خاں غالب کے ۲۰۰ویں یوم ولادت کے موقع پر غالب اکیڈمی میں ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ اس کا افتتاح معروف ادیب جناب جوگندر پال نے کیا۔ جلسے سے قبل مزار غالب پر چراغاں و گل پوشی کی گئی اور اکیڈمی کے دسمت میں غالب کے ۱۵۵ اشعار پر مبنی خطاطی کی نمائش کا افتتاح علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ماسٹر حکیم عبدالحمید صاحب نے کیا۔

مرزا غالب پر رام پور میں مذاکرہ

● ۱۵ر جنوری (نامہ نگار) نیشنل اردو ریسرچ اسکالرز ایسوسی ایشن کی جانب سے مرکزی درس گاہ اسلامی میں مرزا غالب پر ایک مذاکرے کا انعقاد کیا گیا جس میں شہر کے معتبر محققین ناقدین اور ادباء و شعراء نے شرکت کی۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے غالب پر مذاکرے کا اہتمام کرنے والے آرگنائزرس کو مبارکباد دی۔

(قومی آواز، دہلی)

اردو اخبارات کو بہتر بنانے کی سفارشات

● پریس کونسل آف انڈیا نے اردو زبان کے اخباروں کے مسائل پر غور کرنے کے لیے جو کل ہند خصوصی کمیٹی مقرر کی تھی اس کی رو سے اخبارات کی حالت بہتر بنانے اور ان کو ترقی دینے کے لیے بہت سی سفارشات پیش کی گئیں۔ اس میں آل انڈیا ریڈیو اور دوردرشن کے تعلق سے کہا گیا کہ وہ انگریزی بلیٹنوں کے بہتر ترجمے پر زور دیں۔ اردو زبان میں کم رفتار کا نیوز بلیٹن شروع کیا جائے تاکہ اخباروں کو مناسب رپورٹنگ کرنے میں مدد مل سکے۔

اردو صحافیوں کو ٹریننگ دینے کے لیے خصوصی اقدام اٹھائے جائیں۔ تمام ریاستوں کو چاہیے کہ صحافیوں کے ضابطہ اخلاق اور پریس قوانین کی خلاف ورزیوں پر نظر رکھنے کے لیے پریس مشاورتی بورڈ بنائے جائیں اور ان بورڈوں میں اردو اخبارات کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

کمیٹی نے یہ بھی تجویز رکھی کہ ڈی۔ اے۔ وی۔ پی اور ریاستی حکومت کے محکمے اردو اخبارات کو مزید اشتہارات دیں تاکہ اردو اخبارات کی مالی حالت بہتر ہو۔

(سب کا اخبار، دہلی)

جمشید مرزا کا سفرنامہ

● شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی کے زیر اہتمام ۲۰ر نومبر ۱۹۹۷ء کو جناب جمشید مرزا کا سفرنامہ "اے پرندو کیا تمھیں یاد ہے" کی رسم اجرا جناب جوگندر پال کے ہاتھوں انجام پائی جلسے کی صدارت پروفیسر امیر عارفی نے کی۔ جمشید مرزا نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا حالات نے مجھے وطن سے دور کر دیا ہے لیکن وطن کی خوشبو اور مٹی کی کشش نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کیا اور میں نے اپنے وطن کو جس انداز میں دیکھا اور سمجھا اسے دوستوں کے اصرار پر قلم بند کر دیا ہے۔

(ہماری زبان، دہلی)

ہلدوانی میں مشاعرہ

● ۱۹ر نومبر کو ہلدوانی میں جناب قیس رامپوری کے اعزاز میں کنور مہندر سنگھ بیدی میموریل سوسائٹی کی جانب سے ایک مشاعرہ جناب گلشن کمار سوری کی صدارت میں ہوا۔ اس میں متعدد شعرا نے اپنا اپنا کلام سنایا۔ جن میں احمد وصی، ساحل سحری، اعجاز انصاری، مرتضٰی آزاد، ابرار منظر، قمر عباس، وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

قیس رامپوری نے اپنی تقریر میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے پر زور دیا اور جناب گلشن کمار سوری نے اپنی صدارتی

تقریب میں زیر طبع کتاب کا ذکر کیا جس میں غالب کی تمام غزلوں کو ردیف کے ساتھ انگلش میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

● ۲۹ر دسمبر کی صبح اردو انگریزی اور فارسی کے نامور عالم اور نیشنل آرکائیوز کے سابق آفیسر جناب کبیر کوثر انتقال فرما گئے۔ وہ ۷۳ برس کے تھے۔ قرآن پاک کا منظوم اردو ترجمہ "القرآن المنظوم" ان کا سب سے اہم کارنامہ ہے۔ انھوں نے راج ترنگنی کا بھی ترجمہ کیا تھا

علامہ کبیر کوثر ۱۹۲۳ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے اور اپنی پوری زندگی ادبی اور سماجی خدمت میں گزاری وہ درجنوں انگریزی اردو اور فارسی کتابوں کے مصنف اور مترجم تھے۔ ان کی اہم انگریزی تصانیف "بایو گرافیکل ڈکشنری آف پرامیننٹ مسلم لیڈرز" اور "سیکریٹ کریسپانڈنس آف ٹیپو سلطان" قابل ذکر ہیں۔

● ۹ر دسمبر کو مفتی محمد جنید صدیقی کا بھوپال میں طویل علالت کے بعد ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

مرحوم انتہائی نیک اور کم گو انسان تھے انھوں نے اپنی زندگی میں ماہنامہ کردار جاری کیا تھا جس نے ادبی دنیا میں اپنی گہری چھاپ چھوڑی تھی۔ بعد میں مفتی صاحب روزنامہ آفتاب جدید سے منسلک ہو گئے تھے۔

● موصولہ اطلاع کے مطابق عالمی مشاعروں کے بانی سلیم جعفری کا ۱۰ر دسمبر کو ایک اسپتال میں انتقال ہو گیا۔

سلیم جعفری نے اردو کے حوالے سے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ انھوں نے برصغیر کے کئی ممتاز شعراء کا ان کی زندگی میں جشن منایا۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

● ہندوستان کے عہد وسطیٰ کے ممتاز ترین مورخ پروفیسر خلیق احمد نظامی کا ۱۵ر دسمبر ۱۹۹۷ء کو علی گڑھ میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا۔

پروفیسر نظامی ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۵ء کو امروہہ میں پیدا ہوئے ۱۹۴۷ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں لیکچرر ہوئے ۱۹۳۰ء میں ریڈر اور ۱۹۶۳ء میں پروفیسر ہوئے۔ اسی سال سینٹر آف ایڈوانس اسٹڈیز ان ہسٹری کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء اور ۱۹۷۳ء کے درمیان اے ایم یو کے پرووائس چانسلر اور ۱۹۷۴ء میں وائس چانسلر رہے۔ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک شام میں ہندوستان کے سفیر رہے۔ وہ علی گڑھ میں سرسید اکیڈمی کے پہلے ڈائریکٹر تھے۔ پروفیسر نظامی نے اردو، انگریزی، فارسی اور عربی میں ۴۰ سے زائد کتابیں لکھیں جو شائع ہو چکی ہیں اور تقریباً دو سو مضامین لکھے ہندوستان کی عہد وسطیٰ کی تاریخ کے ماہر پروفیسر نظامی عالمی سطح پر غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔

● وزارت برائے فروغ انسانی وسائل کے سکریٹری پی۔ آر۔ داس گپتا کے مطابق نئی دہلی میں ۹ فروری سے ۱۳ر فروری تک دوسری ایشیائی خواندگی کانفرنس ہوگی جس میں تعلیم کے مسائل اور ان کے حل کی تدابیر پر غور کیا جائے گا۔ کانفرنس میں ۲۲ ممالک کے تقریباً ۲۹۰ نمائندے حصہ لیں گے۔

آج یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر داس نے کہا کہ ہندوستان نے آزادی کے بعد سے تعلیم کے میدان میں ترقی کی ہے۔ لیکن ابھی اس سمت میں بہت سا کام

باقی ہے۔ مسٹر داس نے بتایا کہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان میں خواندگی کی شرح ۱۶ فیصد تھی جو ۱۹۹۱ء تک بڑھ کر ۵۲ فیصد ہو گئی۔ انھوں نے توقع ظاہر کی کہ آئندہ دس سال میں یہ شرح بڑھ کر ۷۲ فیصد ہو جائے گی۔

مسٹر داس گپتا نے مزید بتایا کہ ۱۹۴۷ء میں جہاں ملک میں ایک لاکھ چالیس ہزار سات سو پرائمری اسکول تھے۔ یہ تعداد اب بڑھ کر ۵ لاکھ ۹۱ ہزار ہو گئی ہے۔ مڈل اسکولوں کی تعداد ۱۳ ہزار ۸۹۹ سے بڑھ کر ایک لاکھ ۷۱ ہزار ۳۶۰ ہو گئی ہے۔ اسی طرح ثانوی تعلیم کے کالجوں اور پروفیشنل کالجوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ یونیورسٹیوں کی تعداد ۲۶ سے بڑھ کر ۲۲۸ ہو گئی ہے۔ ان اعداد و شمار سے تعلیم کے میدان میں ملک کی کوششوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اس وقت پاکستان میں خواندگی کی شرح ۲۸ فیصد سے کم ہے۔ بنگلادیش میں ۳۸ فیصد سے کچھ زیادہ مصر میں ۵۱ فیصد ہے۔ انھوں نے اعتراف کیا کہ تعلیم کے میدان میں چین (۸۲ فیصد) برازیل (۳۳ فیصد) فلپائن (۹۵ فیصد) ہندوستان سے آگے ہیں۔

انھوں نے سب کے لیے تعلیم اور ضلع پرائمری تعلیم پروگرام کے حوالے سے کہا کہ ان پروگراموں سے خصوصاً خواتین میں تعلیم بڑھی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ بہار، مدھیہ پردیش، راجستھان، اڑیسہ اور دیگر ہندی علاقوں کی حالت بہت پست ہے تاہم ان علاقوں میں بھی تعلیمی بیداری آ رہی ہے۔ خواندگی مشن کے ڈائرکٹر جنرل بھاسکر چٹرجی نے بتایا کہ اس کانفرنس میں کئی اہم عالمی ادارے شریک ہو رہے ہیں جن میں یونیسکو، یونیسیف، نیشنل اوپن یونیورسٹی وغیرہ شرکت کر رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ خواندگی کے ساتھ صحت سے متعلق معلومات بھی عام کی جاتی ہیں جس سے عوام خصوصاً خواتین کا خاص طور سے مفاد وابستہ ہے۔

پروفیسر رالف رسل کا استقبالیہ

● ۱۲ فروری کو پروفیسر رالف رسل کو شعبۂ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ کی جانب سے استقبالیہ دیا گیا۔ پروفیسر موصوف کا خیر مقدم کرتے ہوئے شعبے کے صدر پروفیسر عبدالرحمن ہاشمی نے کہا کہ پروفیسر رالف رسل ان اوربوں اور دانشوروں میں ہیں جن پر مغرب سے زیادہ مشرق کو فخر ہے پروفیسر رسل کئی درجن مضامین لکھ چکے ہیں اور اس کے علاوہ متعدد موضوعات پر ان کی کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ پروفیسر تقی حسن جعفری نے شعبۂ اردو میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے پروفیسر رالف رسل کی آمد کو نیک فال قرار دیا۔ اپنی صدارتی تقریر میں پروفیسر نارنگ نے کہ کہ تہذیب کے عرفان کے بغیر ہم ادب نہیں پڑھ سکتے اور رالف رسل نے تہذیب شناسی کا حق ادا کر دیا ہے۔

(اردو دنیا)

اردو غزل کے کچھ اہم ستون کی رسم اجراء

● وزیر اعظم اندر کمار گجرال نے ۲۴ دسمبر کو اردو روزنامہ بیداری اردو (پٹنہ) کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اظہار احمد کی کتاب "اردو غزل کے کچھ اہم ستون" کی رسم اجرا اپنی رہائش گاہ پر انجام دی۔ یہ اطلاع ایک سرکاری ریلیز میں دی گئی ہے۔ کتاب کا اجراء کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ انھیں اس کتاب کا اجراء کرتے ہوئے بے حد خوشی ہو رہی ہے کیونکہ اس کتاب میں اردو کے کچھ ایسے شعراء کا منتخب کلام موجود ہے جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ مثلاً میر تقی میر، مرزا غالب، ڈاکٹر علامہ اقبال، جگر مراد آبادی، مجاز لکھنوی اور فراق گورکھپوری وغیرہ کا نہ صرف کلام موجود ہے بلکہ ان کے تخلیقی فن پر بھی اس کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

(عوامی رائے)

اعتراف، اعزاز، اکرام، استقبالیہ

[illegible]

• صدر جمہوریۂ ہند جناب کے۔ آر۔ نارائن نے یونیورسٹی کے وزیٹر کی حیثیت سے پروفیسر شمیم جے راجپوری کو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا پہلا وائس چانسلر مقرر کیا ہے۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کا ذریعہ تعلیم اردو ہوگا اس کا نیٹ ورک کافی وسیع ہے یہ کیمپس یونیورسٹی کے ساتھ ساتھ اوپن یونیورسٹی بھی ہوگی۔

۵۵ سالہ محمد شمیم جے راجپوری ۱۹۴۲ء میں اعظم گڑھ ضلع کے گاؤں جے راجپور میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی، ایم۔ ایس۔ سی اور پھر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے بعد ۱۹۶۹ء مین شعبہ زولوجی میں لیکچرر رہے پروفیسر پھر ڈین بنے ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۱ء تک زولوجیکل سروے آف انڈیا کے ڈائرکٹر حکومت ہند کی وزارت ماحولیات و جنگلات کے ایڈوائزر بھی رہ چکے ہیں ۱۹۹۱ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی زرعی سینٹر کے کوآرڈینیر اور پھر اس کے بانی ڈائرکٹر مقرر کئے گئے۔ اور اب مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں گے۔

(عوام، دہلی)

[illegible]

• ۷ر فروری۔ جناب عبدالصمد کو ۹۸۔۱۹۹۷ء کے بھارتیہ بھاشا پریشد ایوارڈ سے نوازنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ ایوارڈ ۲۱ر مارچ ۹۸ء کو کلکتہ میں ایک تقریب میں پیش کیا جائے گا۔ عبدالصمد کو اس سے قبل ان کے ناول "دو گز زمین" پر ۱۹۹۰ء میں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ مل چکا ہے وہ پانچ سال تک ساہتیہ اکیڈمی کے اردو مشاورتی بورڈ کے کنوینر رہ چکے ہیں تین ناولوں، افسانوں کے تین مجموعوں کے علاوہ انھوں نے سیاسیات کی کتابوں کی تصنیف کے ساتھ کئی کتابوں کے ترجمے بھی کیے ہیں۔ (قومی آواز، نئی دہلی)

[illegible]

• شعاع فاطمہ تعلیمی وفلاحی ٹرسٹ نے ہونہار، ذہین اور حاجت مند طالبات کی حوصلہ افزائی کے اپنے پروگرام میں توسیع کرتے ہوئے شعاع فاطمہ اسکالر شپ اور ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ گزشتہ دنوں ٹرسٹ کی مجلس عاملہ کی میٹنگ میں کیا گیا۔ ٹرسٹ کے منیجنگ ٹرسٹی پروفیسر شارب ردولوی نے اسکالر شپ اور ایوارڈ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ نویں کلاس کی ضرورت مند طالبات کو سو روپے ماہانہ اسکالر شپ دیا جائے گا۔ اسکالر شپ کا فیصلہ طالبات کے آٹھویں کلاس کے رزلٹ کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ شعاع فاطمہ ایوارڈ دسویں کلاس میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والی طالبہ کو دیا جائے گا۔

(ہماری زبان، دہلی)

[illegible]

• بھوپال ۷ر نومبر برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال نے سماجی علوم کے شعبہ کے تحت جناب عزیز قریشی کو ان کے تحقیقی مقالے پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ اس مقالے میں بانی بھوپال نواب دوست محمد خاں کے عہد حکومت سے لے کر بھوپال کے آخری فرمانروا نواب حمید اللہ خاں کے دور حکومت تک حکومت کے مختلف شعبوں اور محکمات کی کارکردگی اور اصلاحات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ مقالہ ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۹۴۹ء تک ۲۴۰ برسوں کا احاطہ کرتا ہے۔

(ندیم، بھوپال)

[illegible]

• جناب گیا نیشور لاڈے کی بیٹی پریا نے بال واڑی میں

اردو ذریعہ تعلیم سے اپنے کیریر کی ابتدا کی تھی۔ اب وہ پرائمری چنوز میونسپل کارپوریشن کی راجیو گاندھی اردو اسکول میں پانچویں کلاس کی طالبہ ہے۔ اردو کے تئیں اس کے ذوق و شوق کا یہ عالم ہے کہ سال بہ سال اپنی کلاس میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کرتی رہی۔ حال ہی میں منعقدہ اسکالرشپ امتحان میں بھی اس نے نمایاں کامیابی حاصل کر کے ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ پریا کو کامیابیوں کی طرف گامزن دیکھ کر اکثریتی فرقے میں اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ

● اردو میں اس برس کا ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ گیان سنگھ شاطر کو ان کے سوانحی ناول "گیان سنگھ شاطر" پر دیا گیا ہے۔ اکیڈمی کے صدر پروفیسر یو۔ آر۔ اننت مورتی کی صدارت میں ۲۹ر دسمبر ساہتیہ اکیڈمی ایگزیکٹو بورڈ کی میٹنگ میں مختلف زبانوں کے ۲۱ ادیبوں کو ایوارڈ دیے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ان ادیبوں کا انتخاب ہر زبان کی تین رکنی جیوری کی تجویز کردہ کتابوں کی روشنی میں کیا گیا۔ اس برس انگریزی زبان میں کسی ادیب کو ایوارڈ کے لئے منتخب نہیں کیا جاسکا جب کہ چار زبانوں بنگالی، اڑیہ، سندھی اور اردو کے لیے اکثریتی ووٹ سے فیصلہ کیا گیا۔ یہ انعام یادگاری تختی اور ۲۵ ہزار روپے نقد پر مشتمل ہوتا ہے۔

دیگر ایوارڈ یافتگان میں لیلا دھر جاگوری (ہندی شاعری) جسونت سنگھ کنول (پنجابی ناول) تیرون بھٹاچاریہ (بنگالی ناول) رفیق راز (کشمیری شاعری) نکین سیکیا (آسامی مختصر کہانی) شیو دیو سنگھ سشیل (ڈوگری ناول) اشوک پوری گوسوامی (گجراتی ناول) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ کونکنی، میتھلی، ملیالم، منی پوری، مراٹھی، نیپالی، اڑیہ، راجستھانی، سندھی، تمل اور تلگو زبانوں کے ادیبوں کو بھی منتخب کیا گیا ہے۔ ان سبھوں کو راجدھانی دہلی میں ایک خصوصی جلسے میں یہ ایوارڈ دیے جائیں گے۔

انعامات کی تقسیم

● سلیمان خطیب یادگار ثقافتی ولدادبی ٹرسٹ گلبرگہ کی جانب سے گذشتہ دنوں آٹھویں سالانہ خطیب گولڈ میڈل کی پیشکش کے سلسلے میں ایک یادگار تقریب مرکزی ثقافت اسلامی ہال میں منعقد ہوئی جس میں ریاست کرناٹک میں اردو ذریعہ تعلیم کے ایس۔ ایس۔ سی طلبا کو انعام سے نوازا گیا۔ انعامات کی تقسیم ممتاز مزاح نگار جناب مجتبیٰ حسین کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ اس سال گولڈ میڈل بیلگام کے محمد سلیم کو دیا گیا۔ پروین اور محمد افسر کو خصوصی انعامات سے نوازا گیا۔

(بیسویں صدی، دہلی)

اردو عوامی زبان

● ۲۵ر دسمبر کو چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی میرٹھ کے نئے وائس چانسلر ڈاکٹر ہری اوم گپتا کو بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق سوسائٹی کی جانب سے سٹی بورڈ ہال میں استقبالیہ دیا گیا۔ تقریب کی صدارت پروفیسر عزیز احمد نے کی۔ افتتاحیہ تقریر میں ڈاکٹر ہری اوم گپتا نے فرمایا کہ دیش میں بہت سی زبانیں ہوتے ہوئے بھی ایکتا ہے سبھی زبانوں کی اہمیت ہے۔ لیکن اردو کا اپنا لہجہ اور اپنی تہذیب ہے۔ انھوں نے اردو سے پیار کرنے والوں کو یقین دلایا کہ ان کے دور میں میرٹھ ک یونیورسٹی میں اردو ترقی کرے گی۔

(عوام، نئی دہلی)

خدمات کا اعتراف

اردو کے پختہ مشق شاعر جناب جگر جالندھری کو چار دہائیوں پر محیط ان کی ادبی اور شعری خدمات کے لیے برطانیہ کی ادبی تنظیم انٹرنیشنل بائیوگرافیکل سینٹر، کیمبرج نے سال ۱۹۹۷ء کے لیے اپنا عالمی ایوارڈ، جو بیسویں صدی میں ادبی حصولیابی کے لیے ہے، پیش کرنے کا اعلان کیا ہے۔ قابل ذکر ہے کہ اردو زبان و ادب کے لیے پہلی بار یہ ایوارڈ جناب جگر جالندھری کو پیش کیا جائے گا۔

جناب جگر جالندھری کے اب تک نو شعری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ انھیں مرکزی حکومت کے علاوہ حکومت پنجاب کا سب سے بڑا ادبی ایوارڈ، شرومنی ساہتیہ کار ایوارڈ، یو۔پی کا امتیاز میر ایوارڈ اور متعدد دیگر ایوارڈ بھی مل چکے ہیں۔ جگر صاحب کی شاعری کے کئی مجموعے اردو کے علاوہ ہندی اور پنجابی میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

جناب سریندر پرکاش کو استقبالیہ

● ۳ر جنوری کو اردو کے ادیب سریندر پرکاش کے اعزاز میں دہلی اردو اکادمی میں ایک خاص جلسے کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت پروفیسر گوپی چند نارنگ نے کی۔ پروفیسر نارنگ نے صدارتی تقریر میں سریندر پرکاش کے افسانے "بجوکا" کا خاص طور سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ سریندر پرکاش کی یہ کہانی متن سے متن سازی کی ایک نادر مثال ہے۔

سریندر پرکاش نے اس موقع پر کہا کہ ان کی تخلیقات کسی منصوبہ بندی یا شعوری کوشش کا نتیجہ نہیں۔ جلسے میں شریک جناب جوگندر پال، بلراج کومل، پروفیسر شارب ردولوی، کنور سین اور دیگر دانشوروں نے سریندر پرکاش کے فن اور شخصیت پر روشنی ڈالی۔ اکادمی کے سکریٹری جناب مخمور سعیدی نے سریندر پرکاش کے فن کے کئی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

پندرہ ادیبوں کو بھارتیہ بھاشا ایوارڈ

● کلکتہ ۲۰ر جنوری بھارتیہ بھاشا پریشد نے اس سال جن پندرہ ادیبوں کو ایوارڈ کے لئے منتخب کیا ہے ان میں نرمل ورما، عبدالصمد، نونیتا دیو سین، جی۔پی۔ دیش پانڈے اور کے سچیدانندن جیسے اہم نام شامل ہیں۔

ہندی ادیب ورما اور محترمہ کرشنا سوبتی کو بالترتیب ان کی تصنیفات "شتابدی کے ڈھلتے ورشوں میں" (مجموعہ مضامین) اور دل و دانش (ناول) پر اعزاز سے نوازا گیا ہے جب کہ اردو میں عبدالصمد کو ان کے ناول "دو گز زمین" کو قابل ستائش گردانا گیا ہے۔

دیگر منتخب نام حسب ذیل ہیں انوپمان بسومتری (آسامی)، سیدھا رام موہن راؤ (تیلگو)، دلیپ کور ٹیوانا (پنجابی)، لیزیا جوشی (راجستھانی) اور پرش دیو مہادیو (سنسکرت)۔

واگدیوی ایوارڈ مسز ٹیوانا کو ان کے ناول دونی سوہا دیا گھا کے عوض دیا جائے گا۔ ممتاز بنگلہ دیش ادیبہ محترمہ سین کو ان کے ڈراموں کے مجموعہ "میدیا ایوم اینیانیا" کے لیے "سورن انچل ایوارڈ" سے نوازا جائے گا۔

پریشد کی طرف سے محترمہ بسومتری کو ان کی نظموں کے مجموعے "روپالی راتیر گھات" کے اعتراف میں "ایشان ایوارڈ" دیا جارہا ہے۔ عبدالصمد "سیتا پراتی ایوارڈ" کے مستحق قرار دیے گئے ہیں۔ جب کہ "رخمبر ایوارڈ" رام موہن راؤ کے حصے میں ان کے ناول "جوالا تھورانم" کے عوض آیا ہے۔

ممتاز مراٹھی اور ملیالم ادیب جی۔پی۔ دیش پانڈے اور سچیدانندن کو بالترتیب ان کے ڈرامے "اندھار یاترا" اور نظموں کے مجموعے "دیش آتما" کے اعتراف میں اعزاز سے نوازا جارہا ہے۔

یہ ایوارڈ مارچ میں یہاں ایک خصوصی تقریب میں دیے جائیں گے۔ یہ اطلاع پریشد کی ایک پریس ریلیز میں دی گئی ہے۔

تقسیم انعامات

● مقامی مولانا آزاد انٹر کالج کے میدان میں ۱۸ر نومبر کو انجمن فرض مومن کی جانب سے ان طلبا اور طالبات کو اعزاز سے نوازا گیا جنھوں نے ہائی اسکول اور انٹر کے امتحانات میں فرسٹ ڈویژن کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے۔ ۷۰۰ طلباء اور طالبات کو انعامات اور سارٹیفکٹ تقسیم کئے گئے۔ یہ طلباء اور طالبات ریاست کے مختلف اضلاع سے آئے تھے۔

(قومی آواز، نئی دہلی)

دہلی اردو اکادمی کی سرگرمیاں

اساتذہ کا مشاعرہ

اردو اکادمی، دہلی نے ہر سال کی طرح اس بار بھی یومِ اساتذہ کے موقع پر مشاعرے کا انعقاد کیا اور اس میں ان شعرا کو زحمتِ سخن دی گئی جن کا تعلق درس و تدریس کے شعبے سے ہے چونکہ اس سال آزادی کی پچاسویں سالگرہ بھی منائی جا رہی ہے اس لیے یہ مشاعرہ خاص اہتمام سے منعقد کیا گیا۔ حکومت دہلی کے وزیر مالیات و اعلیٰ تعلیم عالیجناب جگدیش مکھی اس مشاعرے میں مہمانِ خصوصی تھے۔ انھوں نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا ملک کی ترقی اور تہذیبی اقدار کو زندہ رکھنے میں اساتذہ، ادیبوں اور شاعروں کے رول کو کافی اہمیت دی۔

اردو نصاب کے مسائل

اردو اکادمی، دہلی کی تعلیمی کمیٹی کے ایما پر ۱۲؍ ستمبر ۱۹۹۷ء کو "اردو نصاب کے مسائل" پر ایک دن کے سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ اردو میڈیم اسکولوں اور ان اسکولوں میں جہاں اردو بطور مضمون پڑھائی جاتی ہے وہاں نصاب کے سلسلے میں طرح طرح کی مشکلات پیش آتی رہتی ہیں۔ ان مشکلات کا کوئی اطمینان بخش حل تلاش کرنے کے لیے مذکورہ سیمینار کیا گیا۔ سیمینار کا افتتاح قومی کونسل برائے فروغ اردو کے ڈائرکٹر ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ نے کیا۔ انھوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ یہ بات حیران کن ہے کہ ابھی تک اردو کا کوئی نصاب ترتیب نہیں دیا گیا ہے بلکہ این۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی جو نصاب انگریزی میں تیار کراتی ہے اسی کا ترجمہ اردو طالب علموں کے لیے کر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک غیر فطری عمل ہے کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ ترجمہ شاذ و نادر ہی اصل مضمون کی روح تک پہنچتا ہے۔ اگر اردو میڈیم سے پڑھنے والے طالب علم کا نصاب اردو میں ہی تیار کیا جائے تو وہ اس کے لیے آسان بھی ہوگا اور مفید بھی۔ انھوں نے یہ تجویز پیش کی کہ نصاب ایسا ہونا چاہیے جس میں سارے علوم کی اصطلاحات آجائیں تاکہ اعلیٰ تعلیم میں طالب علم کو کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ افتتاحی جلسے کی صدارت معروف نقاد اور دانشور پروفیسر محمد حسن نے کی۔ انھوں نے کہا کہ اردو نصاب کی تدوینِ نو کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے اور اس کا دائرۂ کار مقرر کر دیا جائے۔ نصابی کتابیں تیار کرنے میں اس بات کا بھی دھیان رکھا جائے کہ جن علاقوں کے لیے نصابی کتابیں تیار کرنے میں اس بات کا بھی دھیان رکھا جائے کہ جن علاقوں کے لیے نصابی کتابیں تیار کی جا رہی ہیں ان کی بول چال اور علاقائی ثقافت کو بھی مدِ نظر رکھا جائے۔

افتتاحی اجلاس میں رانچی یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اردو پروفیسر احمد سجاد بھی شریک تھے۔ انھوں نے نصاب کے سلسلے میں اپنے تجربات بیان کیے انھوں نے یہ بھی کہا کہ موجودہ سیاسی منظر نامے میں اردو کو مناسب جگہ دلانے کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی اور بے لوث جدوجہد کی

ضرورت ہے۔ انھوں نے بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کے لیے جو کوششیں کیں اور جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ان کو بھی بیان کیا۔ نصاب کی تیاری کے سلسلے میں انھوں نے کہا کہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ محقق و ناقد بچوں کے لیے بھی اچھی کتابیں لکھ سکیں۔ سیمینار کے ڈائرکٹر اور اکادمی کی تعلیمی کمیٹی کے کنوینر پروفیسر عبدالحق نے اس سیمینار کی ضرورت سے آگاہ کیا۔ سکریٹری اکادمی نے یقین دلایا کہ سیمینار میں پیش کی جانے والی تجاویز کو روبہ عمل لانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔

افتتاحی اجلاس کے علاوہ سیمینار کے مزید تین اجلاس ہوئے ان میں پہلے اجلاس کی صدارت ڈاکٹر صلاح الدین نے کی اور پروفیسر محمد صابرین، ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین اور ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے ابتدائی سطح کے نصاب سے متعلق مسائل پیش کیے اور تجاویز بھی پیش کیں۔ دوسرے اجلاس کی صدارت جناب سراج پراچہ نے کی اور جناب معین الدین، جناب منظور عثمانی اور جناب شمیم احمد نے پرائمری اور مڈل سطح کے نصاب سے متعلق اپنے تجربات کی روشنی میں مسائل پیش کیے اور تجاویز بھی پیش کیں۔ سیمینار کے آخری اجلاس کی مجلس صدارت ڈاکٹر ریاض عمر اور ڈاکٹر صادق پر مشتمل تھی۔ اس اجلاس میں جناب عبداللہ ولی بخش قادری، ڈاکٹر فیروز بخت احمد اور ڈاکٹر محمد نفیس حسن نے سکنڈری اور سینئر سکنڈری سطح کے نصاب سے متعلق مسائل پیش کیے اور تجاویز بھی پیش کیں۔

اردو اکادمی کا ارادہ ہے کہ ان تمام تجاویز کی روشنی میں اردو نصاب کا جو خاکہ سامنے آئے گا اس پر عمل درآمد کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ تاکہ یہ سیمینار مفید و کارآمد ثابت ہو سکے۔

جلسہ تقسیم انعامات و وظائف

اردو اکادمی، دہلی کے اردو میڈیم اسکولوں اور ایسے اسکولوں کے درمیان جہاں اردو بطور مضمون پڑھائی جاتی ہو تعلیمی مقابلے منعقد کراتی ہے۔ ان مقابلوں میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلبا و طالبات کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات و اسناد پیش کی جاتی ہیں ان مقابلوں میں تقریری مقابلہ، غزل / نظم سرائی مقابلہ، بیت بازی، کوئز، قوالی، مضمون نویسی، معلومات عامہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس سال نیتاجی سبھاش چندر بوس کا صد سالہ یوم پیدائش بڑے جوش و خروش سے منایا گیا تھا اس موقع پر اردو اکادمی، دہلی نے پرائمری سے کالج کی سطح تک مضمون نویسی مقابلے کا اہتمام کیا تھا۔ اس مقابلے کے ہر زمرے میں اول، دوم اور سوم آنے والے طلبا و طالبات کو بھی نقد انعام اور اسناد دینے کا اعلان کیا گیا تھا۔ ان سبھی مقابلوں نیز "امنگ فی الفور پینٹنگ" مقابلے کے شرکاء کے لیے اردو اکادمی، دہلی نے ۲۳؍ ستمبر ۱۹۹۷ء کو جلسہ تقسیم انعامات منعقد کیا۔ اس موقع پر حکومتِ دہلی کے وزیر سیاحت و سماجی بہبود عالی جناب ایس۔ پی۔ راتاوال صاحب نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت فرمائی۔ اس جلسے میں سابق سکریٹری اردو اکادمی جناب سید شریف الحسن نقوی بھی تشریف فرما تھے۔ وزیر محترم اور جناب نقوی صاحب نے ۱۴۲ طلبا و طالبات کو نقد انعامات جن کی مجموعی رقم تقریباً پچاس ہزار تھی نیز مومینٹو اور اسناد تقسیم کیں۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے جناب ایس۔ پی۔ راتاوال نے طلبا و طالبات اور ان کے اساتذہ و والدین کو مبارکباد دی اور اردو اکادمی کے اس اقدام کو سراہا کہ وہ ان طلبا کی چھپی ہوئی صلاحیتیں اجاگر کرنے اور ان کی حوصلہ

افزائی کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ انھوں نے اردو زبان کے تئیں اپنے جذبات مکمل کر بیان کیے۔ اردو زبان کی شیرینی اس کی فصاحت اور بلاغت کی بھرپور تعریف کی اور اردو سیکھنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ انھوں نے کہا کہ اردو اکادمی کو ابھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اردو ان لوگوں کے دلوں میں بھی اپنا گھر بنالے جو اس زبان سے ناواقف ہیں۔ انھوں نے اردو اکادمی کو اپنی سرکار کی حمایت کا مکمل یقین دلایا۔ جناب سید شریف الحسن نقوی نے اس موقع پر جذبات سے لبریز اپنی تقریر میں کہا کہ یہ مقابلے کا دور ہے اور اس میں کامیابی اسی کے ہاتھ لگے گی جو صف میں سب سے آگے کھڑا ہے۔ اس لیے ہر بچے کو بھرپور محنت اور لگن سے کام کرنا چاہیے تاکہ زمانہ اس کی طرف دیکھے نہ کہ وہ زمانے کی طرف۔

سکریٹری اکادمی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یقین دلایا کہ اکادمی اردو زبان کو پھیلانے اور اس کو عوام میں مقبول سے مقبول تر بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گی۔ اور جو ذمہ داریاں اسے سونپی گئی ہیں یا جو توقعات اس سے وابستہ کی گئی ہیں انھیں پورا کرنے کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھے گی۔

فراق گورکھپوری کے نام ایک شام

۷/ نومبر ۱۹۹۷ء کو اردو اکادمی، دہلی نے ایک تقریب بہ عنوان "ایک شام فراق گورکھپوری کے نام" منعقد کی۔ یہ تقریب راجندر پرساد بھون میں منعقد کی گئی اور اس کی صدارت راجیہ سبھا میں حزب اختلاف کے لیڈر جناب سکندر بخت نے کی۔ اس موقع پر پٹنہ سے فراق صاحب کی بیٹی محترمہ پریما جی اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ تشریف لائیں۔ ان کے علاوہ فراق صاحب کے بہت سے قریبی عزیز بھی موجود تھے۔ جناب سید شہاب الدین اور جناب اے۔ آر۔ شیروانی بھی اپنے اہل خاندان کے ساتھ اس تقریب میں شریک ہوئے تھے۔

اکادمی کے سکریٹری جناب مخمور سعیدی نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے اس تقریب کی غرض و غایت بیان کی۔

صدر جلسہ جناب سکندر بخت نے فراق صاحب کی بیٹی محترمہ پریما جی کو ٹکٹ کا ہلواپ پیش کیا پریما جی نے بچپن کی یادیں تازہ کرتے ہوئے بتایا کہ فراق صاحب اپنے بچوں سے بہت محبت کرتے تھے اور یہ خیال کہ انھیں اپنی گھریلو زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کسی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ انھوں نے سب کو اچھی تعلیم دلائی اور ہر طرح ہمارا خیال رکھا۔

گوپال متل کی یاد میں سیمینار اور مشاعرہ

۲/ نومبر ۱۹۹۷ء کو غالب اکادمی بستی حضرت نظام الدین میں بہ عنوان "گوپال متل ذات و صفات" ایک روزہ سیمینار کا انعقاد اردو اکادمی دہلی نے کیا تھا۔ یہ سیمینار دو اجلاس پر مشتمل تھا اور شام کو گوپال متل کی یاد میں ایک مشاعرے کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ پہلے اجلاس میں گوپال متل کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے تین مقالے پیش کیے گئے جن پر ہال میں موجود دیگر دانشور حضرات نے فکر انگیز بحث بھی کی۔

سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے جناب سکندر بخت نے فرمایا کہ مرحوم گوپال متل کو اب تک اردو دنیا میں وہ مقام نہیں دیا گیا جس کے وہ مستحق تھے۔ ضرورت ہے کہ اب ان

کے مرتبے کو جانا اور پہچانا جائے۔ افتتاحی اجلاس کی صدارت جناب یونس دہلوی نے کی۔

سیمینار کے پہلے اجلاس کی صدارت انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر خلیق انجم نے کی۔ انھوں نے گوپال متل سے اپنے دیرینہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اردو اکادمی نے گوپال متل اور ان کی شخصیت پر ایک روزہ سیمینار منعقد کر کے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے۔ پہلے اجلاس میں جناب حیات لکھنوی، ڈاکٹر صادق اور جناب رفعت سروش نے اپنے مقالے پیش کیے۔

بعد دوپہر دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ اس میں بھی تین مقالے پیش کیے گئے۔ مقالہ نگار تھے پنڈت آنند موہن زتشی گلزار دہلوی، جناب اوم پرکاش لاغر اور جناب معین اعجاز۔ اس اجلاس کی صدارت اردو اکادمی کی گورننگ کونسل کے رکن اور مشہور شاعر جناب بلراج کومل نے کی۔

اپنے صدارتی خطبے میں جناب بلراج کومل نے کہا "متل صاحب نے جدید شاعری کے فروغ میں بے حد اہم رول ادا کیا ہے"۔

سیمینار کے بعد شام کو چھ بجے گوپال متل کی یاد میں مشاعرے کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی صدارت جناب سراج پراچہ نے کی مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اکادمی میں غیر ملکی اردو ادیبوں اور شاعروں سے ملاقات کا یہ سلسلہ بے حد مناسب اور مفید ہے۔ یہ سرحدیں جو ہمارے درمیان میں حائل ہیں، شعر و ادب میں ان کے وجود کے کوئی معنی نہیں کیونکہ دونوں طرف کے ادیب شاعر اور دانشور مستقل سفیر کا کام انجام دے رہے ہیں۔

دو تاریخی ڈراموں کی پیش کش

۲۱ اور ۲۲ اکتوبر کی شام دہلی کے شری رام سینٹر میں اردو اکادمی کی جانب سے جناب انیس اعظمی کے دو ڈرامے "ہندوستان ہمارا" اور "انقلاب زندہ باد" اسٹیج کیے گئے چونکہ یہ سال ہمارے ملک کی آزادی کی پچاسویں سالگرہ کا سال ہے لہٰذا ان ڈراموں میں اس بات کا خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔

اردو اکادمی، دہلی نے بچوں کے ان دونوں ڈراموں کو دیکھنے کے لیے مختلف اسکولوں کے بچوں کو کثیر تعداد میں مدعو کیا تھا تاکہ وہ اپنے ہم عمر بچوں کو منجھے ہوئے اداکاروں کے روپ میں دیکھیں اور اپنی تاریخ سے واقف ہو سکیں۔

مشاعرہ اور کوی سمیلن

آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر "سہارا انڈیا پریوار" کی جانب سے نوئیڈا میں ایک عظیم الشان مشاعرہ و کوی سمیلن کا اہتمام کیا گیا۔ مشاعرے کے آغاز سے قبل ہندی راشٹریہ سہارا کے ادارتی رکن جناب وبھانشو دیال نے "سہارا انڈیا پریوار" کا مختصر تعارف کرایا۔ اس کے بعد راشٹریہ سہارا اردو کے ایسوسی ایٹ ایڈیٹر جناب عزیز برنی نے تمام مدعو شعرا کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی۔ مشاعرہ اور کوی سمیلن کی یہ مشترکہ تقریب صبح پانچ بجے کامیابی سے اختتام پذیر ہوئی۔

قومی اردو کونسل کی ایک نئی پیش کش
بھرتری ہری کے مکمل تین سو شلوکوں کا
سنسکرت سے اردو زبان میں براہ راست منظوم ترجمہ
لمعات بصیرت
قیمت:
رگھو ناتھ گھئی کے قلم سے

ساہتیہ اکادمی کا سہ روزہ سیمینار
بہ عنوان: اردو فکشن آزادی کے بعد

۱۲ تا ۱۴ اردسمبر ۱۹۹۷ء ایک قومی سیمینار "آزادی کے بعد اردو فکشن" کے موضوع پر ساہتیہ اکادمی دہلی کی جانب سے رابندر بھون نئی دہلی میں منعقد ہوا جس میں دہلی کے علاوہ علی گڑھ، لکھنؤ، بمبئی، پٹنہ، سری نگر، حیدر آباد، رامپور اور کئی دوسرے شہروں کے ممتاز ناقدین اور تخلیق کاروں نے شرکت کی۔ اس سیمینار کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں ہر مکتبِ خیال، ہر عمر اور ہر پیڑھی کے تخلیق کار اور ناقد موجود تھے، ساتھ ہی قارئین و شائقین کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔

اپنی نوعیت کے اس منفرد سیمینار کا افتتاحی اجلاس ۱۲ دسمبر ۱۹۹۷ کو ساہتیہ اکادمی کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوا جس کی صدارت پروفیسر گوپی چند نارنگ نے کی جب کہ مہمان خصوصی محترمہ قرۃالعین حیدر صاحبہ تھیں۔ مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے پروفیسر سچدانندن سکریٹری ساہتیہ اکادمی نے فرمایا کہ اردو ہندوستان کی اہم تخلیقی زبانوں میں سے ہے۔ اس زبان کی نثری اور شعری کئی اہم تخلیقات منظر عام پر آچکی ہیں۔ ادب میں نئی تحریکیں اور نئے رجحانات ابھرتے رہتے ہیں اردو فکشن کو نئے نظریات کی نئی روشنی میں دیکھا جانا ضروری ہے۔

مہمان خصوصی محترمہ قرۃالعین حیدر نے فرمایا کہ میں نے جب لکھنا شروع کیا تو میں اپنی رو میں راستے طے کررہی تھی۔ مجھے پہلی بار ممتاز شیریں کے مضمون "قرۃالعین حیدر۔ ایک منفرد فنکار" سے اندازہ ہوا کہ میں باصلاحیت ہوں۔ ناول "آگ کا دریا" کے بارے میں مجھے بعد میں پتہ چلا کہ یہ شعور کی رو میں لکھا گیا ہے۔ میں نے ہمیشہ اپنی سوچ اور فکر کو اولیت دی اور اسی کے سہارے ناول افسانے لکھے۔

کلیدی خطبہ پروفیسر وہاب اشرفی نے پیش کیا۔ انھوں نے اس سیمینار کو وقت کی ایک اہم ضرورت تسلیم کیا اور سیمینار کے انعقاد کے لیے ساہتیہ اکادمی اردو مشاورتی بورڈ کے کنوینر ڈاکٹر عبدالصمد اور پروفیسر گوپی چند نارنگ کو مبارکباد کا مستحق قرار دیا۔ اپنے کلیدی خطبے "اردو فکشن۔ چند مسائل" میں انھوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ اردو فکشن کے سرمائے میں بنیادی حیثیت مختصر افسانے اور ناول ہی کی رہی ہے۔ ترقی پسندی سے جدیدیت تک اور اس کے بعد اردو افسانہ نے کئی منزلیں طے کی ہیں لیکن راستے ہموار نہیں رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آزادی کے بعد اور آزادی سے پہلے کے افسانوں میں مختلف تحریکوں کی کارفرمائی الگ الگ طریقوں سے اثر قائم کرتی رہی ہے۔ ترقی پسندی کو افسانے کے ارتقا کا سنہری دور کہا جاسکتا ہے لیکن

جب ترقی پسندی کے زیر اثر افسانہ تکرار کے سبب نئی تخلیقی جہت سے محروم ہونے لگا تو جدیدیت کے لیے راہ ہموار ہو گئی۔ جدیدیت کے زیر اثر کچھ خاص نوع کے افسانوں کا چلن عام ہوا جنھیں علامتی اور تجریدی افسانوں کا نام دیا گیا۔

پروفیسر وہاب اشرفی نے ناول کے سلسلے میں کہا کہ ناول میں بھی تنوع کا فقدان ہے۔ ساہتیہ اکادمی انعام یافتہ ناولوں کا ایک سرسری جائزہ لیجیے تو اندازہ ہوگا کہ وہی ذات کی شناخت یا تقسیم کے مسئلے اور کوئلے کی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے استحصال سے بات آگے نہیں بڑھتی۔ "آگ کا دریا" ایک ایسا استثنا ہے جو اردو ناولوں کی تاریخ میں اپنے کینوس اور فنی برتاؤ کے سبب حرف اول بھی ہے اور حرف آخر بھی۔

وہاب اشرفی نے اپنے مقالہ کے اختتام سے پہلے کہا کہ اردو فکشن رائٹر دوس پوسوس کی Cutup Technique اور Film Eye تکنیک کے استعمال سے کوئی ناول نہ لکھیں یا لارنس ڈوریل کی Triology کی نقل نہ کریں لیکن انھیں چاہیے کہ ارودھتی رائے کے The God of Small Things کی جزئیات نگاری کی طرف ضرور اپنی تخلیقی قوت کو راجع کریں۔ ہمارا ناول اب تک واقعات کی زد میں رہا ہے۔ جدیدیت کے بعد کی تحریکوں مثلاً ساختیات، پس ساختیات، رد تشکیل یا اس کے بعد مابعد جدیدیت کی صورت حال کا چرچا عام ہے مگر ہمارے فکشن کی فضا بند بند سی ہے۔

افتتاحی اجلاس کے آخر میں پروفیسر گوپی چند نارنگ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ادھر ہندوستانی فکشن کی دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک دھماکہ ہوا ہے۔ وکرم سیٹھ کے بعد ارودھتی رائے کی آمد ہندوستانی ادبیات بالخصوص فکشن میں کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ اس ناول کا انتخاب بوکر ایوارڈ کے لیے بھی ہوا ہے۔ بات ایک یا دو ناموں کی نہیں، فضا بنانے میں بہت سے نئے لکھنے والوں کا ہاتھ ہے روہنٹن مستری، امت چودھری، اردشیر وکیل، امیتا گھوش، ششی تھارور، کرن ڈیسائی، وکرم چندر وغیرہ ان میں زیادہ تر وہ ہندوستانی ہیں جو باہر بس گئے ہیں۔ اس کو نو آبادیت کا رد عمل کہیے یا اپنے ثقافتی تشخص کا اثبات کہ نئے لکھنے والے انگریز اہل زبان سے بہتر انگریزی لکھ رہے ہیں اور اپنی تخلیقی قوت سے سب کو ششدر بھی کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو "نیویارکر" جیسا نک چڑھا رسالہ ہندوستان کی آزادی کی پچاسویں سالگرہ پر ہندوستانیوں کے نئے فکشن کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور نہ ہوتا، نیویارکر کے خصوصی نمبر میں گیارہ سرکردہ ناول نگاروں کی یادگار تصاویر چھاپی گئی ہیں جس کے لیے ان سب کو لندن کے ایک اسٹوڈیو میں مدعو کیا گیا اور اڈیٹوریل میں ہندوستان کے نئے فکشن نگاروں کی ادبی و فنی صلاحیتوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ ان نئے ناولوں میں زیادہ تر ہندوستانی یا جنوب ایشیائی زندگی اور ثقافت کی تخلیقی ترجمانی ہے۔ معاصر فکشن نگار جو ہندوستانی علاقائی زبانوں میں لکھ رہے ہیں، ان کا بھی ذکر ہے۔ سعادت حسن منٹو کو یہ کہہ کر خراج تحسین پیش کیا گیا ہے کہ زندگی کی بے لاگ ترجمانی میں آج بھی منٹو ایک روشن مثال ہے۔ البتہ رشدی کے اس بیان سے بجا طور پر اختلاف

کیا گیا کہ اعلیٰ فکشن فقط وہی نہیں جو انگریزی میں لکھا جا رہا ہے۔

پروفیسر نارنگ نے اصرار کیا کہ سچا ہندوستانی ادب آج بھی عملاً ہندوستانی زبانوں میں تخلیق ہو رہا ہے۔ اچھے تراجم کی عدم موجودگی کا یہ مطلب نہیں کہ اعلیٰ ناول فقط انگریزی میں لکھے جا رہے ہیں۔ ہندوستانی ثقافت اور معاصر زندگی کی گہری ترجمانی کے لیے آج بھی بشمول قرۃالعین حیدر کے سورام کارنتھ، تکژی شوشنکر پلے، امت مورتی، مہاشویتا دیوی، کرشنا سوبتی، بھوبے تندولکر، او۔پی وجے ین، نرمل ورما، امرتا پریتم اور کئی دوسرے صفِ اول کے ہندوستانی زبانوں کے مصنفین زیادہ معتبر حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو فکشن کو بھی آج اس بڑے پے نوراما میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ شکست درخت کے اس دور میں قرۃالعین حیدر اور انتظار حسین موجودہ عہد کا معتبر حوالہ اپنی کن ادبی خوبیوں کی وجہ سے بن گئے ہیں؟ اور یہ کہ دوسری زبانوں کے لوگ آج بھی منٹو اور بیدی کا نام احترام سے لینے پر کیوں مجبور ہیں؟ افسانے میں تجربے برحق، نیز ذات اور دروں بینی کی اہمیت سے بھی انکار نہیں لیکن سماج اور ثقافت سے یکسر بے تعلقی بھی فکشن کو راس نہیں آتی۔ اصل معنویت تو زندگی ہی سے آتی ہے اور زندگی کے گہرے مسائل سے۔ اس سب کی آگہی ضروری ہے۔ ہر بڑا ناول اس کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ہر جینوئن تخلیق کار کسی نہ کسی نظریۂ اقدار کی پاسداری کرتا ہے یعنی انسانی اقدار اور ثقافتی اقدار کی۔ اور یہی آئیڈیولوجی ہے۔ فقط کیمونزم ہی آئیڈیولوجی نہیں۔ اقدار کا ہر نظام ایک نوع کی آئیڈیولوجی ہوتا ہے اس فرق کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ موجودہ سیمینار پچاس سالہ روایت کا محاسبہ کرے گا اور امید ہے کہ فن کے نئے مطالبات بھی زیرِ بحث آئیں گے۔

آخر میں ڈاکٹر عبدالصمد، ساہتیہ اکادمی اردو مشاورتی بورڈ کے کنوینر جو خود بحیثیت میزبان شریک تھے انھوں نے سبھی مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ خصوصاً قرۃالعین حیدر صاحبہ، پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر وہاب اشرفی، جوگندر پال، انور عظیم، بلراج کومل، رتن سنگھ، نیر مسعود، پروفیسر حامدی کاشمیری، مخمور سعیدی، پروفیسر سیدہ جعفر، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، ڈاکٹر انیس اشفاق، ساجد رشید، پیغام آفاقی، انجم عثمانی، شموئل احمد، انور خاں اور بہت سے دوسروں کا۔

دوسرے اجلاس کا آغاز لنچ کے بعد ڈھائی بجے ہوا جس کی صدارت جناب جوگندر پال نے کی۔ اس اجلاس میں بلراج کومل نے "آزادی کے بعد اردو ناول" مقالہ پیش کیا۔ جب کہ دوسرا مقالہ پروفیسر نیر مسعود نے "آزادی کے بعد اردو افسانہ: رجحانات اور مسائل" کے موضوع پر پیش کیا۔ انھوں نے ۱۹۴۷ء کے بعد سے دورِ حاضر تک کے افسانوں پر فن، تکنیک اور موضوع کے اعتبار سے روشنی ڈالی۔

ان مقالات پر پروفیسر ابوالکلام قاسمی، جوگندر پال، بلراج کومل، انیس اشفاق، ارتضیٰ کریم، شموئل احمد اور مشرف عالم ذوقی نے بحثیں اٹھائیں اور مسائل کی گرہیں کھولیں۔

۱۳ر دسمبر ۱۹۹۷ء کو دوسرا اجلاس پروفیسر حامدی

کاشمیری کی صدارت میں شروع ہوا۔ سب سے پہلے پروفیسر ابوالکلام قاسمی کو مقالہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ انھوں نے اپنا مقالہ "آزادی کے بعد کے اردو ناول کے سیاسی حوالے" پیش کیا۔ اس میں انھوں نے آزادی کے بعد لکھے گئے اہم سیاسی ناولوں کا تفصیل سے ذکر کیا۔

دوسرا مقالہ انور خاں نے "اردو ناول رویے اور اسالیب" کے موضوع پر پیش کیا۔ اس سیشن کا تیسرا مقالہ "آزادی کے بعد اردو ناول میں تکنیک اور اسلوب کا جائزہ" انیس اشفاق نے پیش کیا۔ سوال جواب کے انداز میں لکھا گیا یہ مقالہ خاص طور پر موضوع بحث بنا۔

۱۳ر دسمبر ۱۹۹۷ء تیسرے اجلاس کی صدارت معروف افسانہ نگار جناب رتن سنگھ نے کی۔ پہلا مقالہ پروفیسر حامدی کاشمیری نے "اردو افسانے میں موضوعیت کا مسئلہ" کے موضوع پر پیش کیا۔ بعدہٗ پروفیسر سیدہ جعفر نے "اردو افسانہ آزادی کے بعد" پیش کیا۔ اگلا مقالہ شافع قدوائی نے "آزادی کے بعد اردو افسانہ۔ شناخت کا ایک نیا حوالہ" کے موضوع پر پیش کیا۔

اس سیمینار کا چوتھا اجلاس ۱۴ر دسمبر ۱۹۹۷ء صبح دس بجے ڈاکٹر صغرا مہدی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ پہلا مقالہ ڈاکٹر ارتضیٰ کریم نے پیش کیا۔ دوسرا مقالہ ڈاکٹر صادق نے "قدیم فنی ہیئتیں نئے قالب میں" پیش کیا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ آزادیِ وطن کے بعد ہمارے افسانہ نگاروں نے جہاں نت نئے فنی تجربوں اور تکنیکوں سے مختصر افسانے کے فن کو بہرہ مند کیا وہیں افسانے کی قدیم روایتی ہیئتوں کو بھی نئے اسلوب و فکر و انداز میں فنکارانہ طور پر برتنے کی سعی مسلسل کی۔ ڈاکٹر صادق کے بعد شموئل احمد کا مقالہ "آزادی کے بعد اردو افسانہ" کافی بحث انگیز رہا۔ اس مقالہ میں شموئل احمد نے گزشتہ ۵۰ برس کے افسانوں کے رویوں، رجحانات، موضوعات اور تکنیک پر کھل کر گفتگو کی اور آزادانہ اپنی آرا پیش کیں۔

سیمینار کا پانچواں اور آخری سیشن بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ جس میں "میں اور میرا عہد" کے موضوع پر کئی اہم فکشن نگاروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ صدارت کی ذمہ داری سینئر ادیب جناب انور عظیم نے نبھائی۔ نظامت ڈاکٹر عبدالصمد نے کی۔ انور عظیم صاحب نے کہا کہ I and My Times کی بڑی اہمیت ہے۔ ہر تخلیق کار جمالیات کی دنیا میں طرح طرح کے تجربے کرتا ہے، تگ و دو کرتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اپنے عہد سے رشتہ بھی جوڑتا ہے اور متصادم بھی ہوتا ہے۔ انور عظیم کی اس مختصر گفتگو کے بعد انور خاں، محسن خاں، ساجد رشید، رتن سنگھ، گیان سنگھ شاطر، ترنم ریاض، پیغام آفاقی، فیاض رفعت، م۔م۔ راجندر اور انجم عثمانی نے اس موضوع پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں رمیش بھسین اور ڈاکٹر عبدالصمد نے سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے امید دلائی کہ اگر منظوری مل گئی تو مقالات اور مباحث پر مبنی کتاب جلد شائع کی جائے گی۔

□ □ □

غالب انسٹی ٹیوٹ کا سہ روزہ غالب قومی سیمینار
۲۷ تا ۲۹ دسمبر ۱۹۹۷

غالب انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام ۲۷ دسمبر ۱۹۹۷ء کو غالب کے دو سو سالہ جشن ولادت کا افتتاح ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۹۷ء تک چلنے والے غالب کے اس جشن ولادت میں بین الاقوامی غالب سیمینار کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں فکر انگیز مقالات پڑھے گئے۔ اس میں ان مآخذ کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کی گئی جن کی طرف عام طور پر توجہ کم ہی کی جاتی ہے۔ اس سیمینار میں غالب کی شخصیت، فکر اور ان کی زندگی کے نئے گوشوں کی طرف غور و فکر کیا گیا۔

دو سو سالہ جشن ولادت کے موقع پر غالب کی سات نئی مطبوعات کا اجرا بھی ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی کے ہاتھوں ہوا۔ پروفیسر نذیر احمد نے اس جلسے میں استقبالیہ تقریر کرتے ہوئے دنیا میں غالب شناسی کی طرف بڑھتے رجحانات پر روشنی ڈالتے ہوئے غالب کے فارسی کلام کی طرف خاص توجہ دیے جانے کی گزارش کی۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کی اشاعتی کمیٹی کے چیئرمین جناب سید مظفر حسین برنی نے غالب انسٹی ٹیوٹ کی نئی مطبوعات، جن کا اجرا کیا گیا تھا، کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی اور انسٹی ٹیوٹ کے آئندہ اشاعتی پروگرام کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔ غالب انسٹی ٹیوٹ کی صدر بیگم عابدہ احمد نے افتتاحی تقریب کے موقع پر صدارتی تقریر کی اور غالب انسٹی ٹیوٹ کی ابتدا اور ارتقا پر روشنی ڈالی۔

غالب انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے یہ اٹھارہواں سیمینار تھا۔ اس سیمینار میں تین موضوعات کو تجویز کیا گیا تھا، جن کے ارد گرد ہی غالب کی زندگی کے پہلوؤں پر روشنی ڈالنی تھی۔ سب سے زیادہ خیالات کا اظہار غالب کے زمانے کے مشہور علمی و ادبی معرکے پر کیا گیا جس میں ایم۔ حبیب خاں صاحب نے "غالب کے زمانے کے علمی و ادبی معرکے" کے عنوان کے تحت اپنا مقالہ پڑھا۔ ڈاکٹر خلیق انجم کے مقالے کا تعلق بھی غالب کے معرکوں ہی سے تھا۔ انھوں نے خاص طور پر غالب اور ذوق کے ادبی معرکے پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے غالب کے بہت سے فارسی اور اردو اشعار کے ذریعے اس ادبی معرکے کی تفصیلات بیان کیں۔ ان کے مقالے نے سامعین کو بے حد متاثر کیا۔ پروفیسر نیر مسعود نے غالب کے ہی دور میں انیس و دبیر کے ادبی معرکے پر دلائل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر کاظم علی خاں نے "غالب کے ادبی معرکے" کے عنوان کے ساتھ ایک فکر انگیز مقالہ پڑھا جس میں قتیل، ذوق اور قاطع برہان کے ساتھ ہوئے ان کے معرکوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر ریحانہ خاتون کے مقالے کا تعلق بھی معرکوں ہی سے تھا۔

جناب رشید حسن خاں کے مقالے پر سب سے زیادہ بحث کی گئی، جس میں انھوں نے تدوین کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے

املا کی اغلاط کو دور کرنے کے لیے ایک گوشوارہ تیار کیے جانے کی طرف توجہ مبذول کرائی۔ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی نے ان کی بات کی تائید کرتے ہوئے ایک مکمل گوشوارے کی ضرورت پر زور دیا۔ پروفیسر زاہدہ زیدی نے غالب کے وحدت الوجود، داخلی تجربات اور شوق فکر کو ان کے کلام کی روشنی میں "غالب کی شاعری کی معنویت کے چند پہلو" کے عنوان کے تحت پیش کیا۔

ان کے علاوہ پروفیسر آزرمی دخت صفوی، پروفیسر مختارالدین احمد، پروفیسر یوسف سرمست، ڈاکٹر رفیعہ شبنم عابدی، پروفیسر شریف حسین قاسمی، ڈاکٹر اسلم پرویز، پروفیسر شمیم حنفی، قاضی افضال، ڈاکٹر جلال الحفنوی (مصر)، پروفیسر احسن الظفر ڈاکٹر شمس بدایونی، ڈاکٹر علی احمد فاطمی اور پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی نے اپنے مقالات پڑھ کر غالب کی زندگی کے نئے گوشوں کو تلاش کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی۔

ڈاکٹر علی احمد فاطمی نے "غالب اور سیکولرازم" عنوان کے تحت جب اپنا مقالہ پڑھا تو انھیں آزرمی دخت، پروفیسر احسن الظفر، محمود فیاض اور کمال احمد صدیقی کے سوالات کا نشانہ بننا پڑا۔ لیکن ان سبھی نے یہ بھی قبول کیا کہ یہ ایک نیا گوشہ ہے جو ابھی تک باقاعدگی کے ساتھ زیر قلم نہیں کیا گیا تھا۔ پروفیسر شمیم حنفی نے غالب اور ان کے عہد کی فکر صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا کے آئینے میں دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی۔ غالب کی شاعری میں پھیلی بے اطمینانی کو انھوں نے یہ کہہ کر کہ غالب ایک سوچی سمجھی بے اطمینانی میں مبتلا تھے، ختم کیا اور سامعین کی داد وصول کی۔ ڈاکٹر اسلم پرویز نے اپنے مقالے میں خوب صورت اشعار کے ذریعے غالب کو ایک نقطہ داں بتایا۔ پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی نے غالب کے عہد کو نئی روایت کی تشکیل کا عہد قرار دیا۔ بعد میں آنے والے شعرا اور مصنفین جن میں سرسید، حالی، آزاد، اقبال وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ان روایات کا آغاز غالب کے یہاں سے ہی ہوا۔ جو بعد میں مستحکم اور زیادہ قوی ہو کر منظر عام پر آیا۔

اس سیمینار میں خیال کی گہرائی و گیرائی ماپنے کی جھلک صاف نظر آئی کہ غالب کی شاعری و ادب کا جتنا تعلق اردو سے ہے اتنا ہی فارسی سے بھی ہے۔ حالانکہ غالب اردو والوں کے یہاں زیادہ مقبول رہے ہیں۔ جب کہ غالب خود کو ایک بڑا شاعر فارسی کے حوالے سے ہی کہلانا چاہتے تھے اور انھوں نے شعر و سخن کا سلسلہ پہلے فارسی زبان میں ہی شروع کیا تھا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ غالب کے فارسی کلام کو بھی اتنی ہی اہمیت و فروغ دیا جائے جو اس کے اردو کلام کو ملتا رہا ہے۔ اس سیمینار کے اختتام سے پہلے افغانستان اور ایران سے آئے کچھ لوگوں نے بھی اپنے مقالات پڑھ کر غالب کی شاعری کو بھرپور سراہا۔ تین روز چلنے والے اس جشن کا آغاز سفیر کبیر جمہوریہ اسلامی ایران شیخ عطاء اور سفیر کبیر مملکت افغانستان آغائے مسعود خلیلی کی موجودگی میں ہوا تھا، جن کا خیر مقدم پروفیسر نذیر احمد نے گلدستہ پیش کرتے ہوئے کیا۔

سیمینار کے مختلف اجلاس کی جن حضرات نے صدارت کی ان کے اسمائے گرامی ہیں: پروفیسر نذیر احمد، پروفیسر سید امیر حسن عابدی، ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر مختارالدین احمد، پروفیسر عبدالودود اظہر، ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، ڈاکٹر اسلم پرویز اور پروفیسر آزرمی دخت وغیرہ۔

اس سیمینار کے موقع پر اے۔ آر۔ کاردار کا لکھا ہوا ڈرامہ "غالب کی واپسی" پیش کیا گیا، اس کے ہدایت کار تھے پی۔ ایم۔ شاہ۔ ڈرامہ بیگم عابدہ احمد کی سرپرستی میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ ڈرامہ بہت پسند کیا گیا۔ سیمینار کے آخری دن مشاعرہ منعقد ہوا جس میں پندرہ سولہ شعراء نے شرکت کی۔

✽ ✽ ✽

انجمن ترقی اردو کا سہ روزہ سیمینار
بہ عنوان: ذاکر حسین فن اور شخصیت

ایک اعلیٰ انسان اور ماہر تعلیم ہونے کے علاوہ ذاکر صاحب کا شمار اردو زبان کے ممتاز ادیبوں میں ہوتا ہے۔ ان کی تحریروں میں ولولہ، تازگی اور قوت ہے۔ ان خیالات کا اظہار انجمن ترقی اردو (ہند) کے زیر اہتمام ڈاکٹر ذاکر حسین کی شخصیت اور فن پر ۱۹، ۲۰ اور ۲۱ر دسمبر کو منعقد ہونے والے کل ہند سہ روزہ سیمینار کے افتتاحی اجلاس میں مقررین نے کیا۔ افتتاحی اجلاس ۱۹ر دسمبر کی شام ساڑھے پانچ بجے اردو گھر میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی صدارت میں منعقد ہوا، جس کی نظامت کے فرائض ڈاکٹر اسلم پرویز نے انجام دیے۔ جلسے میں سب سے پہلے گورنر کرناٹک جناب خورشید عالم خاں کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا جس میں موصوف نے ذاکر حسین سیمینار کی کامیابی کے لیے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے اپنی تعارفی تقریر میں ڈاکٹر ذاکر حسین کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ جو بھی ان سے ایک مرتبہ مل لیا وہ ان کی دلنواز شخصیت سے اثر لیے بنا نہ رہ سکا۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے کہا کہ ذاکر حسین صاحب سات آٹھ سال تک انجمن ترقی اردو (ہند) کے صدر رہے۔ انھی کی سربراہی میں اردو کے سلسلے میں ۲۲ لاکھ دستخطوں کے ساتھ ایک میمورنڈم اس وقت کے صدر جمہوریۂ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ ذاکر صاحب جس ادارے اور تنظیم سے بھی منسلک رہے، اسے انھوں نے ترقی کی منزلوں سے ہم کنار کرلیا۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لیے ذاکر صاحب کی خدمات غیر معمولی ہیں۔ ڈاکٹر انجم نے بزرگوں اور اسلاف کے کارناموں کو یاد اور تازہ کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ جو قومیں اپنے بزرگوں کو فراموش کردیتی ہیں وہ کبھی ترقی نہیں کرسکتیں۔

پروفیسر ظہیر احمد صدیقی نے کہا کہ ذاکر صاحب ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ ایک اچھے منتظم بھی تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پر جب پیغمبری وقت آیا تو انھوں نے بڑی بردباری سے اس کو اس منجدھار سے باہر کیا۔ ذاکر صاحب بہت عظیم انسان تھے۔ چھوٹوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ نے ڈاکٹر ذاکر حسین کی علمی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تعلیمی نظام میں ایک مضبوط اور مربوط ڈھانچہ تیار کرکے اگر ہم علم کو ہر شخص تک پہنچانے کی کوشش کریں تو یہ ذاکر صاحب کے لیے بہت بڑا خراج عقیدت ہوگا۔ وہ بلاشبہ ایک اعلیٰ ماہر تعلیم تھے۔

جلسے کے صدر پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے کہا کہ ڈاکٹر ذاکر حسین ہمارے ملک کے ایک ایسے عظیم شخص تھے جن کی خدمات کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ اس لیے ایسی عظیم شخصیت پر ملک کے مختلف حصوں میں سیمینار منعقد کرنے کی ضرورت ہے۔ پروفیسر آزاد نے مزید کہا کہ ذاکر صاحب اس نسل سے تعلق رکھتے تھے جس نے کئی اعلیٰ وارفع اور وسیع المشرب انسانوں کو پیدا کیا۔ آخر میں ڈاکٹر راج بہادر گوڑ نے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور اسی کے ساتھ افتتاحی جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

افتتاحی اجلاس کے بعد ۲۰ر دسمبر ۱۹۹۷ء کو ساڑھے دس بجے سیمینار کا پہلا اجلاس منعقد ہوا جس کی مجلس صدارت کے اراکین میں پروفیسر ظہیر مسعود قریشی، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، پروفیسر محمد زماں آزردہ اور پروفیسر ظل الرحمٰن شامل تھے۔ نظامت کے فرائض ڈاکٹر اسلم پرویز نے انجام دیے۔ اس اجلاس میں پانچ مقالے پڑھے گئے۔ پہلا مقالہ جناب رفعت سروش نے "ڈاکٹر ذاکر حسین مرد درویش" کے عنوان سے پیش کیا جس میں انھوں نے بتایا کہ ڈاکٹر ذاکر حسین کی زندگی ایک معمولی آدمی سے عظیم انسان بننے کی کہانی ہے۔ انھوں نے بڑی جرأت اور بے باکی سے اپنی منزلوں کو طے کیا۔ عالم، مفکر، دانشور، ماہر تعلیم اور صاحبِ طرز ادیب، کیا کیا خوبیاں نہ تھیں ان میں۔

دوسرا مقالہ پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا تھا۔ انھوں نے "ڈاکٹر ذاکر حسین اور علامہ اقبال" کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ پروفیسر آزاد نے اپنے مقالے میں کہا کہ یہ دونوں ہی شخصیتیں سیاسی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے کمالات کی معترف تھیں۔ پروفیسر آزاد نے کہا کہ علامہ اقبال اور ذاکر صاحب مزاجاً سیاسی آدمی نہیں تھے بلکہ معلم اور مفکر تعلیم تھے۔ دونوں نے بچوں کے لیے لکھا، ایک نے نظم میں دوسرے نے نثر میں۔ فلسفے کے ساتھ دونوں کا گہرا تعلق تھا۔

ڈاکٹر رضیہ حامد نے "ذاکر صاحب اور ان کی علمی خدمات : ایک جائزہ" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ ذاکر صاحب اور ان کے رفقائے کار کا یہ نظریہ تھا کہ تعلیم ہی کے ذریعے ایک صالح اور مہذب معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

پروفیسر ظل الرحمٰن کے مقالے کا موضوع تھا "ذاکر صاحب اور اجمل خاں"۔ انھوں نے اپنے مقالے میں اے۔ ایم۔ او۔ کالج اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قیام و انصرام کے سلسلے میں ڈاکٹر ذاکر حسین اور حکیم اجمل خاں کی کاوشوں اور خدمات پر روشنی ڈالی۔

اس اجلاس کا پانچواں اور آخری مقالہ ڈاکٹر ارتضیٰ کریم کا تھا۔ انھوں نے "ذاکر حسین: سیاست اور ادب کا سنگم" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ ذاکر حسین صاحب کی بچی اور سیدھی سادی سیاسی پالیسی اور ادب سے ان کی دلچسپی ہی میرے لیے باعث کشش ہے۔ وائس چانسلر سے لے کر صدر جمہوریہ ہند کے عہدے تک پہنچنے کے باوجود ادب کے ساتھ ان کی دلچسپی ہمیشہ قائم رہی۔ ان کے بے شمار خطبات اور تراجم اس کی روشن مثال ہیں۔

سیمینار کا دوسرا اجلاس لنچ کے وقفے کے بعد دوپہر ڈھائی بجے شروع ہوا جس کی مجلس صدارت میں ڈاکٹر کاظم علی خاں، جناب کشمیری لال ذاکر، پروفیسر امیر عارفی اور پروفیسر مجیب رضوی شامل تھے۔ اور نظامت کے فرائض جناب ثاقب صدیقی نے انجام دیے۔

اس اجلاس کا پہلا مقالہ جناب شعیب رضا وارثی نے پیش کیا۔ ان کے مقالے کا موضوع تھا "ذاکر حسین کی انسان دوستی"۔ انھوں نے کہا کہ ذاکر حسین صاحب کا شمار بھی

ایسے ہی لوگوں میں ہے جو اپنی عقل اور ضمیر کی رہنمائی میں اپنی راہ ہموار اور متعین کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں مرکزی اور انفرادی حیثیت ان کی انسان دوستی کو حاصل ہے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری نے "ذاکر حسین اور افلاطون کی کتاب ری پبلک کا اردو ترجمہ" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ جس میں انھوں نے ترجمے کی اہمیت اور غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ذاکر حسین کے اس ترجمے کو تراجم کے ضمن میں شاہکار قرار دیا۔

جناب ارشاد نیازی کے مقالے کا موضوع تھا "بنیادی قومی تعلیم اور ڈاکٹر ذاکر حسین"۔ انھوں نے کہا کہ ذاکر صاحب ایک ایسے معلم اور مفکر تھے، جنھوں نے اپنی پوری زندگی کو سماجی خدمت کے لیے وقف کردیا تھا۔ وہ ایسے تعلیمی نظام کے خواہاں تھے جو سچے اور باصلاحیت نوجوان پیدا کرسکے۔

جناب شریف الحسن نقوی نے "ذاکر صاحب، بچوں کے ادیب" کے موضوع پر اپنا مقالہ پڑھا۔ انھوں نے کہا کہ ذاکر صاحب ایک ہشت پہلو شخصیت تھے۔ ذاکر صاحب نے بچوں کے ادب میں خصوصی دلچسپی لی۔ وہ بچوں کے لیے ایسی تعلیم کو بہتر سمجھتے تھے جو انھیں صحت، صفائی اور اخوت کی طرف مائل تو کرے لیکن انھیں اس کے لیے مجبور نہ کرے۔ ان کے نزدیک تعلیم دراصل تبلیغ کا کام تھا۔

اس اجلاس کا آخری مقالہ پروفیسر امیر عارفی کا تھا۔ انھوں نے "نئے علی گڑھ کا مسیحا ذاکر حسین" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے اپنے مقالے میں ذاکر صاحب کی متعدد خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لیے ان کی غیر معمولی خدمات کا احاطہ کیا۔

تیسرا اجلاس ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۷ء کو ساڑھے دس بجے شروع ہوا جس کی مجلس صدارت کے ارکان میں جناب شہباز حسین اور جناب انعام الحق تھے۔ نظامت کے فرائض محترمہ شمیم جہاں نے انجام دیے۔ اس اجلاس کا پہلا مقالہ جناب ایم۔ حبیب خاں کا تھا۔ انھوں نے "انجمن ترقی اردو (ہند) کا معمار ثانی ڈاکٹر ذاکر حسین" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ جس میں انھوں نے بتایا کہ آزادی کے بعد رونما ہونے والے فسادات کی زد میں انجمن بھی آگئی تھی جس کی وجہ سے ایک سال تک انجمن کا کام بند پڑا رہا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے ذاتی دلچسپی لے کر انجمن ترقی اردو کی نئی تنظیم اور تشکیل کی اور اس کو نئی زندگی اور تازگی بخشی۔ اس مقالے پر بحث و مباحثہ میں ڈاکٹر خلیق انجم نے حصہ لیا اور بعض نکات پر روشنی ڈالی۔

جناب کشمیری لال ذاکر نے "ڈاکٹر ذاکر حسین ایک جاذب نظر شخصیت" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا اور کہا کہ ڈاکٹر ذاکر حسین سارے ہندوستان کو اپنا گھر سمجھ کر اس کو نکھارنے اور سنوارنے میں زندگی بھر لگے رہے۔ ان کا یہ قومی نظریہ ان کی علمی اور سماجی کارکردگی میں نظر آتا ہے۔

جناب شہباز حسین نے "عندلیب گلشن ناآفریدہ" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے جامعہ اردو علی گڑھ سے ڈاکٹر ذاکر حسین کے تعلق خاطر اور دونوں علمی درسگاہوں کو اعلیٰ مقام دلانے میں ان کی کاوشوں پر روشنی ڈالی۔

پروفیسر ظہیر مسعود قریشی کے مقالے کا موضوع تھا "ڈاکٹر ذاکر حسین کا صدارتی انتخاب"۔ انھوں نے اپنے مقالے میں صدر کے انتخابی قواعد بیان کرکے اس وقت کے سیاسی پس منظر پر روشنی ڈالی۔

ڈاکٹر مسعود الحق نے "ذاکر صاحب کی تعلیمی فکر" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے ڈاکٹر ذاکر حسین

کے تعلیمی افکار و خیالات کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم کو زندگی کی ضرورت سمجھ کر اسے عام کیا جائے اور ایک اچھا اور مہذب معاشرہ تشکیل دیا جائے۔

ڈاکٹر کاظم علی خاں نے "ڈاکٹر ذاکر حسین اور علی گڑھ" کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ کاظم علی خاں صاحب نے کہا کہ دیانت، ذہانت، سوجھ بوجھ، محنت اور کردار ان کی زندگی کے وہ گوشے ہیں جن کی بدولت وہ اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ وہ علی گڑھ کے ان طلبہ میں سے ہیں جو اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں تقریر و تحریر پر مکمل قدرت رکھتے تھے۔

جناب شاہد ماہلی نے "ذاکر صاحب کی سیاست" کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا جس میں انھوں نے کہا کہ ذاکر صاحب نہ صرف ماہر تعلیم تھے بلکہ زبردست سیاسی بصیرت بھی رکھتے تھے۔

چوتھا اجلاس لنچ کے وقفے کے بعد ڈھائی بجے شروع ہوا۔ اس کی مجلس صدارت کے ارکان میں پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی اور جناب شریف الحسن نقوی شامل تھے۔ نظامت کے فرائض جناب جعفر احراری نے انجام دیے۔

اس اجلاس کا پہلا مقالہ ڈاکٹر ایوب تاباں کا تھا۔ انھوں نے "ڈاکٹر ذاکر حسین اور مسلم یونیورسٹی: چند یادیں" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے ذاکر حسین صاحب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلم یونیورسٹی کے لیے ان کی غیر معمولی خدمات کا جائزہ لیا۔

جناب مظفر حسین غزالی نے 'ذاکر صاحب بحیثیت معلم" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ ذاکر صاحب نے ملک و قوم کی خدمت کے لیے معلم کا راستہ اختیار کیا تھا۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے اوپر کسی رنگ کو غالب ہونے نہیں دیا بلکہ اپنی انفرادیت کو قائم رکھا۔

پروفیسر مجیب رضوی کے مقالے کا موضوع تھا "ذاکر صاحب کی اہمیت مہاتما گاندھی کی نظر میں"۔ انھوں نے اپنے مقالے میں گاندھی جی کے متعدد خطوط اور واقعات کے حوالے سے مہاتما گاندھی کی نظر میں ڈاکٹر ذاکر حسین کی اہمیت اور ان کے مقام پر روشنی ڈالی اور کہا کہ گاندھی جی ذاکر صاحب کی دور اندیشی، تدبر اور تفکر کے زبردست معترف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تعلیمی نظریے کے فروغ اور ارتقا کے لیے انھوں نے ذاکر حسین صاحب کا انتخاب کیا۔

پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی نے چند یادداشتوں کے حوالے سے ذاکر صاحب کی شخصیت اور سیرت و کردار کو بہت عمدہ طریقے سے پیش کیا۔ انھوں نے ذاکر صاحب سے اپنی کئی ملاقاتوں کا بھی ذکر کیا نیز ذاکر حسین صاحب کی ظرافت اور حس مزاح کے کئی واقعات پیش کیے اور بتایا کہ ذاکر صاحب کس طرح لوگوں کی تربیت کرتے تھے۔

پروفیسر شمیم حنفی نے "ذاکر صاحب کی فکر کے چند پہلو" کے موضوع پر مقالہ پیش کی۔ انھوں نے کہا کہ ذاکر صاحب کے ہر کام میں عشق کا جذبہ کار فرما نظر آتا ہے۔ اقدار سے عشق، تعلیم سے عشق وغیرہ۔ شمیم حنفی صاحب نے کہا کہ تعلیمی نظام کا جو منصوبہ ذاکر صاحب نے تیار کیا تھا وہ جامع اور زندگی سے مربوط تھا۔

وقت نہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر خلیق انجم، مہر الٰہی صاحب اور محترمہ شمیم جہاں نے اپنے مقالے نہیں پڑھے۔ جب سیمینار کے مقالے کتابی صورت میں شائع کیے جائیں گے تو ان مقالوں کو بھی کتاب میں شامل کر لیا جائے گا۔

علی سردار جعفری کو گیان پیٹھ ایوارڈ

● گیان پیٹھ ایوارڈ کمیٹی کی ایک میٹنگ ڈاکٹر کرن سنگھ کی صدارت میں ۱۷ر جنوری کو منعقد ہوئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ۱۹۹۷ء کا ۳۳واں گیان پیٹھ ایوارڈ ممتاز ترقی پسند شاعر جناب علی سردار جعفری کو ہندوستانی ادب میں گراں قدر اضافہ کے اعتراف میں دیا جائے گا۔ اردو ادب کی ترقی پسند تحریک کے قافلہ سالار ۸۵ سالہ جناب علی سردار جعفری ۲۹ر نومبر ۱۹۱۳ء کو اترپردیش کے بلرام پور قصبے میں پیدا ہوئے۔ بچپن وہیں گزار ا اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔

اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پہنچے۔ علی گڑھ میں حصول علم کے دوران سامراجیت اور فسطائیت کے خلاف لڑائی میں عملی طور پر شریک ہوگئے اور تب سے اب تک انسانی معاشرے کی آزادی اور انسان کی سربلندی کی لڑائی لڑتے رہے ہیں۔ علی سردار جعفری نے اپنے قلم کو انسانی زندگی کی بہتری کے لیے ایک طاقتور ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ علی سردار جعفری سماجی، سیاسی اور ادبی تحریکوں میں مقدور بھر حصہ لیتے رہے ہیں اور اسی کے ساتھ انھوں نے اپنی تخلیقی کاوشوں کے ذریعہ پورے ملک میں اپنی پہچان بنائی ہے۔

۱۹۳۸ء میں ان کے افسانوں کا مجموعہ "منزل" شائع ہوا اور تب سے اب تصنیف و تالیف اور شاعری مسلسل جاری ہے۔ یوں تو سردار جعفری نے کہانیاں بھی لکھیں اور ڈرامے بھی مگر ان کی صحیح پہچان ان کی شاعری میں ہے اور انھیں ترقی پسند تحریک کے صف اول کے شعرا میں شمار کیا جاتا رہے گا۔ ان کے شعری مجموعے "پرواز" (۱۹۴۳ء) "نئی دنیا کو سلام" (۱۹۴۸ء) "خون کی لکیر" (۱۹۴۹ء) "ایشیا جاگ اٹھا" (۱۹۵۱ء) "پتھر کی دیوار" (۱۹۵۳ء) "ایک خواب اور" (۱۹۵۴ء) "پیراہن شرر" (۱۹۶۵ء) اور "لہو پکارتا ہے" (۱۹۷۸ء) نمایاں ہیں۔

علی سردار جعفری نے کہانیاں اور ڈرامے بھی لکھے ہیں اور رپورتاژ بھی۔ "منزل" (۱۹۳۸ء) "یہ کس کا خون ہے" (۱۹۴۳ء) اور "لکھنؤ کی پانچ راتیں" (۱۹۶۵ء) ان کی اہم تخلیقات ہیں۔ اپنی ان تخلیقی سرگرمیوں کے علاوہ انھوں نے میر، غالب اور کبیر کے کلام کو خوش اسلوبی کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ سردار جعفری کی تخلیقات کا ہندوستان اور غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ ان کی ساری زندگی ایک جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ حال ہی میں انھوں نے غالب کی طویل فارسی مثنوی "چراغ دیر" کا منظور ترجمہ کیا ہے۔ تصنیف و تالیف اور شاعری، جس سے سردار کی فنکاری کے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ مذکورہ نثری ترجمہ کا عنوان غالب کا سومنات خیال ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ تنقیدی تاریخ میں اہم مقام کا حامل ہے۔

علی سردار جعفری سے ملاقات

ملاقاتی۔ گیان پیٹھ ایوارڈ ملنے پر آپ کیا محسوس کر رہے ہیں؟

سردار۔ گیان پیٹھ ایوارڈ کے لیے میرے نام کا انتخاب کیا گیا اس اطلاع سے مجھے خوشی ہوئی لیکن اس سے بھی زیادہ یہ خوشی ہوئی کہ یہ ایوارڈ نہ صرف میرے لیے بلکہ اردو ادب اور اردو تہذیب کے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔

ملاقاتی۔ یہ ایوارڈ آپ کو دیر سے مل رہا ہے اس سلسلے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟

سردار۔ ایوارڈ مجھے تاخیر سے مل رہا ہے ایسا سوچنا غلط ہے۔ کیونکہ اگر یہ تصور کریں کہ ہر زبان میں صرف دو بہترین تخلیق کار ہیں اور ان میں سے ایک ایک کو یہ ایوارڈ ملنا ہے تو جناب دوسرے کی باری ۴۰ سال میں آئے گی اور یہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ اردو زبان کا میں تیسرا ادیب ہوں جسے یہ اعزاز مل رہا ہے تب تاخیر یا دیر کیسی؟

ملاقاتی۔ اردو زبان و ادب کی موجودہ صورت حال پر اظہار خیال فرمایئے۔

سردار۔ مجھے اس بات کا بے حد افسوس ہوتا ہے کہ آزادی کے پچاس سال بعد بھی ہندوستان میں اردو کو اس کا جائز مقام نہیں دیا گیا اردو ہر اس جگہ کی پیداوار ہے جہاں ہندی زبان موجود ہے لہٰذا اسے ہندی بولی جانے والی ہر ریاست میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ وقت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اترپردیش، مدھیہ پردیش، ہماچل پردیش، راجستھان اور دلی جیسے ہندی علاقوں میں اردو کو دوسری زبان کا درجہ ملنا چاہیے مگر افسوس کہ اس پر صرف ریاست بہار میں عمل کیا گیا۔

ملاقاتی۔ گذشتہ دنوں معروف شاعر جناب مجروح سلطانپوری نے مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ مرلی منوہر جوشی کے ہاتھوں اردو اکادمی کا ایوارڈ لینے سے اس لیے انکار کر دیا تھا کہ پہلے کبھی وزیر اعلیٰ نے ایک جلسے میں مجروح صاحب کی مناسب توقیر نہیں کی تھی اس بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں؟

سردار۔ میں مجروح صاحب کے اس الزام سے متفق نہیں ہوں۔

ملاقاتی۔ آپ کو سب سے پہلے گیان پیٹھ ایوارڈ کی خبر کیسے ملی اور اس خبر کو سن کر کیا محسوس ہوا؟

سردار۔ ۱۶ر جنوری ۱۹۹۸ء جمعہ کی شام ٹھیک ۵ بج کر ۱۵ منٹ پر فون کی گھنٹی بجی۔ اتفاق سے ریسیور میں نے ہی اٹھایا دوسری جانب ڈاکٹر کرن سنگھ تھے۔ بولے "سردار آپ کو گیان پیٹھ ایوارڈ کے لیے منتخب کر لیا گیا ہے۔ ہندوستانی زبان و ادب میں آپ کی ادبی خدمات کے اعتراف میں گیان پیٹھ ایوارڈ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔" مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ سابق مرکزی وزیر اور گیان پیٹھ ایوارڈ کمیٹی کے رکن ڈاکٹر کرن

سنگھ دہلی سے بول رہے ہیں میں بہت خوش ہوا۔ آدمی آتا ہے چلا جاتا ہے لیکن یہ ایوارڈ، اعزاز و اکرام اس کی زندگی کو لافانی بنا دیتے ہیں۔ انسان کو ایک نہ ایک دن اس دُنیا سے چلے جانا ہے ؂

ایک سیلِ رواں دردِ حیات اور درد کا ساحل کوئی نہیں

گیان پیٹھ ایوارڈ نے واقعی میرے سر پر ایک سنہرا تاج رکھ دیا ہے۔

ملاقاتی۔ اس اعلان کے بعد سے آپ کو کیسا محسوس ہو رہا ہے؟

سردار۔ میری شاعری کی تاریخ خاصی طویل ہے زندگی کے ۸۴ برس گذارنے کے بعد میں گذرے وقت کے صفحات پلٹتا ہوں تو میرے سامنے میرے بچپن کا زمانہ بلرام پور گاؤں، جہاں میں پیدا ہوا، بچپن کے ساتھی سب کچھ یاد آرہا ہے پھر لکھنؤ کالج میں گذارے ہوئے سال اور ہم جماعت، پھر اشتراکیت کا وہ دور ایک کے بعد ایک سارے منظر نگاہوں کے سامنے رقصاں ہیں۔ بمبئی کی زندگی اور ساتھی غرض سب کچھ میری نظروں کے سامنے آگیا ہے۔

ملاقاتی۔ جب ڈاکٹر کرن سنگھ نے آپ کو اچانک فون پر خوشخبری سنائی تو یہ خوشی سب سے پہلے آپ نے کس کے ساتھ شیئر کی؟

سردار۔ اپنی بیوی سلطانہ کے ساتھ۔ اس وقت وہ جو ہو میں واقع شبانہ اعظمی کے گھر گئی ہوئی تھیں میں نے فون پر انھیں بتایا تو برجستہ بولیں

ہر عاشق ہے سردار یہاں
ہر معشوقہ سلطانہ ہے

ملاقاتی۔ آپ کی زندگی جدوجہد سے بھری ہوئی ہے اس بارے میں کیا خیال ہے؟

سردار۔ آپ نے بہت ٹیڑھا سوال پوچھا ہے اس وقت مجھے پرویز شاہدی (بہار) کی کہی ہوئی چند لائنیں یاد آرہی ہیں آپ بھی سنیے ؂

ہم نے جا کر دیکھ لیا ہے
حدِ نظر سے آگے بھی
راہ گذر ہی راہ گذر ہے
راہ گذر سے آگے بھی

ملاقاتی۔ آپ کی تخلیقات پر کن فنکاروں کا اثر ہے؟

سردار۔ میری تخلیقات پر صوفی سنتوں اور فقیروں کا گہرا اثر ہے۔ سنت گیانیشور، امیر خسرو، کبیر اور سنت تکارام نے انسانیت کو اونچا مقام دیا اور طبقاتی فرق کو ختم کیا وہی اثر میری تصنیفات میں در آیا ہے۔ انسانی معاشرے کی آزادی اور انسان کی سربلندی کی لڑائی لڑی ہے میں نے اپنے قلم کو انسانی زندگی کی بہتری کے لیے ہی استعمال کیا ہے۔

ملاقاتی۔ علی گڑھ میں اپنے زمانہ تعلیم کے بارے میں کچھ بتایئے۔

سردار۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں حصولِ تعلیم کے دوران سامراجیت اور فسطائیت کے خلاف لڑائی میں عملی طور پر شریک رہا علی گڑھ یونیورسٹی اشتراکیت کا خاص منبع تھا۔ ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ میں ترقی پسند تحریک کی بنیاد پڑی اس وقت کانگریس کے سامنے سائنسی سماج واد کا منشور تھا علی گڑھ میں مجھے کے۔ایم۔ اشرف جیسے استاد، محمد حبیب جیسے مورخ اور عرفان حبیب جیسے تاریخ داں ملے وہیں پر سجاد ظہیر، خواجہ احمد عباس اور عصمت جیسے اردو کے ادیب بھی تھے۔

ملاقاتی۔ آپ کے یہاں غالبؔ کا گہرا اثر ہے آج کل غالبؔ کی دو صد سالہ یوم پیدائش تقریبات پورے ملک میں

ستائی پیاری ہیں۔ غالب کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں آیا آج کے دور میں غالب کی اہمیت ہے؟

سردار۔ غالب آج بھی اتنے ہی عظیم شاعر ہیں جتنے اپنے دور میں تھے۔ غالب کو ہم اردو کا گوئٹے کہہ سکتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک طرف پیار کی مہک ہے تو دوسری جانب فلسفہ ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے کرشن کے ساتھ گیتا اور رادھا دونوں ہیں۔

ملاقاتی۔ بیرون ملک کے کن ادیبوں سے آپ کا رابطہ ہے؟

سردار۔ عظیم شاعروں نے ہمیشہ ہی انسان کی سربلندی کی لڑائی لڑی ہے اپنے قلم کو انسان کی بقا کے لیے استعمال کیا ہے۔ انسان کو بہتری اور صداقت کی راہ دکھائی ہے میری خوش قسمتی یہ ہے کہ پابلو نیرودا اور ترکی کے ناظم حکمت جیسی معروف ہستیاں میرے قریب رہی ہیں وہ میرے بزرگ تھے اور مجھے ان سے تحریک ملی ہے ہم سب والٹ وٹ مین اور مایا کووسکی وغیرہ سب ہی فارسی اور عربی کے شعراء سے متاثر تھے۔

ملاقاتی۔ اردو زبان کے تئیں آپ فکر مند رہتے ہیں۔ گذشتہ دنوں بھی آپ نے قومی اردو کونسل کے سیمینار میں فرمایا تھا کہ اردو کو فرقہ پرستی کا جامہ پہنا دیا گیا ہے آخر ایسا سوچنے کی کیا وجہ ہے؟

سردار۔ بات بالکل صاف ہے لیکن تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ اردو کو کسی خاص قوم یا فرقے کی زبان کیوں سمجھا جاتا ہے لوگ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اردو کی پیدائش ہندوستان کی سرزمین پر ہی ہوئی۔ دہلی اور متھرا کا علاقہ اردو کی جائے پیدائش ہے اسے کھڑی بولی مانا جاتا تھا یہ نہ صرف ہندوستانی زبان ہے بلکہ ہندوستان کی تہذیب و ثقافت سے جڑی ہوئی ہے اردو کے ساتھ ناانصافی ہوتی رہی جب کہ اردو ہر جگہ استعمال ہوتی ہے۔ سیاسی رہنما بھی اپنی تقاریر میں اردو کا استعمال کرتے ہیں وہ اکثر اردو کے شعر بھی پڑھتے ہیں۔ واجپئی، گجرال، من موہن سنگھ کی تقاریر سنئے ہر جگہ اردو کا چلن عام ہے اور تو اور ایوان میں جب بجٹ پیش ہوتا ہے تو وہاں بھی اردو کا استعمال کیا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ اردو کا استعمال ہر جگہ ناگزیر سا ہے آپ یقیناً میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔

ملاقاتی۔ ایک طرح سے یہ اچھا ہی ہوا کہ آپ نے ہندی فلموں کے گلیمر کی دنیا میں قدم نہیں رکھا آپ نے اس سے کس طرح دامن بچایا جب کہ دیگر معروف شعراء نے فلموں کے لیے گیت لکھے؟

سردار۔ مجھے کبھی فلمی دنیا اپنانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن میرے تعلقات سب ہی موسیقاروں اور فلم رائٹروں سے اچھے رہے ہیں اور جب ایم۔ آئی۔ دلوی کی صدارت میں مہاراشٹر اردو اکادمی نے مجھے ایوارڈ کے لیے منتخب کیا تو فلمی دنیا میں میرا خیر مقدم کیا گیا۔

قارئین کی توجہ کے لیے

اردو دنیا کو بہتر بنانے کے لیے اور کیا ہونا چاہیے؟

اگر اس کی قیمت بھی رکھی جائے تو کیا اس کی مقبولیت میں کمی آئے گی؟

اپنے علاقے کے اردو اداروں، اسکول، مدرسوں کی سرگرمیوں سے اردو دنیا کو واقف کرانا پسند کریں گے؟

تعارفی تبصرے

نام کتاب : امراض النساء
نام مصنف : حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی
طباعت : چوتھی
سائز : 23x36x16
جلد : مجلد
ضخامت : 712 صفحات
قیمت : 150 روپے
مبصّر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

یہ طب یونانی کے نصاب کی کتاب ہے اور بیشتر کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ پچھلے بیس برسوں میں اس کتاب کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے۔ حکیم شفقت اعظمی یونانی طب کے مستند محقق اور مصنف ہیں اور عورتوں کے امراض کے ماہر ہیں۔ طبی حلقوں میں اس کتاب کو بطور خاص سراہا گیا ہے۔

نام کتاب : معالجات (حصہ اول)
نام مصنف : حکیم وسیم احمد اعظمی
طباعت : دوسری
سائز : 23x36x16
جلد : مجلد
ضخامت : 457 صفحات
قیمت : 104 روپے
مبصّر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

چار حصوں پر مشتمل "معالجات" کا یہ پہلا حصہ ہے جس میں امراض دماغ، امراض قلب، امراض نظام تنفس، امراض ریہ اور امراض صدر کے اقسام، اسباب، علامات اور علاج پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

یہ طبی کالجوں کے نصاب کی اہم کتاب ہے۔ طلبا اور اساتذہ کے لیے یکساں اہمیت کی حامل ہے۔

آفسیٹ کی عمدہ طباعت، دیدہ زیب کتابت کے ساتھ مضبوط جلد اور چار رنگوں کے گرد پوش کے ساتھ ہے۔

نام کتاب : معالجات (حصہ دوم)
نام مصنف : حکیم وسیم احمد اعظمی
طباعت : دوسری
سائز : 23x36x16
جلد : مجلد مع گرد پوش
ضخامت : 663 صفحات
قیمت : 128 روپے
مبصّر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔8، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

چار حصوں پر مشتمل معالجات کے سلسلہ کی دوسری کڑی ہے جو امراض نظام ہضم و تولید و تناسل کے اقسام، اسباب، علامات اور علاج پر مشتمل ہے۔

یہ نصابی کتاب کے طور پر تمام طبی کالجوں میں منظور شدہ ہے۔

کتابت و طباعت اعلیٰ، جلد مضبوط اور گرد پوش دیدہ زیب ہے۔

نام کتاب : معالجات (جلد سوم)
نام مصنف : حکیم وسیم احمد اعظمی
طباعت : پہلی
سائز : 23x36x16
جلد : مجلد مع گردپوش
ضخامت : 576 صفحات
قیمت : 120 روپے
مبصر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔۸، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی

یہ طب یونانی کے نصاب کی کتاب ہے اور معالجات کے سلسلہ کی تیسری کڑی۔ طلبا و اساتذہ کے علاوہ عام اطبا بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس کے مصنف حکیم وسیم احمد اعظمی اپنی گزشتہ کتابوں اور تحریروں کی بنا پر استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔

نام کتاب : یونانی ادویہ مفردہ
نام مصنف : حکیم سید صفی الدین علی
طباعت : ساتویں
سائز : 23x36x16
جلد : پیپر بیک
ضخامت : 365 صفحات
قیمت : 60 روپے
مبصر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔۸، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی یہ ایک بہت مقبول عام کتاب ہے۔ پچھلے اٹھارہ سال میں اس کے چھ اڈیشن فروخت ہو چکے ہیں اور ساتواں اڈیشن ابھی چھپ کر آیا ہے۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل سات ابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ مقدمہ
۲۔ ادویہ نباتیہ
۳۔ ادویہ حیوانیہ
۴۔ ادویہ معدنیہ
۵۔ ادویہ اور ان کی مقدار خوراک
۶۔ ادویہ اور ان کے افعال
۷۔ چند اہم ادویہ اور ان کے مواقع استعمال

ان کے علاوہ فہرست ادویہ بھی آخر میں دے دی گئی ہے۔

یہ ایک مستند طبّی کتاب کے ساتھ ہی دلچسپ معلوماتی کتاب بھی ہے اس لیے ماہرین کے علاوہ عام قارئین میں بھی مقبول ہے۔

نام کتاب : مبادیات طب پر ایک تحقیقی نظر
نام مصنف : حکیم الطاف احمد اعظمی
طباعت : دوسری
سائز : 23x36x16
جلد : پیپر بیک
ضخامت : 180 صفحات
قیمت : 30 روپے
مبصر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔۸، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی

یونانی طب تمام ہندوستان میں کم و بیش اردو میڈیم میں ہی پڑھائی جاتی ہے۔ یونانی طب کے نصاب کی کتابیں دیگر پبلشرز بھی شائع کر رہے ہیں۔ قومی اردو کونسل مدت دراز سے طب کی نصابی کتابیں شائع کر رہا ہے جو طلباء اور اساتذہ میں بڑی مقبول ہیں۔ کوشش یہ ہے کہ جن موضوعات پر کتابیں بازار میں دستیاب نہیں ہیں ان ہی کو اشاعت کے لیے منتخب کرنا ہے کیونکہ قومی اردو کونسل کا کام

خلا کو پُر کرنا ہے۔ قومی اردو کونسل کی نصابی کتابیں نصاب کے عین مطابق، مشمولات کے لحاظ سے مستند اور اعلیٰ درجہ کی طباعت سے مزین ہوتی ہیں۔ یہ کتاب بھی ایک ایسا ہی نمونہ ہے۔

نام کتاب : جنت سنگار
نام مرتب : سیدہ جعفر
طباعت : پہلی
سائز : 23x36x16
جلد : مجلد مع گردپوش
ضخامت : 590 صفحات
قیمت : 180 روپے
مبصّر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔۸، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی

جنت سنگار مثنوی کا مصنف سترھویں صدی عیسوی کا مشہور دکنی شاعر ملک خوشنود تھا۔ ملک خوشنود کا دکن کے اہم مراکز گولکنڈہ اور بیجاپور دونوں سے تعلق رہا۔ دونوں درباروں میں اس کی پذیرائی ہوئی اور انعامات سے نوازا گیا۔

پروفیسر سیدہ جعفر ہمارے زمانے میں دکنی ادب اور زبان کی صف اول کی ماہر ہیں۔ موصوفہ نے برسوں کی محنت شاقہ کے بعد جنت سنگار کا متن بڑی تحقیق اور تدقیق کے ساتھ مدون کیا ہے جو اس کتاب میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ متن پر حواشی لکھے ہیں اور ملک خوشنود کی زندگی اور فن پر ایک سیر حاصل مقدمہ لکھ کر کتاب میں شامل کیا ہے۔ یہ کتاب اردو کی ادبی تاریخ کے ایک گمشدہ باب کی بازیافت کی حیثیت رکھتی ہے۔ طلباء اساتذہ اور شائقین ادب کے لیے ایک تحفہ سے کم نہیں۔

نام کتاب : شعر شور انگیز (جلد اول تا چہارم)
نام مصنف : شمس الرحمٰن فاروقی
طباعت : دوسری
سائز : 23x36x16
جلد : مجلد مع گردپوش
ضخامت : جلد اول 712 صفحات،
جلد دوم 517 صفحات،
جلد سوم 697 صفحات،
جلد چہارم 810 صفحات
قیمت : جلد اول 150 روپے،
جلد دوم 130 روپے،
جلد سوم 150 روپے،
جلد چہارم 170 روپے
پورا سیٹ 600 روپے
مبصّر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔۸، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی

اس کتاب کے مصنف شمس الرحمٰن فاروقی عہد جدید کے صف اول کے اردو نقاد ہیں۔ شعر شور انگیز خدائے سخن میر تقی میر کے منتخب کلام پر تنقید کے نئے زاویوں سے تشریح و توضیح ہے۔ مصنف نے مشرق و مغرب کی تنقیدی کسوٹیوں سے منصفانہ اور مساویانہ استفادہ کیا ہے اور افراط و تفریط سے اپنا دامن بچایا ہے۔ میر صاحب کے کلام پر یہ ایک عہد ساز کام ہے جس کی ہر مکتب فکر کے نمائندے اور علم بردار نے تحسین کی ہے۔

اس کتاب پر مصنف کو کے۔کے۔ برلا فاؤنڈیشن، نئی دہلی سے ہندوستان کا رقم کے اعتبار سے سب سے بڑا انعام سرسوتی سمان جو پانچ لاکھ روپے پر مشتمل ہے ۱۹۹۶ء کے لیے دیا۔ یہ گیان پیٹھ انعام کی طرز پر ہر سال ہندوستانی زبانوں

میں محض کسی ایک کتاب کے مصنف کو عطا کیا جاتا ہے۔
اردو زبان کو یہ انعام شعر شور انگیز کی بنا پر پہلی بار دیا گیا ہے۔
یہ جلدیں کیونکہ پہلی بار یکے بعد دیگرے شائع کی گئی تھیں اس لیے بعض اصحاب کا سیٹ ادھورا ہو گا۔ اس کی کوئی ایک جلد بھی منگائی جاسکتی ہے۔ دوسری طباعت میں اس کی چاروں جلدیں ایک ہی بار میں چھاپ کر جاری کی گئی ہیں تاکہ جو چاہے پورا سیٹ طلب کر سکتا ہے۔

نام کتاب : اردو زبان کی تدریس
نام مصنف : معین الدین
طباعت : تیسری
سائز : 23x36x16
جلد : پیپر بیک
ضخامت : 145 صفحات
قیمت : 40 روپے
مبصر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔۸، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

اردو میڈیم بی۔ ایڈ کے طلبا و اساتذہ کے لیے نصاب کی کتاب ہے۔ اس کی مقبولیت اور بازار میں مانگ کے باعث تیسری بار اس کو شائع کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں مصنف نے کچھ ترمیم و اضافے بھی کیے ہیں۔ اس کے مشمولات نصاب کے مطابق اور طرز تحریر دلنشیں اور ترسیلی ہے۔ نصاب کی کتاب کو دلچسپ بنانا آسان کام نہیں ہے۔ مگر پروفیسر معین الدین نے اس کو ایسا ہی بنایا ہے جس سے اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔

نام کتاب : ہندوستان کی بزرگ ہستیاں (حصہ اول)
نام مصنف : صفدر حسین
طباعت : پہلی
سائز : 23x36x16
جلد : پیپر بیک
ضخامت : 87 صفحات
قیمت : 15 روپے
مبصر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک۔۸، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

یہ کتاب بچوں کے ادب کی ہے۔ اس لیے کتابت ۱۷ سطری مسطر پر جلی ہے۔
تاریخی اور اخلاقی نقطہ نظر سے مندرجہ ذیل بزرگوں کے سوانح مختصراً پیش کیے گئے ہیں۔

۱۔ گوتم بدھ
۲۔ شنکر آچاریہ
۳۔ معین الدین چشتیؒ اجمیری
۴۔ گرونانک
۵۔ فریدالدینؒ گنج شکر
۶۔ میرابائی
۷۔ سنت تلسی داس
۸۔ دیانند سرسوتی
۹۔ رام کرشن پرمانند

اس کتاب میں ہندوستان کی بزرگ ہستیوں کے سوانح دلچسپ انداز میں پیش کیے گئے ہیں جس سے ان کی عظمت اور بزرگی کا نقش نئی نسل کے دلوں پر بیٹھے۔ ان کے کردار کی بلندی اور اس کے مظاہر کو پیش کیا گیا ہے۔ آج کے بدلتے ہوئے اور اخلاقی کش مکش کے دور میں بزرگوں کے اخلاق اور کردار کو بار بار بیان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل ان کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھے اور اپنائے۔
آفسیٹ کی شفاف طباعت اور دیدہ زیب کتابت ہے۔

نام کتاب . ننھے منے گیت
نام مصنف . کیدار ناتھ کومل
طباعت : پہلی
سائز : 23x36x16
جلد : پیپر بیک
ضخامت : 63 صفحات
قیمت : 13 روپے
مبصّر : انوار رضوی
ناشر : قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔۸، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے یہ بچوں کے لیے شاعری کی کتاب ہے۔ اس کی کتابت جلی اور لفظیات محدود ہے۔ گیتوں کی زبان عام بول چال کی اور روز مرہ ہے۔ ہر گیت کے ساتھ ایک دلچسپ تصویر بھی ہے۔ اردو کی مہارت بڑھانے کے لیے چھوٹے بچوں کے واسطے بے حد کار آمد ہے۔ بڑے بچے بھی اس سے اردو کی مہارت بڑھا سکتے ہیں۔

طباعت کتابت عمدہ اور شفاف ہے۔

فرہنگ آصفیہ، مولفہ: سید احمد دہلوی

یہ اردو زبان کی وہ مشہور اور مستند لغت ہے جو برسوں سے نایاب تھی۔ اس لغت میں عربی، فارسی، ترکی، ہندی سنسکرت اور انگریزی کے وہ الفاظ شامل ہیں جو اردو زبان کا جزو بن چکے ہیں۔ اس کی کچھ اہم خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ عدالتی الفاظ
۲۔ بیگماتی محاورات
۳۔ اہل پیشہ واہل حرفہ کی ضروری اصطلاحات
۴۔ داخل روزمرہ ضرب الامثال
۵۔ اشارات وکنایات
۶۔ تاریخی واقعات
۷۔ مناسب حال مادے
۸۔ علم زبان کے رموز و نکات
۹۔ اردو صرف ونحو کے قاعدے
۱۰۔ ملک کی متداولہ اسمیں
۱۱۔ قدیم وجدید تحقیقات کے اختلافات مع نظائر
۱۲۔ نظم ونثر میں لفظوں کے کثیر المعانی استعمال کی مثالیں اوروجہ تسمیہ
۱۳۔ تماولیا اور فقرائے ہند کے اسمائے گرامی مع حالات
۱۴۔ علمائے کرام کے نام اور مختصر سوانح حیات

علاوہ ازیں دیگر امور کی تشریحات بھی اس لغت میں درج ہیں چار جلدوں پر مشتمل یہ لغت ۵۵ ہزار سے زائد الفاظ کا بے مثال ذخیرہ ہے۔

فوٹو آفسیٹ سے شائع کردہ اس فرہنگ میں اصلی ایڈیشن کی بعض غلطیوں کا ازالہ کردیا گیا ہے۔

سائز 20x26/4
صفحات ڈھائی ہزار سے زائد
قیمت (مکمل تین جلدیں) 750 روپے
نوٹ سہ ماہی رسالہ اردو دنیا مفت حاصل کریں۔ کتابوں کی معلومات کے لیے لکھیں۔

شعبۂ فروخت:
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
ویسٹ بلاک۔۱، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔۱۱۰۰۶۶
Green House, 2nd Floor,
Nampally Station Road, Hyderabad.

اجمالی تبصرہ

نام کتاب : Studies in History of Medicine & Science

مجلّہ کا نام : اسٹڈیز ان ہسٹری آف میڈیسن اینڈ سائنس (تاریخ طب اور سائنس کا مطالعہ)

مدیر اعلیٰ : جناب حکیم عبدالحمید

ادارتی بورڈ:

مدیر : پروفیسر سید محمد رضاءاللہ انصاری

شریک مدیر : پروفیسر سید ظل الرحمان

مدیر معاون : محمد جمال الدین خاں

سرکولیشن آفیسر : شمیم بانو

جلد : 14

ضخامت : 224 صفحات

قیمت : 75 روپے

مبصر : شاداب قمر

ناشر : جامعہ ہمدرد (ہمدرد یونیورسٹی) ہمدرد نگر، نئی دہلی۔ ۶۲

زیر نظر مجلّہ پہلا بین الاقوامی سطح کا ہے جو ہندوستان میں اس موضوع پر شایع ہوتا ہے۔ یہ جناب حکیم عبدالحمید صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے ۱۹۸۳ء میں مذکورہ مجلّہ شروع کیا تھا۔ اب تک اس کی چودہ جلدیں شایع ہو چکی ہیں۔ یہ پہلے سہ ماہی مجلّہ تھا لیکن ۱۹۸۶ء سے یہ ششماہی مجلّہ کی شکل میں شایع ہونے لگا۔ جس میں طب کے علاوہ سائنس کے موضوعات پر بھی مضامین شامل ہوتے ہیں۔ یہ ایسا معیاری مجلّہ ہے جو انگریزی میں بھی شایع ہوتا ہے لیکن اس کے لیے مواد فارسی اور عربی سے بھی اخذ ہوتے ہیں۔ بلکہ کئی جلدوں میں تو فارسی متن بھی چھپا ہے۔

اس مجلّہ میں بیرون ملک کے اسکالرز بھی اپنے مضامین شایع کرانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ آج تک اس کی جتنی جلدیں شایع ہوئی ہیں اس میں تقریباً آدھے سے زیادہ مضامین بیرون ملک کے اسکالروں کے ہیں۔ اس میں اہم نام ڈیوپڈ پنگری پروفیسر ایس۔ کے۔ حمیر نے (امریکہ) وائی۔ اوھشی (جاپان)، بی۔ اے۔ روزنفلڈ (روس)، ڈاکٹر ایم۔ محقق (ایران)، اے۔ ڈی۔ اردیمیر (ترکی)، ایم۔ سوسی (تونیسیا)، ایم۔ سعید (پاکستان)، ڈاکٹر آئی۔ چنیسی (اٹلی) اور پروفیسر اے۔ ایم۔ نسیار (جورڈن) کے ہیں۔ اس مجلّہ کو بین الاقوامی برادری میں روشناس کرانے اور موجودہ معیار تک پہنچانے میں اس کے مدیر پروفیسر ایس۔ ایم۔ رضاء اللہ انصاری کا بہت اہم کردار رہا ہے۔

اس کا تازہ شمارہ جلد نمبر چودہ نو عنوانات پر مشتمل ہے، جس میں چار طب اور پانچ سائنس سے متعلق ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں سائنس سے متعلق کانفرنس رپورٹ بھی شامل ہے۔ طب سیکشن میں "حضورؐ سے قبل اور حضورؐ کے زمانے کے طب" سے متعلق عمدہ مضمون پروفیسر سید ظل الرحمان نے قلم بند کیا ہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر بی۔ وی۔ سوبریا کا مضمون ہے جو جنوبی ہند کے سدھا میڈیسین کے متعلق ہے۔ آیورویدا اور یونانی طب ہندوستان کے ہر کونے میں مشہور ہے لیکن سدھا صرف تامل ناڈو تک ہی محدود ہے۔ اس کے علاوہ سنگاپور اور ملیشیا جہاں تمل زیادہ تعداد میں ہیں وہاں بھی جانا جاتا ہے۔ ہندوستان میں اس کے کل ۱۰۸ اسپتال ہیں۔

سائنس سیکشن میں ڈاکٹر آئی۔ چنیسی کا مضمون "ہندوستان میں ایٹالین رصدگاہ" کافی اہم ہے۔ اس میں انھوں نے کلکتہ کے رصدگاہ کی تاریخ اور اس کی اہمیت پر بحث کی ہے۔

علاوہ از ایں ہو۔ کوانگ چی جو چین کا بہت بڑا ریاضی

واں تھا اس کے متعلق ایم۔ کے۔ سیوکانی مفصل مضمون ہے۔

اس کے علاوہ پروفیسر انصاری اور پروفیسر شرما کے اہم مضامین بھی شریک اشاعت ہیں۔

اس مجلہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر جتنے غیر انگریزی الفاظ آتے ہیں اسے Standard طریقہ سے Transliterate کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کا صحیح تلفظ کیا جاسکے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ لفظ غیر انگیریزی زبان کا ہے۔ مثال کے طور پر ابوسعید (Abūsa'īd)، ذہبی (Dhahabī)، طب نبوی (Tibb-i-Nabawī)، حافظ (Hāfiẓ) وغیرہ۔ سب سے آخر میں اس مجلہ کا انڈیکس بھی ہوتا ہے۔

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ مجلہ طب اور سائنس کے اہل قلم کے لیے بہت اہم ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مجلہ ABC-CLIO کے ذریعہ ایبسٹریکٹ کیا جاتا ہے اور Periodica Islamica میں اس کا Contents انڈیکس کیا جاتا ہے۔

اجمالی تبصرہ

نام کتاب	:	سوغات
وقفہ اشاعت	:	درج نہیں۔
ایڈیٹر پرنٹ پبلشر	:	مریم لیاز
سائز	:	23x36x16
ضخامت	:	699 صفحات
قیمت	:	125 روپے
مبصر	:	ڈاکٹر کمال احمد صدیقی
پتہ	:	48، تھرڈ مین ڈیفنس کالونی، اندرانگر، بنگلور۔560038

بنگلور ہے تو کنڑ کا علاقہ، لیکن حیدر آباد اور ارکاٹ (مدراس) کی طرح کرناٹک بھی دکن کے اس خطے میں ہے، جہاں اردو کا چلن رہا ہے۔ بنگلور اردو صحافت کا ایک اہم مرکز ہے۔ آزادی سے پہلے صمد شاہین اور ممتاز شیریں بنگلور ہی سے نیا دور (دوماہی) نکالتے تھے، جس نے بہت جلد ایک اہم مقام حاصل کرلیا۔ تقسیم ملک کے بعد دونوں پاکستان چلے گئے اور نیا دور کراچی منتقل ہو گیا ساقی اور نیا دور کے کراچی چلے جانے کی وجہ سے ہندوستان میں اردو اعلیٰ معیار کے دو اہم رسالوں سے محروم ہو گئی تھی۔ دہلی میں شاہراہ نے ساقی کی کمی پوری کی۔ پرکاش پنڈت نے یہ کام سنبھالا، اور وہ اسے نیا دور کے نمونے سے ساقی کے نمونے پر لے آئے۔ شاہراہ ترقی پسند ادبی تحریک کا ترجمان بن گیا اور اس نے بہت اہم رول ادا کیا، لیکن اسے بہت زیادہ زندگی نہ ملی۔ بنگلور میں نیا دور کی روایت کو ۱۹۵۷ء میں محمود لیاز نے سوغات کے نام سے نئی زندگی دی اور کچھ اس لگن سے یہ کام کیا کہ سوغات نے اپنی شناخت ایسی مستحکم بنائی کہ جب سے آج تک اشاعت دوبار معرض التوا میں پڑی، لیکن اردو کے ادبی حلقے، خصوصاً اردو کے ادیب سوغات اور مدیر سوغات محمود لیاز کو ایک زندہ اور جاری روایت سمجھتے ہیں۔ یہ روایت اتنی مستحکم ہے کہ پچھلے سال مارچ میں محمود لیاز کا انتقال ہو گیا، اس کے باوجود زندہ رہی، اور خیال ہے کہ مدتوں زندہ رہے گی، جس طرح حسرت موہانی کے اردو معلّٰی، دیا نرائن نگم کے زمانہ مخزن، ساقی، ادب لطیف اور ہمایوں وغیرہ کی روایتیں آج بھی زندہ ہیں۔

نومبر ۱۹۹۷ء میں سوغات کا ۱۲واں شمارہ بیگم مریم لیاز، مغنی تبسم، خلیل مامون اور عزیز اللہ بیگ کی ادارت میں شائع ہوا ہے، جو نہ صرف محمود لیاز کی یادوں سے منسوب ہے، بلکہ اسی سلیقے اور کردار کا مظہر ہے، جو محمود لیاز کی ادارت میں شائع ہونے والے شماروں کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شمارے کا بڑا حصہ خود محمود لیاز نے مرتب کیا تھا، جو ان کی علالت کی وجہ سے ان کی زندگی میں

شائع نہ ہو سکا۔ دوسری وجہ ادارۂ تحریر کی مرحوم سے قربت ہے، جس نے لفظ لفظ، بلکہ حرف حرف پر مرحوم کے طریق کا پابند رکھا۔ نقشِ اوّل میں مغنی تبسم نے لکھا ہے۔

"... محمود ایاز مرحوم نے اس شمارے کا بڑا حصہ مرتب کر لیا تھا، اور چاہتے تھے کہ جلد از جلد اسے شائع کر دیں۔ ... ایاز صاحب کی وفات سے چند ماہ بعد سوغات کی اشاعت کے بارے میں غور کیا گیا اور ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ سوغات کو ایاز صاحب مرحوم کی یادگار کے طور پر جاری رکھا جائے۔ بیگم ایاز نے اس تجویز کی حمایت کی۔ اب انھیں کی ادارت اور سرپرستی میں انشاء اللہ سوغات شائع ہوتا رہے گا۔"

نثر اور نظم میں محمود ایاز کے بارے میں اہم اہلِ قلم نے اپنے تاثرات پیش کیے ہیں۔ جمالِ ہم نشیں کے عنوان سے شائستہ یوسف نے جو کچھ لکھا ہے، محمود ایاز کی شخصیت کے دل و دماغ میں سما جانے والے نقش اس میں ہیں، اسلوب محمد حسین آزاد سے مختلف ہے، لیکن تاثر آبِ حیات کے مرقعوں جیسا ہے۔ گوشۂ محمود ایاز میں یہ سب سے اہم مضمون ہے۔ آلِ احمد سرور، مغنی تبسم، خلیل مامون اور فضیل جعفری کی تحریریں اہمیت کی حامل ہیں۔ نیر مسعود نے محمود ایاز کے خطوں سے اقتباسات پیش کیے ہیں۔ کسی تبصرے کے بغیر لیکن اہم وضاحتوں کے ساتھ اور ان سے محمود ایاز کے ذہنی منظر نامے کے کچھ اہم حصے سامنے آتے ہیں۔ اسی حصے میں شمس الحق عثمانی کا ایک دستاویزی خلاصہ "نقشِ اوّل میں محمود ایاز کے شکارے" شامل ہے۔ جو 113 صفحات پر محیط ہے۔ یہ بڑی عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے، اور سوغات کے پچھلے شمارے توجہ سے پڑھنے کے لیے ذہن کو مہمیز کرتا ہے۔

گوشۂ محمود ایاز میں ایاز کے تین مضامین، بارہ نظمیں اور سات غزلیں شامل ہیں۔ ایاز بہت اچھے کمیونیکیٹر تھے۔ ترسیل اور ابلاغ کا ملکہ ان میں اس محنت سے آیا تھا، جس سے انھوں نے ترجمے کیے تھے، اخباری خبروں کے نہیں، علمی مضامین کے ترجمے، ترجمہ نہ معلوم ہو، تو بہت اچھا ہے، لیکن ترجمہ اگر فوری ترسیل کا وصف رکھتا ہو، اور ترجمہ بھی معلوم ہو، تو بھی کوئی حرج نہیں۔ زماں مکاں اور شاعری ادارتی نوٹ کے مطابق "غالباً ترجمہ" ہے۔ اگر تھوڑی محنت کر کے، اصل کی نشاندہی کی گئی ہوتی تو بہت مناسب بات ہوتی۔ دوسرا مضمون قرۃ العین حیدر کے ناول "آگ کا دریا" پر تبصرہ ہے۔ نو صفحوں میں نہ صرف آگ کا دریا کا مطالعہ ہے، بلکہ فکشن پر ایاز کی جو نظر تھی اور اس عریض و وسیع میدان میں ان کا جو گہرا مطالعہ تھا، وہ واضح ہے۔ اس تبصرے کی الگنی پر انھوں نے اپنی معلومات نہیں ٹانگی ہیں، بلکہ قرۃ العین حیدر کے اس ناول کا مطالعہ کیا ہے، جو اردو فکشن میں طلسم ہوشربا کی طرح ایک داستان بطرزِ نو ہے، اور ایک اہم سنگِ میل ہے۔

ادبی شخصیتوں اور ان کے فن اور تخلیقات کے تعیّن کا کام اگر حکمرانی کرنے والے ادارے (Establishment) اپنے ہاتھ میں لے لیں، تو اکثر دھاندلی ہوتی ہے۔ سنجیدہ تنقید ان فیصلوں کو ماننے سے انکار کرتی ہے، اور احتجاج بن جاتی ہے۔ دو ناول اور آدم جی انعام، اس کی مثال ہے، اور محمود ایاز کی سلامتیِ طبع کا ثبوت بھی۔

علامت پسندی کی روایت ایک تعارف، سی۔ ایم۔ بورا کی تحریر کا ترجمہ ہے اور اتنا رواں ہے کہ اردو میں طبعزاد مضمون ہونے کا احساس ہوتا ہے۔

آلِ احمد سرور اقبال پر بہت گہری نظر رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال، ہمارے عظیم شاعر، حمید نسیم کی کتاب ہے جس پر آلِ احمد سرور نے تفصیل سے اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔ ان کا یہ جملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ "دراصل یہ بحث ہی غیر ضروری ہے کہ اقبال بڑے فلسفی ہیں یا بڑے شاعر۔ ہاں ایک فلسفی کی حیثیت سے ان کا مطالعہ ہو سکتا ہے، اس لیے کہ ان کی فکر میں ایک وحدت ضرور ملتی ہے"۔ خود اقبال کو اپنے مجموعہ اضداد ہونے کا احساس تھا اور اس کا

اعتراف بھی انھوں نے کیا ہے۔ تاجِ برطانیہ ہی نہیں نواب بہاولپور سے بھی اقبال کو عقیدت رہی تھی اور برطانوی اقتدار ہی نہیں سرمایہ داری کے خلاف انھوں نے اپنی شاعری کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ سرور صاحب کی یہ بات بھی توجہ چاہتی ہے۔

"انھوں نے ایک معنی خیز بات یہ بھی کہی ہے کہ شکوہ، جوابِ شکوہ، خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا، مثنوی اسرار و رموز، اے اقوامِ مشرق، اور مسافر اور ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز کا بیشتر کلام ہماری قوم اور ملت کی سیاسی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ لیکن یہ شاعری، یہ خطبات (کذا) یہ اندازِ تعبیر، علامہ اقبال کی اصل پہچان نہیں۔ ان میں بیشتر کلام عالمِ اسلام کے اکثر ملکوں کے حصولِ آزادی کے بعد اپنا مقام حاصل کر چکا اور اب Date (کذا Dated) ہو چکا ہے"۔

حمید نسیم کے خیال سے اتفاق کرنے کے لیے جس بصیرت اور عقیدت اور تاریخی شعور کی ضرورت ہے وہ شاید ہی ان کے علاوہ کسی کو ملی ہو یا ملے!

معمول کے مضامینِ نظم و نثر کے علاوہ سوغات کے اس شمارے میں معروف مزاح نگار شفیق الرحمان کے لیے بھی ایک ضخیم گوشہ ہے۔ اور یہ بہت خوب اور بہت مفید ہے۔

بازگشت میں سوغات کے اہم اور نامور قلمی معاونین کے خطوں کے اقتباس ہیں۔

سات سو صفحات پر مشتمل یہ شمارہ جس کی قیمت صرف سوا سو روپے ہے، بڑی اہمیت کی کتاب ہے۔ اتنی کم قیمت میں اس معیار کی کیا کوئی گھٹیا کتاب بھی بازار میں فراہم نہیں۔ سوغات کو زندہ رہنا چاہیے تاکہ محمود ایاز کی ادبی خدمت کا فیض جاری رہے۔

اجمالی تبصرہ

نام کتاب	:	آؤ گائیں، خوشی منائیں (بچوں کے گیت)
مؤلفین	:	ڈاکٹر خطیب سید مصطفےٰ ڈاکٹر مہ جبیں انجم
سائز	:	23x36x16
ضخامت	:	120 صفحات
قیمت	:	درج نہیں
سنہ اشاعت	:	درج نہیں۔ غالباً 1995
مبصر	:	ابو ظہیر ربانی
پتہ	:	سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لینگوئجز میسور اور کرناٹکا اردو اکادمی بنگلور۔

اردو زبان میں بچوں کے ادب کی کمی ہمیشہ سے محسوس کی جاتی رہی ہے۔ خصوصاً چھوٹے بچوں کی نظمیں (Nursery Rhymes) جو انگریزی اور دوسری زبانوں میں بہت عام ہیں اردو میں ایک تو بہت قلیل تعداد میں لکھی گئی ہیں دوسرے باضابطہ مرتب شکل میں منظرِ عام پر بہت کم آسکی ہیں۔ 'آؤ گائیں خوشی منائیں' کی اشاعت اردو زبان میں Nursery Rhymes کی ضرورت کو پوری کرنے کی سمت میں ایک مثبت اور قابلِ ستائش قدم ہے۔

نظم ایک ایسی صنف ہے جس کی موزونیت، موسیقیت اور غنائیت کی وجہ سے انسان بچپن سے ہی اس کی طرف کشش محسوس کرتا ہے اور آہنگ میں گائے جارہے گیتوں اور لوریوں کو غور سے سننے اور دہرانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ موسیقیت اور نتیجتاً کشش کسی بھی زبان کی نظم میں ہو سکتی ہے کیونکہ بچوں کو عموماً الفاظ و معنی سے اتنا زیادہ تعلق نہیں ہوتا جتنا کہ موسیقیت اور آہنگ سے۔ لیکن استعمال شدہ الفاظ اگر ان کی دلچسپی کے ہوں تو مزید تاثر کے ساتھ ان کے دل میں اترتے ہیں اور دوسرے نئے الفاظ بھی ان کے ذہن پر نقش ہو جاتے ہیں جو ان کے اندر زبان کی

رغبت اور انسیت کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ یہ زبان کی مٹھاس سے محظوظ ہونے کا احساس پیدا کرتے ہیں اور انگریزی مقولہ The child is the father of the man کے مطابق بچے کے اندر زبان کی چاہت کو تحلیل کر کے آنے والے وقت میں ادبی رجحان اور شعری ذوق پیدا کرتے ہیں اور ایک بہتر قاری یا شاعر و ادیب کی بنیاد رکھتے ہیں۔

سنٹرل انسٹی ٹیوٹ آف انڈین لینگویجز، میسور کی طرف سے کرناٹک اردو اکادمی کے تعاون سے شائع اس کتاب میں آسان اور دلچسپ نظمیں مرتب کی گئی ہیں۔ یہ نظمیں قلیل مصرعوں اور مختصر بحروں میں ہیں جو بچوں کی زبان اور یادداشت کے مناسب ہیں۔

ہم نے ایک بلی ہے پالی
کالی بھوری بھوری کالی

اس سے ڈر کر چوہے بھاگے
کوئی پیچھے کوئی آگے

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں موجود نظمیں تین تا چار سالہ بچوں کے لئے ہیں جب کہ حصہ دوم چار تا پانچ سالہ بچوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ نظمیں ایسے عنوانات کا احاطہ کرتی ہیں جو بچوں کی دنیا میں خاص اہمیت رکھتے ہیں اور جن میں بچے کشش محسوس کرتے ہیں۔ اس میں جہاں ایک طرف کیڑے مکوڑے جانور جیسے تتلی، جگنو، بندر، گائے، بلی وغیرہ کا ذکر ہے تو دوسری طرف نباتات، پھل پھول اور دوسری غذائی اشیاء کا۔ اس میں گڑیا، کاٹھ کا گھوڑا، لٹو جیسے کھلونوں کا ذکر ہے تو آنکھ مچولی، راجہ رانی، پتنگ بازی جیسے عام دلچسپی کے کھیلوں کا بھی۔ اس میں ماں باپ، نانی، دادی وغیرہ رشتہ داروں کو موضوع بنایا گیا ہے جن کے درمیان بچہ پرورش پاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں جسمانی اعضاء، فطرت سے متعلق چیزوں وغیرہ کا بھی ذکر آیا ہے جو بچوں کے ارد گرد کے ماحول سے مطابقت و مناسبت رکھتی ہیں۔ یہ کتاب واقعی نرسری کلاس کے درس میں شامل ہونے کے لائق ہے۔

نام کتاب	:	رہ گزار سخن (شعری مجموعہ)
نام مصنف	:	اطہری فضا
طباعت	:	پہلی
سائز	:	23x36x16
جلد	:	مجلد مع گرد پوش
ضخامت	:	142 صفحات
قیمت	:	40 روپے
مبصر	:	محمد نثار رامپوری
ناشر	:	ندائے وقت پبلیکیشنز، حیدر آباد

شاعروں نے جہاں ایک طرف شاعری کی دیوی کے قدموں میں اپنے شعری گلدستوں کے پھول نذر کر کے اسے عزت و احترام بخشا ہے۔ وہیں دوسری طرف متشاعروں نے کئی اسباب سے اس کے وقار کو مجروح کیا ہے۔ لیکن اطہری فضا کے شعری مجموعہ "رہ گزار سخن" کا شمار پہلے زمرے میں کیا جاسکتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے شعری مجموعے کا آغاز شعر سے کیا ہے ۔

"داستاں درد کی یا پھول کی فریاد لکھوں
حال اس دور کا یا وقت کی آواز لکھوں"

انھوں نے اردو شاعری کی شعری روایات کو الفاظ کے خوبصورت پیکر میں کماحقہ ڈھالنے کی کوشش کی ہے لیکن معنی آفرینی کے اعتبار سے تہی دستی کا احساس جابجا ہوتا ہے مثلاً آسان بحر میں کہی گئی ان کی ایک غزل کے شعر ملاحظہ ہوں ۔

جب سے وہ راہبر ہوگئے
مرحلے سارے سر ہوگئے
زندگی الجھنوں میں کٹی
خود سے ہم بے خبر ہوگئے

ان اشعار میں خارجی معنی اور قافیہ پیمائی کے علاوہ داخلی تہہ داری کی جانب ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا۔ اس قسم کی اور بھی غزلیں یا ان کے دیگر اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں۔ تاہم عصر حاضر کی شاعری کی لذت سے محظوظ ہونے کے لیے یہ شعری مجموعہ ذوق سلیم کو مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔

جنت سنگار سے

اقتباس

حضرت امیر خسرو (1301ء) نے فارسی میں "بہشت بہشت" لکھی تھی، اس کے تتبع میں ملک خوشنود نے "جنت سنگار" لکھی جو غالباً 1646ء میں منظوم ہوئی۔ اردو تاریخ میں اس کا اہم مقام ہے۔ اس نایاب مثنوی کو بنیادی متون کے مطالعہ کے لیے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی نے شائع کیا ہے۔ ذیل میں مذکورہ کتاب سے ایک اقتباس دیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

قدیم ہندوستانی قصوں سے اثر پذیری

"جنت سنگار" کے ایک قصے میں ایک دغاباز وزیر اپنے بادشاہ کے خالی جسد میں منتر کے زور سے اپنی روح منتقل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھتا اور داد عیش دیتا ہے۔ اس عمل کو پرکایا پرویش کہا جاتا ہے۔ دوسرے جسد میں روح کی منتقلی کا تصور ہندوستانی عقائد کا آفریدہ ہے۔ ہندوستان کی بیسوؤں قدیم لوک کتھاؤں کے پلاٹ اسی تصور کے گرد گھومتے ہیں۔ خوشنود نے ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جب ہم دکنی مثنویوں کے قصوں کا تنقیدی مطالعہ کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ دکن میں چند مخصوص لوک کتھائیں بہت زیادہ مقبول رہی ہیں اور منظوم داستانوں میں انھیں متعدد مرتبہ دہرایا گیا ہے۔ نظامی کی "کدم راؤ پدم راؤ" میں منتر کے زور پر روح کے ایک جسد سے دوسرے جسد میں منتقل ہونے کی داستان نظم کی گئی ہے۔ ابن نشاطی کی "پھول بن" میں بھی پرکایا پرویش پر مبنی قصہ پیش کیا گیا ہے اور یہی حال ملک خوشنود کی "جنت سنگار" کا ہے۔ روح کو دوسرے جسم میں پہنچانے جانے کے تصور پر مبنی قصے قدیم دور میں بہت مقبول رہے ہیں اور ان سے مختلف دکنی شعرا نے استفادہ کیا ہے۔ ہندوستانی قصص کا یہ عنصر بھی جنت سنگار میں مقامی رنگ کا اضافہ کرتا ہے۔

سبز گل کی داستان کا مرکزو محور تبدیل قالب کا تصور ہے یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یوگ ودیا میں تبدیل قالب ایک ممکن الوقوع امر تصور کیا جاتا ہے اور اس تصور کی سحر آفرینی اور تحیر العقل نوعیت سے داستانوں میں مدد لی گئی ہے۔ اس طرح کی مافوق الفطرت باتیں داستان میں حیرت زائی کے لیے بھی مفید ثابت ہوتی تھیں اور انھیں بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ اس لیے پیش کیا جاتا تھا کہ یوگ ودیا میں اس کا جواز موجود تھا رام کمار ورما "کبیر کا رہسیہ واد" میں رقمطراز ہیں کہ ہٹ یوگ کے "منی پورک چکر" کو سدھ کر لینے والا یوگی اپنی روح کو دوسرے جسم میں منتقل کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

فارسی کے "بہار دانش" کی بنیاد بھی تبدیل جسد کے واقعے پر رکھی گئی ہے۔ سرور نے "فسانۂ عجائب" میں وزیر زادے کی مکاری اور بد طینتی اور شہزادے کے جسم میں اپنی روح پہنچا کر بندر اور پھر طوطے کا جسد اختیار کرنے کا قصہ بیان کیا ہے۔ پرکاش مونس لکھتے ہیں:

> "تبدیل قلب کا تصور اصل میں ہندو عقیدہ تناسخ سے ماخوذ ہے۔ تناسخ میں بہرحال روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں جاتی ہے۔ چوں کہ ہندی مصنف عقیدۂ تناسخ پر ایمان رکھتے تھے اس لیے انھوں نے تبدیلی قالب کو اپنی تصانیف میں جگہ دینی شروع کی وہیں سے اردو ادب میں یہ مستعار لیا گیا ہے۔

اردو ادب میں پہلی بار اس تصور کا عکس ہمیں نظامی کی "کدم راؤ پدم راؤ" میں نظر آتا ہے اس میں اکھرناتھ جوگی کدم راؤ کو تبدیل قالب کا منتر سکھاتا ہے۔ جوگی کدم راؤ کے جسم میں اپنی روح داخل کر کے خود شہزادہ بن بیٹھا ہے "کدم راؤ پدم راؤ" کے قصے کا ماخذ وکرم کی کتھا ہے۔ چوں کہ مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" مکمل حالت میں ہم تک نہیں پہنچ سکی ہے اس لیے ہم اس کی تفصیلات سے ناواقف ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ملک خوشنود کی "جنت سنگار" ان اولین مثنویوں میں سے ایک ہے جس میں تبدیل قلب کا تصور اپنی پوری تفصیلات کے

ساتھ اجاگر ہوا ہے۔

جب ہم "جنت سنگار" کا تنقیدی مطالعہ کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ملک خوشنود دکنی کا ایک قد آور اور منفرد شاعر ہے۔ شاعرانہ محاسن اس کے کلام کی پہچان بن گئے ہیں۔ ملک خوشنود کے ادبی مرتبے کا تعین کرتے ہوئے نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

"خوشنود ایک زبردست اور بلند پایہ شاعر تھا۔ اگرچہ اس مثنوی (جنت سنگار) کا بیان ضرور پیچیدہ ہے اور اس زمانہ کی دوسری مثنویوں خاور نامہ، بہرام و حسن بانو سے دقیق ہے مگر پھر بھی شاعر کی قادر الکلامی اور کہنہ مشق شاعری کی کافی طور پر وضاحت ہوتی ہے۔

متن جنت سنگار

سرا دن تجہ جو توں ہے پاک معبود
ہوا سب خلق و عالم تج سوں موجود
سنواریا گمن اوپر توں چاند تارے
کیا پیدا عرش کرسی جمارے
زمیں پیدا کیا ہور کوہ الوند
فلک سب چھندسوں کیتا توں پیوند
جو کیتے آفرنیش اے پیاتوں
جو کچ تج پاچ سوں پیدا کیا توں
کہنے تج سے رب العالمیں کوں
سکت کاں ہے بچارے آدمی کوں
جتوئی کس کوں کیا تمیں رہنمائی
کہاں بوجے خدا کا او خدائی
جتوئی اپنا خبر اچیں نہ جانے
خدا کا معرفت او کیوں پچھانے
اگر چنٹیاں پڑیں دریا میں سارے
نہ آسیں تیر کر ہرگز کنارے

یونانی ادویۂ مفردہ سے اقتباس

قومی اردو کونسل برائے فروغ اردو زبان نے تقریباً تمام موضوعات پر کتابیں تالیف، تصنیف، ترجمہ اور طبع کی ہیں اور انھیں کم قیمت پر بازار میں فروخت کے لیے پیش کیا ہے اسی سلسلے میں یونانی ادویہ مفردہ مصنفہ حکیم سید صفی الدین علی کا ساتواں اڈیشن شائع کیا گیا ہے۔

مذکورہ کتاب سے ایک اقتباس مندرجہ ذیل ہے۔

املتاس

(خیار شنبر : Purging Cassta)

نام نباتی / لاطینی : (Cassiafistula Linn)

ماہیت:

املتاس کا درخت ہندوستان میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ یہ درخت جب موسم بہار میں ہوتا ہے اور اس کے پھول آئے ہوئے ہوتے ہیں تو غیر معمولی طور پر خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ اس کی مشہور لمبی ہوئی پھلیاں جو کہ ۳۰ سے ۵۰ سنٹی میٹر لمبی ہوتی ہیں۔ ان پھلیوں کے پختہ ہونے پر ان کے اندر سے پیسے کے برابر پردے کھلتے ہیں جو سیاہ اور شیریں رطوبت سے آلودہ ہوتے ہیں۔ یہ پرت "مغز املتاس" یا مغز فلوس خیار شنبر کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ مغز اور پھلی کا بیرونی پوست (پوست املتاس) بطور دوا مستعمل ہے۔ دہلی میں املتاس کے درخت سڑک کے جانبین پر بکثرت دکھائی دیتے ہیں۔

مزاج:

گرم و تر تیسرے درجہ۔

افعال و مواقع استعمال:

محلل اورام، مسہل، مدر حیض، مخرج جنین و مشیمہ ہونے کی وجہ سے، مغز املتاس کو سخت قسم کے ورموں اور گرم اورام کو تحلیل کرنے کے لیے خصوصاً وجع المفاصل میں، ورم حلق، خناق کے لیے تو عجیب الاثر دوا ہے۔ یونانی طب کی یہ دوا خناق میں ذوداثر، بے ضرر اور شافی اثرات کی حامل ہے۔ مسہل ہونے کی وجہ سے مناسب دواؤں کے ساتھ ہر خلط کو بذریعہ اسہال خارج کرتا ہے۔ بغیر کسی تکلیف کے آسانی کے ساتھ اسہال آتے ہیں نیز پوست املتاس، احتباس حیض، عسرطمث، اخراج جنین، اخراج مشیمہ اور عسر ولادت کے لیے مفید ہے۔

ترکیب استعمال:

(۱) وجع المفاصل میں مغز املتاس کو دھنیا سبز کے پانی میں پیس کر ضماد کریں۔

(۲) ورم حلق کے لیے مغز املتاس کو دھنیا سبز کے پانی یا کوکے پانی میں لعاب اسپغول یا مسور کے جوشاندہ میں ملا کر اس سے نیم گرم غرغرہ کرائیں۔ ابتدائے خناق میں بھی اس ترکیب سے فائدہ ہو جاتا ہے۔

(۳) مغز املتاس کے شیر ہ بنا کر اسے پھریری سے لوزتین پر لگائیں۔

(۴) ورم حلق اور خناق میں فلوس خیار شنبر کو منہ میں رکھ کر چوسنے کی ہدایت کریں نہایت مفید اور سریع الاثر ہے۔

(۵) پوست املتاس (۱۰) گرام کا جوشاندہ حیض اور جنین، دیگر عوارضات میں پلائیں۔

مشہور مرکبات:

لعوق خیار شنبر۔

املی

(Tamarind : تمر ہندی)

نام نباتی مع لاطینی

(Tamarindus indicus Linn)

ماہیت:

املی کے درخت سارے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اور املی ہندوستان ہی کی پیداوار ہے۔ دوسری زبانوں میں اس کے جو نام ہیں وہ اسی بات کو ظاہر کرتے ہیں۔ املی کا استعمال جنوبی ہند میں زیادہ ہوتا ہے اور شمالی ہند میں لوگ املی کو نقصان دہ سمجھ کر استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ املی کے نرم پتے جو ابتدا میں آتے ہیں یہ بھی "چیگر" کے نام سے جنوبی ہند میں بطور نانخورش بڑے مزے سے کھائے جاتے ہیں۔ املی کے تخم میں مغز پایا جاتا ہے۔ اس کا گودا بھی دواءً استعمال ہوتا ہے۔

مزاج : سرد و خشک۔

افعال و مواقع استعمال:

مسکن، مسہل صفرا، قابض، ممسک، مجفف ہونے کی وجہ سے، صفراوی بخاروں، شدت عطش، قے، متلی کو روکنے نیز جریان، احتلام اور رقت منی کو دور کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

ترکیب استعمال:

(۱) املی کا زلال جسے عرف عام میں املی کا پنا کہتے ہیں۔ بخاروں اور پیاس کی زیادتی میں استعمال کریں۔

(۲) املی کا گودا قے و متلی کو روکنے کے لیے منہ میں رکھ کر چوسیں۔

(۳) مغز تخم املی کا سفوف ۳ گرام کی مقدار میں دودھ کے ہمراہ استعمال کرنا جریان وغیرہ کے لیے مفید ہے۔

مزید تحقیقات:

کیمیاوی تجزیہ کے ذریعہ پتہ چلا ہے کہ املی میں حسب ذیل اجزا پائے جاتے ہیں:

(۱) ٹارٹارک ایسڈ اور ٹارٹریٹ آف پٹاسیم۔

(۲) سائٹرک ایسڈ اور دیگر اسی قسم کے ایسڈ۔

(۳) شکری اجزاء

مشہور مرکبات:

(۱) جوارش تمر ہندی

(۲) جوارش صفراء شکن

(۳) سکنجبین تمر ہندی

اردو تدریس... اور پھر زبان اپنی

عام مشاہدے کی بات ہے انجن کے چھوٹے پہیوں کو بڑے پہیوں سے ہم رفتار ہونے کے لیے نسبتاً زیادہ گھومنا پڑتا ہے۔ اسی طرح پس ماندگی کو دور کرکے ترقی یافتہ لوگوں سے ہم دوش ہونے کے لیے بھی زیادہ نظم و ضبط اور توجہ کی ضرورت ہے۔

آج کی دنیا میں معیار، صلاحیت اور کارکردگی کو تفوق حاصل ہے اگر اردو طلبا کو بہتر مواد مطالعہ، بہتر نصابی کتب اور معاون کتب فراہم کی جائیں تو توقع ہے ان کے نتائج اور کارکردگی میں اضافہ ہوگا۔

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان اردو طلبا اور اساتذہ کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے اقدام کا آغاز کررہی ہے۔ اس سمت میں پہلے قدم کے طور پر اردو طلبا اور اساتذہ کو دعوت فکروتحریر دی گئی ہے۔ جو طلبا مذکورہ بالا کالم کے لیے اپنے مسائل مشکلات اور تجاویز بھیجیں گے اردو دنیا میں اس کے اقتباس یا پوری تحریر شائع کرنے کی کوشش ہوگی اس طرح طلبا کو لکھنے اور سوچنے کی عادت ہوگی اور حوصلہ افزائی بھی علاوہ ازیں ان کی تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ ہوگا۔ اس طرح علما کرام بھی طلبا کے مسائل اور مشکلات سے آگاہ ہوں گے۔

طلبا کے علاوہ اساتذہ کرام بھی اپنے مسائل اور مشکلات بھیج سکتے ہیں۔

صلائے علم ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

ذیل میں تین طلبا اور ایک ٹیچر کی تحریر شائع کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

● میں نے چھٹی کلاس سے اردو پڑھنا شروع کیا شروع میں تو بہت مشکل لگی لیکن آہستہ آہستہ اچھی لگنے لگی۔ ویسے اردو کی بجائے انگریزی آسان لگتی ہے۔ پہلی کلاس سے کیونکہ ہندی ہی پڑھائی گئی تھی مگر کلاس چھ سے انگریزی Compulsary ہوگئی سو پڑھنی ہی تھی اردو Subject لے کر پڑھی۔

امی گھر پر Help کر دیتی ہیں تو مزہ بھی آتا ہے۔ وہ میرا ہوم ورک بھی کرا دیتی ہیں۔ امی صرف اردو جانتی ہیں انگریزی تھوڑی اور ہندی بہت کم۔

مجھے NCERT کی کتابیں آسان اور مزے دار لگتی ہیں۔ میں امنگ بھی پڑھنا چاہتا ہوں اس میں مزیدار کہانیاں ہوتی ہیں۔

محمد آعظم۔ چھٹی کلاس

گورنمنٹ سکنڈری اسکول، حوض رانی مالویہ نگر، نئی دہلی

● آٹھویں کلاس میں 82% نمبر اردو میں آئے تھے۔ میرا بہت جی چاہتا ہے کہ نویں کلاس میں اردو پڑھوں مگر ہمارے اسکول میں نویں کلاس میں اردو نہیں ہے۔ چھٹی کلاس میں اردو پڑھنی سیکھی۔ میڈم بہت اچھی تھیں خوب سمجھا کر پڑھاتی تھیں باقی میری دادی اماں بھی گھر پر Help کر دیتی ہیں۔ امی کو تو گھر کے کاموں سے ہی فرصت نہیں ہے۔

دراصل میں خود کہانیاں پڑھنا چاہتا تھا اس لیے اردو پڑھی کہانی کبھی کبھی دادی اماں سنا دیتی ہیں امی تو بالکل کہانیاں نہیں سناتیں۔ اب میں مزے سے کہانیاں پڑھ لیتا ہوں۔ تھوڑا تھوڑا لکھ بھی لیتا ہوں۔ پر بہت اچھی طرح نہیں۔ جیسی اچھی اردو دادی اماں لکھتی ہیں۔ اب مجھے نویں کلاس میں ہندی مشکل لگنے لگی کیونکہ میں نے چھٹی سے ہندی کے بجائے اردو ہی پڑھی تھی۔ آٹھویں میں 82 مارکس اردو میں آنے پر میں

سوچ رہا تھا کہ مجھے فرسٹ آنے پر اسکالر شپ ملے گا اردو اکادمی بچوں کو اردو میں اچھے نمبر لانے پر اسکالر شپ دیتی ہے۔ میڈم نے بتایا تھا لیکن مجھے نہیں ملا۔ اگر میں نویں میں اردو پڑھتا تو مجھے بھی اسکالر شپ ملتا تو کتنا مزہ آتا۔ مجھے پاکٹ منی ابو سے نہیں لینی پڑتی اب تو ابو سے مانگنی ہی پڑے گی۔

محمد کاشف، نویں کلاس

گورنمنٹ سکنڈری اسکول، حوض رانی، مالویہ نگر، نئی دہلی

● تھوڑی تھوڑی اردو گھر میں پڑھی تھی اسکول میں پڑھی تو مشکل لگی۔ مجھے شروع میں بالکل سمجھ نہیں آئی تھی۔ پہلا ٹرم ہمارا ہو گیا۔ نمبر ٹھیک ٹھاک آئے ہیں۔ ہماری میڈم بہت اچھی ہیں اچھے سے پڑھاتی ہیں۔ گھر میں امی پڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ ہیلپ نہیں ملتی میری میڈم اتنی اچھی ہیں وہ اب گھر پر بلالیتی ہیں۔ میں بہت اچھے نمبر لاکر دکھاؤں گا۔ میرے ابو تو بہت غصہ بھی ہو جاتے ہیں بولتے ہیں میرے ساتھ دکان پر رہا کرو کچھ کماؤ، مہنگائی بہت ہے پھر پڑھائی میں خرچ کرتے ہو۔ میں پڑھنا چاہتا ہوں اچھے نمبر لاؤں گا بہت اچھے نمبر تو مجھے اسکالر شپ ملے گا میری میڈم بتا رہی تھیں کہ دلی اردو اکادمی اچھے نمبر لانے پر اسکالر شپ دیتی ہے۔

سید عارض، آٹھویں کلاس

گورنمنٹ سکنڈری اسکول، مالویہ نگر، نئی دہلی

● میں اصل میں اردو کی ٹیچر نہیں ہوں لیکن اردو کے تئیں بچوں کے ذہن میں شوق پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہوں بچوں اور والدین کی طرف سے Response ملتا ہے تو میرا بھی دل بڑھتا ہے اور جب پہلے سال کا رزلٹ آیا، کاپیاں چیک کرتے ہوئے مجھے احساس ہوا بچوں نے واقعی محنت کی تھی۔ مختصر یہ کہ میری ذاتی کوشش سے چھٹی کلاس سے آٹھویں کلاس تک بطور مضمون اردو پڑھنے والے بچوں کی تعداد اچھی خاصی ہوگئی۔ لیکن مجبوری یہ ہے کہ نویں کلاس میں باوجود کوشش کے میں ناکام ہوگئی۔ بچے اردو پڑھنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے اسکول میں نویں کلاس میں اردو نہیں ہے۔ ایک تو اردو طلبا کے لیے وسائل محدود ہیں بچے اردو نہیں پڑھنا چاہتے اگر شوق پیدا کیا جائے تو سینئر کلاسز میں اردو نہیں ہے۔ اب ایسے میں جو طلبا چھٹی، ساتویں، آٹھویں کلاسز کے ہیں وہ بھی بددل ہوں گے کیونکہ نویں کلاس میں اردو نہیں ہے وہ بھی یہ بات جان گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ابتدائی سطح پر اگر بچوں کو اردو کی کتابیں Provide کی جائیں اور کچھ دیگر مدد بھی کی جائے تو بچوں میں اردو کا رجحان ضرور ترقی کرے گا۔ بعض بچے اتنے غریب ہیں کہ اسکول کی معمولی سی فیس بھی وقت پر نہیں لاپاتے مکمل اسکول یونیفارم میں نہیں آپاتے۔ گورنمنٹ ایسے بچوں کے لیے کچھ کرتی ضرور ہے لیکن اس میں اگر یہ اضافہ کردیا جائے کہ اردو پڑھنے والے بچوں کو خصوصی مراعات دی جائیں تو یقیناً اردو پڑھنے والے بچوں کی تعداد بڑھے گی۔ لیکن ایسا کرے کون؟ میں ذاتی طور پر اردو پڑھنے والے بچوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے یہاں تک کیا کہ کچھ کھاتے پیتے لوگوں سے اعانت چاہی تو اردو کا نام سن کر ہونٹ بچکا لیتے ہیں کہ اردو پڑھ کر کرنا کیا ہے۔ بہر حال اردو کے سلسلے میں مسلسل جہاد کرنے سے بات بنے گی۔ اب حالت یہ ہے کہ نویں کلاس میں اردو نہیں ہے تو بچوں کو پھر سے ہندی پڑھنی پڑ رہی ہے تو وہ بددل ہو رہے ہیں کیونکہ نویں کلاس کی سطح پر ہندی پڑھنے میں انھیں خاصی دقت پیش آرہی ہے طرہ یہ کہ ان سے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ سنسکرت پڑھو اب بچے پریشان ہو رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اردو تو گھر میں دادی اماں اور امی بھی پڑھا دیتی ہیں سنسکرت تو ہمارے ہاں کوئی نہیں جانتا پھر ہم کیسے پڑھیں گے۔

مسز عثمانی

گورنمنٹ سکنڈری اسکول، مالویہ نگر، نئی دہلی

بزمِ خیال ۔ چند خطوط

- اردو دنیا آج ہی فردوسِ نظر ہوا یقین ہے آپ کی کارکردگی اور رہنمائی میں اردو دنیا اور فروغ اردو زبان کا کارواں اپنی تابناکی، وقار اور معیار کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں ہوگا۔

بیکل اتساہی، بلرام پور

- تازہ اردو دنیا نظر نواز ہوا نقشِ اوّل سے نقش ثانی واقعی خوب ہے اس بار قومی اردو کونسل کی سرگرمیاں پڑھ کر اندازہ ہوا کہ کونسل واقعی سرگرم ہو گئی ہے دعاگو ہوں کہ مستقبل کے منصوبوں میں خدا آپ کو کامیابی عطا فرمائے۔

محمد عارف، کلکتہ

- علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انجینیرس ایسوسی ایشن دہلی کی طرف سے NCPUL کی پیش قدمیوں کے لیے مبارکباد۔ افراد کی کوششیں کس طرح سے جماعتوں کی تقدیریں بدلتی ہیں اس کا NCPUL کی تازہ سرگرمیوں کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پورے دفتر میں زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے علمی حلقوں میں بھی ڈاکٹر بھٹ کا احترام سے نام لیا جاتا ہے۔

محفوظ الرحمن، نئی دہلی
اے۔ ایم۔ یو انجینیرس ایسوسی ایشن

- سہ ماہی اردو دنیا گورنمنٹ اردو لائبریری، پٹنہ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ طبیعت خوش ہو گئی آئندہ اس سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔

محمد جمال نبی، پٹنہ

- اردو دنیا کی خوبصورت اشاعت کے لیے مبارکباد قبول فرمائیں۔

سید صادق علی ٹونک، راجستھان

- کالج کی لائبریری کے لیے اردو دنیا کا شمارہ موصول ہوا۔ آپ کے عزائم قابلِ تحسین ہیں اللہ آپ کا مددگار ہو۔

شاہ حسین، نہری بیٹر

- تازہ اردو دنیا ملا۔ یہ مجلّہ اردو والوں کے لئے بہت عمدہ ہے۔ اس اقدام کے لیے میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

قدیر جاوید پریمی، بریلی

- سہ ماہی اردو دنیا کا دوسرا شمارہ موصول ہوا۔ مشکور ہوں۔ اردو دنیا کو اردو زبان و ادب کا نمائندہ جریدہ بنائیں۔ موجودہ حالات میں مختلف صوبائی اردو اکادمیوں کا یکجا ہونا، ایک بہتر پروگرام وضع کرنا اردو زبان وادب کے لیے امید افزا اقدام ہے۔

ڈاکٹر کیول دھیر، لدھیانہ

- سہ ماہی اردو دنیا کی ایک کاپی بک اسٹال پر دیکھی۔ یہ جان کر مسرت ہوئی کہ حکومت ہند وزارت فروغ انسانی وسائل کے ذریعہ اردو زبان وادب کے مسائل حل کرنے میں کوشاں ہے اور اس سلسلے میں قومی کونسل کی تمام تر کارگزاریوں کی رپورٹ اردو دنیا میں شائع کر رہی ہے۔ اور دیگر کارآمد مضامین بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔

روشن لال روشن بنارسی

اردو سب سنسار

نیویارک سے ادبی ماہنامے "آواز" کی اشاعت

● نیویارک (خصوصی رپورٹ) ادارۂ فروغ اردو نیویارک کے زیرِ اہتمام ادبی ماہنامہ "آواز" عنقریب شائع ہو رہا ہے۔ جس کا مقصد شمالی امریکہ اور مغربی ممالک میں اردو بولنے والوں کے بچوں کو ان کی مادری زبان اور ثقافت سے روشناس کرانا ہے۔ "آواز" کی مدیرِ اعلیٰ تسنیم حسن علی نے کہا ہے کہ یہ رسالہ اردو بولنے والے افراد کو مغربی دنیا کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے علاوہ مغرب میں اپنی زبان، ثقافت اور تہذیب کا علمبردار ہوگا۔ "آواز" میں خاص طور پر ان تخلیقات کو ترجیح دی جائے گی جن میں مغربی ممالک میں اردو کے مستقبل کے علاوہ تارکینِ وطن کے مسائل پر بحث کی گئی ہو۔ اس کے علاوہ تعمیری سوچ رکھنے والی نظمیں، غزلیں، افسانے، انشائیے اور طنز و مزاح پر مبنی تحریریں بھی شائع کی جائیں گی۔ ادارۂ فروغ اردو نے تمام لکھنے والوں سے گزارش کی ہے کہ اپنی تازہ تخلیقات ماہنامہ "آواز" کے پتے پر ارسال کریں۔ منتخب تحریروں کو معاوضہ بھی پیش کیا جائے گا۔ مندرجہ ذیل پتے پر خط و کتابت کی جا سکتی ہے۔

The Editor
Monthly "Awaz"
59 John Street, 9th Floor,
New York N.Y. 10038
Tel. : (212) 619-1714
Fax : (212) 732-8367

(ڈاک سے)

امریکہ میں شائع ہونے والے اردو اخبارات

● امریکا ایک ایسا ملک ہے جہاں دنیا بھر کے مقابلے میں سب سے زیادہ جرائد اور اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ امریکا تارکینِ وطن کا ملک ہے لہٰذا یہاں سے شائع ہونے والے اخبارات میں انگریزی کے علاوہ بنگالی، اردو ہسپانوی، اطالوی، چینی اور دیگر کئی زبانوں کے اخبارات شامل ہیں۔ نیویارک اردو اخبارات اور جرائد کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ پاکستان پوسٹ (آفاق فاروقی، جو خیالی کہلاتے ہیں)، اردو ٹائمز (خلیل الرحمٰن)، عوام (ڈاکٹر شفیع بیزار)، نیویارک (حمید منہاس اور جوہر میر)، پاکستان ایکسپریس (اردو) پاکستان کالنک (انگریزی) (ظفر قریشی) اور پاکستان نیوز (مجیب ایس لودھی) اس کے علاوہ ایشیا پندرہ روزہ اور ماہنامہ پاک ایشیا بھی نیویارک سے شائع ہوتے ہیں جب کہ مندرجہ بالا باقی تمام اخبارات ہفت روزہ ہیں۔ لاس اینجلس سے بھی ہفت روزہ "پاکستان لنک" شائع ہوتا ہے جو نصف اردو نصف انگریزی زبان میں ہوتا ہے۔

ہندوستان کا "انڈیا ابراڈ" اور بنگلہ دیشیوں اور چینیوں کے اخبارات بھی وہاں شائع ہوتے ہیں۔ بہرطور یہ اخبارات اور جرائد دیارِ غیر میں اردو کو زندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

(ڈاک سے)

"بالِ جبریل" کا منظوم ترجمہ

● علامہ اقبال کی بالِ جبریل کا انگریزی ترجمہ ماہرِ اقبالیات پروفیسر نعیم صدیقی نے کیا ہے۔ پروفیسر نعیم کئی برس سے کیلی فورنیا میں مقیم ہیں اور انگریزی اور اردو زبان کے ممتاز مصنف ہیں۔ ابتدائی تعلیم عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد سے حاصل کرنے کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے آکسفورڈ چلے گئے اور وہاں رہ کر مسلسل زبان و ادب کی خدمت کرنے میں مصروف ہیں۔ "بالِ جبریل" کا ترجمہ کرتے ہوئے پروفیسر نعیم نے فنی تقاضوں کا لحاظ رکھا ہے۔ مترجم نے ابتدا میں اقبال کے ذہنی و روحانی نشوونما اور ان کے ذہن پر مشرق و مغرب کے فلسفیوں کے متصادم اثرات کے متعلق مدلل بحث کی ہے۔ کتاب کے آخر میں تاریخی حوالوں کی تفصیل کے سبب کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

(ڈاک سے)

[illegible]

● ارناک ہوم ۱۳ اکتوبر (اے پی) کو عمرانات کے ساتھ سیاسی مشاہدات پیش کرنے والے اطالوی تمثیل نگار داریو فو نے ادب کا نوبل انعام حاصل کیا۔

اے سالہ داریو فو ۲۴ مارچ ۱۹۲۶ء کو اٹلی کے لیگو ماجیاو میں پیدا ہوئے۔ فو ایک اداکار بھی ہیں انھیں تفریح طبع کے ساتھ غور و فکر کا موقع فراہم کرنے اور عام واقعات کے تناظر میں لے جانے کی صلاحیت کے اعتراف میں سویڈش اکیڈمی نے نوبل انعام سے نوازا ہے۔ اب تک یہ انعام ایشیا کے صرف تین ادیبوں کو ملا ہے۔ اس سال یہ انعام دس لاکھ ڈالر کا ہے۔

فو طویل عرصہ سے ڈرامہ کی دنیا میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ ان کے کئی مشہور ڈرامے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ لیکن ان کا نوبل انعام کے لیے منتخب کیا جانا حیرت کی بات ہے کیونکہ نقادوں نے ممکنہ امیدواروں کی فہرست میں ان کا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ انعام کے لیے فو کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ قہقہوں اور سنجیدگی کے امتزاج سے معاشرے میں پنپ رہے ظلم اور بے انصافی کی طرف ہمیں متوجہ کرتے ہیں اور اپنے موقف کو جامع تاریخی پس منظر میں رکھتے ہیں۔

(ڈاک سے)

[illegible]

● اردو کے ادیب اور تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے قطر میں اردو کے دو بڑے مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مسلم ایجوکیشن سوسائٹی کے زیر اہتمام علامہ اقبال اسکول قائم کیا گیا ہے۔ اردو کی تنظیمیں پابندی کے ساتھ ادبی محفلوں کا انعقاد کرتی ہیں۔ ان میں اردو مرکز ادب قطر اور انجمن شعرائے اردو دوحہ قطر کے نام قابل ذکر ہیں۔ تمام خلیجی ممالک میں عربی کے بعد اردو دوسری بڑی عوامی رابطے کی زبان ہے۔ دوحہ قطر میں اردو کا ماحول ہے اور عربی اور دیگر زبان والے بھی شعر و ادب کی محفلوں میں کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ ان مشاعروں میں ہندوستان سے آئے ہوئے مہمان

جمیل اطالی نے اپنے خصوصی خطاب میں کیا۔

(سیاست حیدرآباد)

[illegible]

● گزشتہ دنوں پروفیسر سرجیت سنگھ کے اعزاز میں پاکستان آرٹس سرکل کے زیر اہتمام ایک خوبصورت محفل مشاعرہ پروفیسر سید تسلیم اکبر کی رہائش گاہ پر منعقد کی گئی۔ پروفیسر سرجیت سنگھ کویت یونیورسٹی میں ریاضی کے پروفیسر اور ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے گزشتہ ۱۸ سال سے خدمات انجام دینے کے بعد مستقل طور پر اپنے آبائی وطن چنڈی گڑھ واپس جا رہے ہیں۔ اسی سلسلے کی کڑی یہ مشاعرہ تھا۔

(ڈاک سے)

[illegible]

● وسطی لندن میں واقع ایک عمارت کو سرسید احمد خاں کے نام منسوب کیا گیا ہے۔ برطانوی تاریخی ورثہ سوسائٹی نے اس عمارت پر سرسید کے نام کی تختی لگائی ہے۔ سرسید احمد خاں ۱۸۶۹ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان اس عمارت میں مقیم رہے تھے۔ سرسید کے نام سے منسوب عمارت پر ان کے نام کی تختی لگائی جانے کی تقریب حال ہی میں لندن میں ہوئی جس میں ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے سفیروں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ ماہر تعلیمات ڈاکٹر محمد عبداللہ پاشا نے اس یادگاری تختی کی نقاب کشائی کی۔ سرسید جب اس عمارت میں مقیم تھے تو حکومت برطانیہ نے تعلیمی میدان میں ان کی نمایاں خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے انھیں "سر" کے خطاب سے نوازا تھا۔ اور اس عمارت میں قیام کے دوران سرسید نے آکسفورڈ اور کیمبرج کا دورہ کرکے برطانوی نظام تعلیم کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا اور لندن سے واپس آکر اسے ماڈل پر علی گڑھ کالج قائم کیا تھا۔

(جدید ان دنوں دہلی)

[illegible]

● کویت میں انڈین کمیونٹی کی فعال تنظیم ایکا کے زیر

اہتمام ہندوستان کی پچاسویں سالگرہ کی مناسبت سے انڈین اسکول سالمیہ کے آڈیٹوریم میں ایک مشاعرے کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی صدارت کویت کے ہندوستانی سفارتخانے کے کونسلر عزیزالدین احمد عثمانی نے کی۔ ایکار کے صدر آشیش شرما نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے ایکار کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑے سلیقے سے قدیم شعری ادب اور زبان کے ارتقائی عوامل پر مدلل باتیں کیں۔ اس کامیاب مشاعرے کی نظامت اردو کے معروف ادیب نور پرکار نے کی۔

(ڈاک سے)

[illegible] (سعودی عرب) میں [illegible]

● سرسید احمد کا ۱۸۱واں جشن یوم ولادت علی گڑھ برادری نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بے حد جوش و خروش کے ساتھ اردو منزل میں منایا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد کلچرل پروگرام پیش کیا گیا اور "علی گڑھ تحریک کل اور آج" کے موضوع پر جن لوگوں نے اظہار خیال کیا ان میں جناب حنیف ترین، ڈاکٹر فاروق، ڈاکٹر اقبال احمد، ڈاکٹر آفتاب عالم، ڈاکٹر غیاث الدین، محمد عبدالملک مذاکر اور خواجہ مسرور احمد شامل تھے۔

(ڈاک سے)

نیوجرسی (امریکہ) میں مشاعرہ

● گذشتہ دنوں ایسٹرن آرٹس فورم نیوجرسی (امریکہ) کے زیر اہتمام نارتھ بروسیوک ہائی اسکول آڈیٹوریم میں ایک مشاعرے کا انعقاد کیا گیا جس کی نظامت تمکین حیدر صاحب نے کی۔ ساغر خیامی، عادل لکھنوی، پاپولر میرٹھی، تاجور سلطانہ، حنا تیموری، نظیر باقری، عارفہ شبنم، بیرونی شعراء میں ڈاکٹر شفیق، ماموں امن، ڈاکٹر صبیحہ صبا، زریں یٰسین، عشرت حسین عشرت جعفر رضوی اور کنوینر مشاعرہ ڈاکٹر سردار سوز نے کلام پیش کیا۔

(ڈاک سے)

[illegible]

پریس اور کتابوں کی رجسٹری ایکٹ ۱۸۶۷ء کی دفعہ ۳ کے مطابق ہر کتاب پر طابع اور مقام طباعت کا نام اور اگر یہ کتاب شائع ہو رہی ہو تو اس کے ناشر اور مقام اشاعت کا پتہ درج ہونا چاہیے۔

مذکورہ ایکٹ کی دفعہ ۹ کے تحت ریاستی سرکار کے متعلقہ شعبے کو ہر کتاب کی کاپی بھیجنی چاہیے۔

مذکورہ ایکٹ کی دفعہ ۱۰ کے تحت متعلقہ افسر کو کتاب کی وصولیابی کی رسید فراہم کرنی چاہیے۔

مذکورہ ایکٹ کی دفعہ ۱۲ کے تحت دفعہ تین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو دو ہزار یا اس سے کم جرمانہ اور چھ مہینے کی سزا یا دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں کا سزاوار سمجھا جائے گا۔

مذکورہ ایکٹ کی دفعہ ۱۸ کے تحت ریاستی سرکار فہرست کتب رکھے گی جس میں مندرجہ ذیل اندراج ہوگا۔

۱۔ کتاب کا عنوان اور سرورق کا مواد اور اگر وہ انگریزی زبان میں نہیں ہے تو اس کا انگریزی ترجمہ۔
۲۔ زبان جس میں کتاب لکھی گئی ہے۔
۳۔ مصنف، مترجم یا مرتب کا نام
۴۔ موضوع
۵۔ مقام طباعت اور مقام اشاعت
۶۔ طابع کا نام اور/یا ناشر کا نام
۷۔ تاریخ اشاعت/طباعت
۸۔ تعداد صفحات
۹۔ سائز
۱۰۔ ایڈیشن
۱۱۔ ہر ایڈیشن کی تعداد اشاعت
۱۲۔ کتاب مطبوعہ ہے یا سائیکلو اسٹائل ہے۔
۱۳۔ قیمت
۱۴۔ حق اشاعت جس کے پاس ہے اس کا نام اور رہائشی پتہ

رجسٹرڈ شدہ کتاب ہر تین مہینے بعد سرکاری گزٹ میں شائع ہوگی اور اس کی ایک نقل مرکزی سرکار کو بھیجی جائے گی۔

فروغ اردو کے لیے وزیر اعظم سے ملاقات

وزیر اعظم اندر کمار گجرال نے ۲۲ر نومبر کو اپنی رہائش گاہ پر اردو ادیبوں، صحافیوں اور دانشوروں کی نمائندہ میٹنگ میں اس امر کا اعادہ کیا کہ انھوں نے اب سے ۲۲ برس پہلے اردو کی بقا اور ترقی کے لیے گجرال کمیٹی کے ذریعہ جو سفارشات پیش کی تھیں وہ ان پر آج بھی قائم ہیں۔

شرکاء میٹنگ نے زور دیا کہ بنیادی تعلیم کی سطح پر اردو کو رائج کرنے کے لیے احکامات جاری کیے جائیں۔ اس ضمن میں گجرال کمیٹی کی اس سفارش کی یاددہانی کرائی گئی کہ جس آبادی میں ۱۰ فیصد یا اس سے زیادہ اردو بولنے والے موجود ہوں وہاں اردو تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور اردو تعلیم کے فروغ کے سلسلے میں جواہر روزگار یوجنا کی طرز پر مرکزی حکومت ریاستوں کو سرمایہ فراہم کرے۔ میٹنگ میں اردو پروموشن کونسل کو مزید اختیارات اور وسائل فراہم کرنے پر بھی زور دیا گیا اور اسے ایک نگراں ادارہ بنانے کی تجویز پیش کی گئی جو پورے ملک میں اردو کی ترقی اور بقا کی رفتار پر نظر رکھ سکے۔ وزیر اعظم نے بیشتر تجاویز سے اتفاق کیا اور یہ بات اصولی طور پر تسلیم کرلی کہ مرکزی حکومت کے جن محکموں میں اردو اسامیاں خالی ہیں انھیں پُر کرنے کے احکامات جاری کردیے جائیں گے۔

میٹنگ کے شرکاء میں علی سردار جعفری، سید مظفر حسین برنی، کلدیپ نیر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر محمود الرحمان، سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سید حامد، قومی آواز کے مدیر موہن چراغی، اردو ایڈیٹرز کانفرنس کے صدر م۔ افضل، عوام کے ایڈیٹر شاہد صدیقی، جناب یونس دہلوی، جناب مودود صدیقی، جناب معصوم مرادآبادی کے علاوہ انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر خلیق انجم، سابق مرکزی وزیر سلمان خورشید، ایس۔ ایم۔ آصف، جوگندر پال، مجتبیٰ حسین، پروفیسر گوپی چند حنفی، پروفیسر شمیم حنفی، پروفیسر رضوان ردولوی اور دیگر دانشور موجود تھے۔

دانشوروں کی طرف سے انجمن ترقی اردو اور شاہد صدیقی ایڈیٹر عوام نے اپنی یادداشتیں پیش کیں۔ وزیر اعظم کے دفتر نے وزارت ترقی انسانی وسائل کے متعلقہ حکام اور قومی اردو کونسل کے ڈائرکٹر ڈاکٹر محمد حمیداللہ بھٹ کو بھی موجود رہنے کی ہدایت کی تھی تاکہ وفود کی یادداشتوں کے تعلق سے فوری طور پر ضروری کارروائی ہو۔ وزیر اعظم نے مرکزی وزیر ترقی انسانی وسائل جناب ایس۔ آر۔ بومئی اور اپنی کابینہ کے دوسرے سینئر وزیر (ماحولیات و جنگلات) جناب سیف الدین سوز کو بھی مدعو کیا تھا۔

آئندہ 25 برسوں کے لیے ترقی اردو کے جامع منصوبے کا خاکہ

قومی اردو کونسل برائے فروغ اردو زبان، نے 17 سے 19 نومبر کے دوران "نوآبادیاتی فکر کے منفی اثرات: اردو زبان اور ادبی نظریات پر" کے عنوان سے سیمینار اور 5 ذیلی عنوانات کے تحت 5 اجلاسوں کے علاوہ دو خصوصی اجلاسیں بھی منعقد کیں، ان اجلاسوں میں ہندوستان کے بہترین اذہان جو نہ صرف اردو زبان و ادب بلکہ دوسری زبانوں اور شعبہ علوم کے ارباب حل و عقد پر مشتمل تھے، آئندہ 25 برسوں کے لیے فروغ اردو کے جامع منصوبے پر غور و فکر کے بعد ایک خاکہ تیار کیا، چند تجاویز منظور کیں اور 21 نومبر کو انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے جو وفد وزیر اعظم جناب آئی۔ کے۔ گجرال سے ملا اس میں بھی قومی اردو کونسل کے جامع منصوبے پر مباحثہ ہی چھایا رہا۔ وفد کی اہمیت کے پیش نظر وزیر اعظم نے وزیر ترقی انسانی وسائل جناب ایس۔ آر۔ بومئی، وزیر ماحولیات اور جنگلات جناب سیف الدین سوز اور کونسل کے نائب صدر ڈاکٹر گوڑ اور ڈائرکٹر ڈاکٹر حمیداللہ بھٹ کو بھی مدعو کیا تھا۔ اس مباحثے میں 130 اہم مقالہ نگاروں کے علاوہ پروفیسر علی محمد خسرو، جناب کلدیپ نیر، جناب ایس۔ ایم۔ ایچ۔ برنی، جناب امریک سنگھ، جناب علی سردار جعفری، محترمہ قرۃ العین حیدر، جناب کملیشور، جناب جمنا داس اختر، جناب م۔ افضل، جناب خلیق انجم اور ہندوستان بھر کے ممتاز صحافی ادیب اور دوسرے دانشور شریک ہوئے۔

تفصیلی رپورٹ جلد شائع ہوگی۔

گراں مایہ جریدے ارزاں قیمت پر

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

کا

علمی اور تحقیقی رسالہ

سہ ماہی فکر و تحقیق نئی دہلی

شمارہ جنوری تا جون 1997ء

276 صفحات، قیمت صرف 30 روپے

عنوانات:

در مدح ٹیپو سلطان	پروفیسر محمد حسن
حکیم محمد احسن اللہ خاں	پروفیسر محمد انصار اللہ
اردو شاعری کو فراق کی دین	ڈاکٹر راج بہادر گوڑ
دکنی اردو میں تہذیبی یک جہتی	ڈاکٹر سیدہ جعفر
جدوجہد آزادی اور مسلم خواتین	خان عبدالودود
عروض و معروض	ڈاکٹر کمال احمد صدیقی
حیات امیر مینائی۔ کچھ نئے ماخذ	ڈاکٹر شعائر اللہ خاں
جادۂ ملا	رفعت سروش
جوش و فراق کی رباعیات تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر محمد یعقوب عامر
موازنہ سرور سلطانی اور شاہنامہ اردو	بشیر احمد

اس کے زیادہ تر مضامین اخبارات و رسائل نے نقل کر کے شائع کر دیے ہیں۔ جو مضامین کی اہمیت اور قدر و قیمت کا بین ثبوت ہے۔

نو آبادیاتی فکر پر سیمینار کے مقالوں پر مشتمل

خصوصی شمارہ جنوری تا مارچ 1998ء

400 صفحات، قیمت صرف 50 روپے

عنوان : ہندوستان کا متنوع لسانی پس منظر اور اردو زبان

ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، پروفیسر این۔ ایس۔ گوریکر، ڈاکٹر انور پاشا، ڈاکٹر ایس۔ جمال محمد، ڈاکٹر اے۔ آر۔ فتیحی، جناب منظور الامین اور جناب ابوالفیض سحر۔

عنوان : اردو ادبیات میں ہندوستانیت کی شناخت

پروفیسر جگن ناتھ آزاد، جناب جمناداس اختر، پروفیسر انصار اللہ، پروفیسر سیدہ جعفر، محترمہ جیلانی بانو، پروفیسر امیر عارفی، ڈاکٹر ارتضیٰ کریم اور جناب سہیل احمد فاروقی۔

عنوان : ہندوستانی کلاسیکی روایات کی بازیافت

پروفیسر مغنی تبسم، جناب فضیل جعفری، پروفیسر ابوالکلام قاسمی، پروفیسر جعفر رضا اور جناب سید اعظم حسین۔

عنوان : مشترکہ تہذیب اور قومی زبان کا مسئلہ

جناب کشمیری لال ذاکر، پروفیسر محمد زماں آزردہ، جناب نریندر لوتھر، پروفیسر عبدالحق اور پروفیسر نصیر احمد خاں۔

عنوان : عہد حاضر میں مشرقی علوم کی معنویت

ڈاکٹر تنویر احمد علوی، پروفیسر عبدالودود اظہر، پروفیسر حامدی کاشمیری، پروفیسر عتیق اللہ اور قاضی عبید الرحمان ہاشمی

شمارہ جولائی تا دسمبر 1997ء

342 صفحات، قیمت صرف 35 روپے

عنوانات:

چمنستان شعرا	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
سید غلام محمد مست کلکتوی	جناب شانتی رنجن بھٹاچاریہ
اردو کا پہلا ادبی رسالہ (مخزن الفواید)	جناب اکبر حیدری کشمیری
ایک آدمی نامہ۔ تین زاویے	پروفیسر ظہیر احمد صدیقی
موریشس میں اردو	جناب معین الدین
اردو کا اثر تلگو پر	پروفیسر اشرف رفیع
جدوجہد آزادی اور تحریک ولی اللہی	جناب رتن لال بنسل،
خاندیش میں مرثیہ نگاری	جناب اکبر رحمانی
حالی اور شبلی کے سیاسی میلانات اور تصور قوم	ڈاکٹر مظہر مہدی
اردو میں رسائل کی اشاریہ سازی	ڈاکٹر جمیل اختر

قومی اردو کونسل ویسٹ بلاک۔ ۸، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی فون : 6103381, 6103938, 6179657 فیکس : 6108159

اردو اکادمیوں کے عہدے داران اور ان کے پتے

رہائشی پتہ	شعبہ	عہدے دار	اکادمی کا نام اور پتہ	نمبر
16-66/1، شری کرشنا نگر کالونی، دل سکھ نگر، حیدر آباد۔ فون (O): 040-3314236 (R): 040-4067186	اقلیتی فلاح	جناب محمد مسعود بن سالم سکریٹری	آندھرا پردیش اردو اکادمی AC '11-4-637 گارڈس حیدر آباد۔500004	1.
اریشا اولڈ ٹریڈرس لین، درزی ٹولہ، پٹنہ۔800004 فون: 0612-671300 0612-655275	اقلیتی فلاح	جناب رضوان احمد سکریٹری جناب احمد یوسف نائب صدر	بہار اردو اکادمی اردو بھون، اشوک راج پتھ پٹنہ۔800004 (بہار	2.
ڈی۔52/2، سروودے انکلیو، نئی دہلی۔110017 فون: (R) 6511460 فون: 011-2052524	تعلیم	پروفیسر گوپی چند نارنگ صدر نشیں جناب مخمور سعیدی سکریٹری	دہلی اردو اکادمی گھٹا مسجد روڈ، دریا گنج نئی دہلی۔110002	3.
سید درواء، استودیا، احمد آباد۔380001 فون:079-5352777 69، آنند نگر، سیکٹر۔27، گاندھی نگر۔382028 فون: (R) 02712-33280 02712-22480 (O)	یوتھ سروس اور کلچرل ایکٹیوٹیز	ڈاکٹر وارث علوی صدر جناب دلبخش اوزا سکریٹری	گجرات اردو اکادمی اولڈ اسمبلی بلڈنگ، سیکٹر۔17، گاندھی نگر۔382017 (گجرات)	4.
367، سیکٹر۔44۔اے، چنڈی گڑھ فون: (O) 0172-561412 0172-604391 (R) 0172-605263	تعلیم	جناب کے۔ایل۔ذاکر سکریٹری	ہریانہ اردو اکادمی کوٹھی نمبر۔516، سیکٹر۔12، پنچکولا۔134109 (ہریانہ)	5.

نمبر	اکادمی کا نام اور پتہ	عہدے دار	شعبہ	رہائشی پتہ
.6	جموں و کشمیر اکادمی آف آرٹس کلچر اینڈ لینگویجز لال منڈی، سری نگر کمل روڈ، جموں	جناب بلونت ٹھاکر سکریٹری جناب معراج الدین ایڈیشنل سکریٹری	تعلیم	صدر آباد، لال بازار، سری نگر۔ فون: 432379-(0194) 478254-(0194)
.7	کرناٹک اردو اکادمی 14/3، نرو پتنگا روڈ، بنگلور۔560002	پروفیسر عبدالغفار شکیل چیئرمین	کلچر	2224، منڈی محلہ، میسور فون(میسور): 36418 (0821) فون(بنگلور): 2213167 (080)
.8	مدھیہ پردیش اردو اکادمی سنسکرت بھون، بان گنگا روڈ، بھوپال۔462003 ایم۔پی۔	پروفیسر آفاق احمد سکریٹری	اقلیتی فلاح	"کلکدہ" 8۔عید گاہ ہلس، بھوپال۔462001 فون: (O) 0755-551691 541414, 544025 (R)
.9	مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی شعبۂ سماجی فلاح، ثقافتی امور اور شعبۂ کھیل ڈی۔ڈی۔ بلڈنگ، سکنڈ فلور، اولڈ کسٹم ہاؤس، شہید بھگت سنگھ روڈ، ممبئی۔400023	جناب عبدالستار دلوی صدر	شعبۂ سماجی فلاح، ثقافتی امور اور شعبۂ کھیل	فون: 022-2672703
.10	اڑیسہ اردو اکادمی پریتن بھون، میوزیم کمپلیکس، بھونیشور۔751014	جناب محمد اسماعیل سعیدی آزر سکریٹری	کلچر	D-2/4، پارامولارینٹل کالونی، بھونیشور۔ فون: 0674-408791
.11	راجستھان اردو اکادمی جے۔3، سبھاش مارگ، سی، اسکیم، جے پور۔302001	جناب این۔اے۔راہی سکریٹری	تعلیم	A-23، شیو شکتی کالونی، مالویہ نگر، جے پور۔302017 فون: (R) 0141-522108
.12	اتر پردیش اردو اکادمی وبھوتی کھنڈ، گومتی نگر، لکھنؤ۔	ڈاکٹر شیما رضوی صدر	تعلیم اور زبان	فون: 0522-2457
.13	مغربی بنگال اردو اکادمی A-75/2، رفیع احمد قدوائی روڈ، کلکتہ۔700016	جناب شائق احمد مغربی بنگال سول سروس (ایگزیکیوٹو)	اقلیتی فلاح	59، مدن موہن برمن اسٹریٹ کلکتہ۔700007 فون: (R) 033-241-1381 241-4626

فہرست کتب

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی مطبوعات

ادبیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف/مترجم	قیمت
1.	آندھی میں چراغ	خواجہ غلام السیدین	
2.	ابوالکلام آزاد۔شخصیت،سیاست پیغام	پروفیسر رشید الدین خاں	۲۱/=
3.	ابوالکلام آزاد۔ایک ہمہ گیر شخصیت	پروفیسر رشید الدین خاں	۵۸/=
4.	اتر پردیش کے لوک گیت	اظہر علی فاروقی	
5.	اردو ادب کی تنقیدی تاریخ (تیسری طباعت)	احتشام حسین	۷۰/=
6.	اردو کے ابتدائی ادبی معرکے (عہد مرزا و میر تک)	ڈاکٹر محمد یعقوب عامر	۲۲/=
7.	اردو کے ادبی معرکے (انشاء سے غالب تک) ترمیم و اضافے کے ساتھ (دوسرا ایڈیشن)	ڈاکٹر محمد یعقوب عامر	۳۰/=
8.	اردو کی کہانی	احتشام حسین	
9.	اردو لغت نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر مسعود ہاشمی	۳۰/=
10.	ارنیسٹ ہیمنگوے حیات و فن کا تنقیدی مطالعہ (دوسری طباعت)	ڈاکٹر سلامت اللہ خاں	۱۱/=
11.	امریکی ادب کا مختصر جائزہ	ڈاکٹر سلامت اللہ خاں	
12.	انتخاب غزلیات میر	ڈاکٹر حامدی کاشمیری	۱۵/=
13.	انتخاب کلام حسرت	ڈاکٹر فضل امام	۹/=
14.	انشاء کاتر کی روزنامچہ	سید محمد نعیم الدین	۴/۵۰
15.	انیس کے سلام	علی جواد زیدی	۱۳/۵۰
16.	انیس کے مرثیے اول (دوسری طباعت)	صالحہ عابد حسین	۳۶/=
17.	انیس کے مرثیے دوم (دوسری طباعت)	صالحہ عابد حسین	۴۰/=
18.	برنارڈ شا	عبدالغنی	
19.	بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء	پروفیسر اختر اورینوی	۱۸/=
20.	بیسویں صدی میں اردو ناول	ڈاکٹر یوسف سرمست	۵۸/=
21.	پشکن (دوسری طباعت)	ظ۔انصاری	
22.	تذکرہ علمائے بلخ	صفی الدین واعظ / پروفیسر نذیر احمد	۱۳/=
23.	تالستائے	ڈاکٹر محمد یٰسین	
24.	جوش ملیح آبادی شخصیت اور فن	ظفر محمود	
25.	سچے خنف (دوسری طباعت)	ظ۔انصاری	۱۱/=
26.	حیات جاوید (تیسری طباعت)	الطاف حسین حالی	۴۸/=
27.	خسرو شناسی (دوسری طباعت)	ظ۔انصاری / ابوالفیض سحر	۲۴/=
28.	دانتے	زیڈ۔اے۔حنفی	۸/۲۵
29.	دستنبو (غالب)	(مترجم) پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	۱۲/=
30.	درس بلاغت (تیسری طباعت)	ترقی اردو بیورو	۱۱/=
31.	قدیم اردو نظم (۱)	ڈاکٹر فہمیدہ بیگم	۴۰/=
32.	دکن میں اردو	پروفیسر نصیر الدین ہاشمی	۴۲/=
33.	دکنی ہندو اور اردو	پروفیسر نصیر الدین ہاشمی	۱۵/۵۰
34.	دکنی نثر کا انتخاب	پروفیسر سیدہ جعفر	۱۲/۵۰
35.	دکن میں مرثیہ اور عزاداری	ڈاکٹر رشید موسوی	۱۶/=
36.	دیوان آبرو	پروفیسر محمد حسن	۲۵/=
37.	دیوان حسرت عظیم آبادی	ڈاکٹر اسماء سعیدی	
38.	ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا حیات اور کارنامے	ڈاکٹر کبیر احمد جائسی	۱۲/=
39.	ڈاکٹر ذاکر حسین	مرتبہ: ڈاکٹر فہمیدہ بیگم	۷۰/=
40.	ذوق و جستجو	پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	۳۴/=
41.	رہبر اخبار نویسی	سید اقبال قادری	۶۲/=
42.	رباعیات انیس	مرتب: علی جواد زیدی	
43.	زندگانی بے نظیر	سید محمد عبدالغفور شہباز / سید محمد حسنین	۱۹/=
44.	سب رس کے حروف (صرفی مطالعہ)	آصفہ بیگم	۱۱/=
46.	سخنوران گجرات	سید ظہیر الدین مدنی	۱۷/=

46. شعریات (دوسری طباعت) — ارسطو/شمس الرحمٰن فاروقی
47. شعر شور انگیز (اوّل) — شمس الرحمٰن فاروقی — ۱۵۰/=
48. شعر شور انگیز (دوم) — شمس الرحمٰن فاروقی — ۱۳۰/=
49. شعر شور انگیز (سوم) — شمس الرحمٰن فاروقی — ۱۵۰/=
50. شعر شور انگیز (چہارم) — شمس الرحمٰن فاروقی — ۱۷۰/=
51. صحیفہ خوش نویساں — مولوی احترام الدین احمد شاغل — ۱۲/=
52. عربی ادب کی تاریخ (۱) (تیسری طباعت) — پروفیسر عبدالحلیم ندوی — ۲۰/=
53. عربی ادب کی تاریخ (۲) — پروفیسر عبدالحلیم ندوی — ۳۶/=
54. عربی ادب کی تاریخ (۳) — پروفیسر عبدالحلیم ندوی — ۵۵/=
55. غزل اور غزل کی تحریک (دوسری طباعت) — ڈاکٹر اختر انصاری — ۱۸/=
56. فسانۂ آزاد (جلد اوّل) — رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی — ۱۰۰/=
57. فسانۂ آزاد (جلد دوم) — رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی — ٦۵/=
58. فسانۂ آزاد (جلد سوم، حصہ اوّل) — رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی — ٦٧/۵۰
59. فسانۂ آزاد (جلد سوم، حصہ دوم) — رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی — ۵۰/=
60. فسانۂ آزاد (جلد چہارم، حصہ اوّل) — رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی — ٦٧/۵۰
61. فسانۂ آزاد (جلد چہارم، حصہ دوم) — رتن ناتھ سرشار/امیر حسن نورانی — ۵۰/=
62. فکر و تحقیق (۱) — مدیر اعلیٰ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم — ۱۵/=
63. فکر و تحقیق (۲) — مدیر اعلیٰ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم — ۱۵/=
64. فکر و تحقیق (۳) — مدیر اعلیٰ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم — ۱۵/=
65. فکر و تحقیق (۴) — مدیر اعلیٰ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم — ۱۵/=
66. فکر و تحقیق (۵) — مدیر اعلیٰ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم — ۲۰/=
67. فکر و تحقیق (٦) — مدیر اعلیٰ ڈاکٹر فہمیدہ بیگم — ۲۰/=
68. قطب مشتری — اسد اللہ وجہی/ڈاکٹر حمیرہ جلیلی — ۴۸/=
69. قلم کا مزدور پریم چند — مدن گوپال — ۲۰/=
70. کاشف الحقائق — سید امداد امام اثر/پروفیسر وہاب اشرفی
71. کائنات جلیل — علی احمد جلیلی — ۳۵/=
72. کلیات ذوق — ڈاکٹر تنویر احمد علوی — ۳۴/=
73. کلیات سراج — سراج اورنگ آبادی
74. کلیات سراج (ڈی لکس) — سراج اورنگ آبادی — ۲۸/=
75. کلیات سودا (حصہ اوّل) — پروفیسر محمد حسن — ۲۸/=
76. کلیات سودا (حصہ دوم) — پروفیسر محمد حسن — ۳۸/=
77. کلیات عیش — ڈاکٹر حبیب بانو — ۸۰/=
78. کلیات فانی — پروفیسر ظہیر احمد صدیقی — ۵٦/=
79. کلیات قلی قطب شاہ — پروفیسر سیدہ جعفر
80. کلیات میر — ظل عباس عباسی
81. مجموعہ نغز (تذکرہ شعرائے اردو) — قدرت اللہ قاسم — ۵۰/=
82. مشرق و مغرب میں تنقیدی تصورات — پروفیسر محمد حسن — ۲۸/=
83. مقالاتِ مسعود — پروفیسر مسعود حسین خاں — ۱۸/۵۰
84. مولیر — پروفیسر ثریا حسین — ۱۵/=
85. نالادیار (کلاسیکی تامل اشلوکوں کا مجموعہ) — غازی عبیداللہ خاں — ۱٦/۷۵
86. واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات — کوکب قدر سجاد علی میرزا — ۹۷/=
87. وضاحتی کتابیات (جلد اول ۱۹۷٦ء) — پروفیسر گوپی چند نارنگ/پروفیسر مظفر حنفی
88. وضاحتی کتابیات (جلد دوم) ۷۷ سے ۱۹۷۸ء — پروفیسر گوپی چند نارنگ/پروفیسر مظفر حنفی — ۴۳/=
89. وضاحتی کتابیات (جلد سوم) — پروفیسر گوپی چند نارنگ/پروفیسر مظفر حنفی — ۳۵/=
90. ہندی ادب کے بھگتی کال میں مسلم ثقافت کے اثرات (دوسری طباعت) — سید اسد علی/ڈاکٹر ماجد واسد — ۲۲/=
91. یادِ بود غالب — پروفیسر خواجہ احمد فاروقی — ۲۱/=

تاریخ۔ جغرافیہ۔ سیاست۔ ثقافت

نمبر شمار	کتاب	مصنف/مترجم	قیمت
92.	آریہ سماج کی تاریخ	لالہ لاجپت رائے/کشور سلطان	۱۰/۵۰
93.	آزادی	جان اسٹورٹ مل/سعید انصاری	
94.	آزاد ہندوستان (حصہ دوم) (تیسری طباعت)	ایس۔ ایل۔ گپتا	۲/=
95.	ابتدائی علم شہریت	ایس۔ ایم۔ پنجابی پوھیائے/شریف الحسن نقوی	۱٦/۵۵

96. اسلامی تہذیب و تمدن — مولانا محسن آزاد فاروقی — ۱۳/=
97. اسلامی سماج — روبن لیوی / ضمیر الحق — ۶۰/=
98. اکبر سے اورنگ زیب تک — ڈبلیو ایچ مورلینڈ / جمال محمد صدیقی — ۲۱/۵۰
99. البیرونی کے جغرافیائی نظریات — ڈاکٹر حسن عسکری کاظمی — ۱۱/=
100. انقلاب ۱۸۵۷ء (دوسری طباعت) مرتب: پی۔ سی۔ جوشی
101. انقلاب فرانس — جے۔ ایم۔ تھامسن / ڈاکٹر محمود حسین
102. اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء — محمد اطہر علی / راشد الدین — ۲۸/=
103. بادشاہ — میکاولی / ڈاکٹر محمود حسین — ۱۲/=
104. برطانیہ کا دستور اور نظام حکومت۔ محمد محمود فیض آبادی — ۳۶/=
105. تاریخ آصفی — مرزا ابوطالب / ڈاکٹر ثروت علی — ۱۰/=
106. تاریخ اور سماجیات — عائشہ بیگم — ۱۰/۵۰
107. تاریخ تحریک آزادی ہند (حصہ اول) — ڈاکٹر تاراچند / قاضی محمد عدیل عباسی
108. تاریخ تحریک آزادی ہند (حصہ سوم) — ڈاکٹر تاراچند / قاضی محمد عدیل عباسی
109. تاریخ تعلیم ہند — جے۔ پی۔ نائک / سید نوراللہ
110 تاریخ تمدن ہند — پروفیسر محمد مجیب — ۱۱/=
111. تاریخ ٹیپو سلطان — محب الحسن / حامد اللہ افسر
112. تاریخ جہانگیر (دوسری طباعت) — بینی پرشاد / رحم علی الہاشمی
113. تاریخ شاہجہاں (دوسری طباعت) — بنارسی پرشاد سکسینہ / سید اعجاز حسین
114. تاریخ فلسفہ سیاسیات — پروفیسر محمد مجیب — ۱۱/۵۰
115. تحریک آزادی ہند — ظہور محمد خاں — ۲/۲۵
116. تحریک خلافت — قاضی محمد عدیل عباسی — ۱۱/۵۰
117. تذکرہ دربار حیدرآباد — رگن راج سکسینہ
118. جامع تاریخ ہند — محمد حبیب / خلیق احمد نظامی
119. جدید سیاسی فکر — سید انوار الحق حقی / ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی — ۱۵/۲۵
120. جدید ہندوستان کے معمار (دوسری طباعت) — آئی۔ سی۔ ایچ۔ آر / ڈاکٹر قیام الدین احمد — ۱۳/=
121. جغرافیہ کی ماہیت اور اس کا مقصد — ایس۔ ڈبلیو وولڈرج / انیس احمد صدیقی — ۱۹/=
122. جدید ہندوستان کے سماجی و سیاسی افکار — ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی — ۳۸/=
123. جنوبی ہند کی تاریخ ماقبل تاریخ سے وجے نگر کے زوال تک — آئی۔ سی۔ ایچ۔ آر / آر۔ کے۔ بھاٹکر
124. چولا راجگان — آئی۔ سی۔ ایچ۔ آر / کے۔ اے۔ نیل کنٹھ شاستری — ۶۰/=
125. حکومت اور آئین (پانچویں طباعت) — مترجم ڈاکٹر تقیم — ۲/=
126. حیدر علی (دوسری طباعت) — نریندر کرشن سنہا / اقتدار حسین صدیقی
127. خلجی خاندان — کے۔ ایس۔ لال / محمد تحسین مظہر صدیقی
128. دکن کی قدیم تاریخ — پروفیسر یزدانی — ۴۹/=
129. بہمنی سلاطین — ہارون خاں شیروانی / رحم علی الہاشمی
130. رنجیت سنگھ — نریندر کرشن سنہا / کیلاش چندر چودھری — ۹/۲۵
131. ریاست حیدرآباد میں جدوجہد آزادی ۱۸۰۰ تا ۱۹۰۰ — سید محمد جواد رضوی — ۲۰/=
132. سلاطین دہلی کا سیاسی نظریہ — محمد حبیب / بیگم افسر عمر سلیم خاں — ۱۳/=
133. سلطنت مغلیہ کا مرکزی نظام حکومت — ابن حسن، آئی۔ اے۔ قلی — ۱۹/=
134. سوویت یونین کا سیاسی نظام — ظفر امام — ۴۳/=
135. شہیدان آزادی (حصہ اول) — پی۔ این۔ چوپڑا / بھگوت سنگھ
136. شہیدان آزادی (حصہ دوم) — پی۔ این۔ چوپڑا / سید تفضل حسین — ۲۰/=
137. شیر شاہ سوری اور اس کا عہد — اکارجن قانون گو / رام آسرا شرما
138. صوبائی خود مختاری کی ابتدا — ایس۔ گومر / منظور پرشاد — ۱۲/۵۰
139. ظہیر الدین محمد بابر (دوسری طباعت) — ایل۔ ایف۔ رش بروک ولیمز / رفعت بلگرامی — ۱۳/=
140. علی وردی اور اس کا عہد — کالی کنکر دتا / عبدالاحد خاں خلیل — ۳۰/=
141. قدیم لکھنؤ کی آخری بہار — مرزا جعفر حسین
142. قدیم ہندوستان کی تاریخ — رما شنکر ترپاٹھی
143. قدیم ہندوستان میں تعلیم — اے۔ ایس۔ الٹیکر / ابو یوسف — ۲۰/=
144. قدیم ہندوستان کی ثقافت و تہذیب تاریخی پس منظر میں — ڈی۔ ڈی۔ کوسمبی / بال مکند عرش ملسیانی
145. قدیم ہندوستان میں شودر — رام شرن شرما / جمال الدین محمد — ۳۰/۵۰

146.	مہاتما گاندھی	بی۔ آر۔ نندا / علی جواد زیدی	۱۳/=
147.	مغلیہ سلطنت کا عروج و زوال	ایس۔ آر۔ شرما / ڈاکٹر ریاض احمد خاں شیروانی	۲۷/=
148.	مغل دربار کی گروہ بندیاں اور سیاست (دوسری طباعت)	ڈاکٹر ستیش چندر / ڈاکٹر قاسم صدیقی	۲۲/=
149.	مغلوں کا نظام مالگزاری ۱۷۰۰ء سے ۱۷۵۰ء تک	نعمان احمد صدیقی / ایس۔ جی۔ ہادی	۹/=
150.	مرادآباد۔ تاریخ اور صنعت	تاباں نقوی	۱۲/=
151.	مسیر طالبی (سفرنامہ)	ابوطالب اصفہانی / ثروت علی	۳۲/=
152.	منتخب دساتیر کا تقابلی مطالعہ	شجاع الدین فاروقی	۲۵/=
153.	ہم آہنگی	پروفیسر رشید الدین خاں / ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ مہدی	۳۷/=
154.	وادی سندھ اور اس کے بعد کی تہذیبیں	سرمورٹیمر وہیلر / زبیر رضوی	
155.	وجے نگر کے عہد میں نظام حکومت اور سماجی زندگی	ٹی۔ وی۔ مہالنگم / نیل کنٹھ شاستری	۲۱/=
156.	ہمایوں نامہ	گلبدن بیگم / رشید حیدر مرزا	۱۱/=
157.	ہندوستان سرزمین اور عوام	جمائکی گپتا / ایس۔ کے۔ سنگھ	۲/=
158.	ہندوستان کا شاندار ماضی	اے۔ ایل۔ باشم / غلام ستانی	
159.	ہندوستان کے دور وسطیٰ کے مؤرخین	پروفیسر محب الحسن / سرور علی ہاشمی	۴۵/=
160.	ہندوستانی خارجہ پالیسی کی بنیادیں	بمل پرساد / محمد محمود فیض	۱۲/۲۵
161.	ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروج	ڈاکٹر رفیق زکریا	۳۶/=
162.	ہندوستانی کتبوں کا مطالعہ	ڈی۔ سی۔ سرکار / رحیمہ صبیح الزماں	۴۹/=
163.	ہندوستانی مصوری ایک خاکہ	انیس فاروقی	
164.	ہندوستانی مصوری عہد مغلیہ میں	پرسی براؤن / حمید الحق	
165.	ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں (دوسری طباعت)	کنور محمد اشرف / قمر الدین	۱۸/۲۵
166.	ہندوستان میں مسلم حکومت کی اساس	حبیب اللہ / مسعود الحسن	۲۵/=
167.	یوروپ کے عظیم سیاسی مفکرین	ڈاکٹر محمد ہاشم قدوائی	۱۵/۵۰

تذکرۂ مخطوطات

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
168.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ اول)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	۳۲/=
169.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ دوم)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	۳۲/=
170.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ سوم)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	۳۲/=
171.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ چہارم)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	۳۲/=
172.	تذکرۂ مخطوطات (حصہ پنجم)	ڈاکٹر محی الدین قادری زور	۳۲/=

لسانیات، لغات، قواعد اور کتب خانہ داری

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
173.	آہنگ و عروض	ڈاکٹر کمال احمد صدیقی	۱۸/=
174.	املا نامہ مرتب	پروفیسر گوپی چند نارنگ	۹/=
175.	اردو تصویری لغت	شیلا کماری / ڈاکٹر علی رضا نقوی	۳۰/=
176.	اردو صرف و نحو	ڈاکٹر اقتدار حسین خاں	۱۶/=
177.	اردو افعال	سونیا چیکوا	۲۳/=
178.	اردو املا	رشید حسن خاں	
179.	اسکول لائبریری	سید حسین رضا رضوی	۲۰/=
180.	جامع انگریزی اردو لغت (حصہ اول)	کلیم الدین احمد	۲۰۰/=
181.	جامع انگریزی اردو لغت (حصہ دوم)	کلیم الدین احمد	۲۰۰/=
182.	توضیحی لسانیات	ایچ۔ اے۔ گلیسن / رفیق احمد صدیقی	۲۳/=
183.	زبان اور قواعد	رشید حسن خاں	
184.	صحت الفاظ	سید بدر الحسن	۱۸/=
185.	صوتیات و فونیمیات	پروفیسر اقتدار حسین	۲۲/=
186.	عام لسانیات	پروفیسر گیان چند جین	۷۵/=
187.	عشری درجہ بندی	ملول ڈیوی / سید محمود حسن قیصر	۸۰/=

188.	مجلۂ ناظم کتب خانہ داری ایک تعارف	کے۔ کی۔ ہیڈن / مترجمین اختر	۲۲/=
189.	فرہنگ ادبی اصطلاحات	کلیم الدین احمد	۲۷/=
190.	فرہنگ آصفیہ (۱)	مولوی سید احمد دہلوی	۱۵۰/=
191.	فرہنگ آصفیہ (۲)	مولوی سید احمد دہلوی	۱۵۰/=
192.	فرہنگ آصفیہ (۳)	مولوی سید احمد دہلوی	۱۵۰/=
193.	فرہنگ آصفیہ (۴)	مولوی سید احمد دہلوی	۱۵۰/=
194.	فرہنگ اصطلاحات انسانیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	
195.	فرہنگ اصطلاحات تاریخ و سیاسیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	۲۸/=
196.	فرہنگ اصطلاحات حیوانیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	۱۲/=
197.	فرہنگ اصطلاحات ریاضیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	۵/=
198.	فرہنگ اصطلاحات فلسفہ، نفسیات اور تعلیم	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	۳۰/=
199.	فرہنگ اصطلاحات کیمیا	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	۸/=
200.	فرہنگ اصطلاحات لسانیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	۲۰/=
201.	فرہنگ اصطلاحات معاشیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	۱۰/=
202.	فرہنگ اصطلاحات نباتیات	اردو بیورو (انگریزی/اردو)	۱۸/=
203.	فرہنگ سیاسیات	محمد محمود فیض / حسن علی جعفری	۳۸/=
204.	کتاب کی تاریخ	شایان قدوائی	۳/۵۰
205.	کتب خانہ داری ایک تعارف	شہاب الدین انصاری	۲۲/=
206.	لسانیات کیا ہے؟	ڈاکٹر ڈیوڈ کرسٹل / ڈاکٹر نصیر احمد خان	۱۱/=
207.	لسانی مطالعے ترمیم و اضافے کے ساتھ (تیسرا ایڈیشن)	پروفیسر گیان چند جین	۲۲/=
208.	لغت کبیر اردو (جلد اول، حصہ اول)	سید احمد (سندیلی)	۸۵/=
209.	مبادی کتابیات	شہاب الدین انصاری / کرشن کمار	۲۲/=
210.	مختصر اردو لغت	ترقی اردو بیورو	۲۵/=
211.	نئی اردو قواعد	عصمت جاوید	۱۵/=
212.	وضع اصطلاحات	وحید الدین سلیم	۱۵/=
213.	ہند آریائی اور ہندی	سنیتی کمار چٹرجی / پروفیسر عتیق احمد صدیقی	۱۷/۷۵
214.	ہندوستان میں چھاپہ خانہ	پروفیسر علی ابن الحسین زیدی	۷/۲۵
215.	ہندوستان کے زمانۂ قدیم و وسطیٰ کے کتب خانے	بمل کمار دت / مترجم عالم عابدی	۱۰/۵۰

فلسفہ، تعلیم، نفسیات، مذہب، سماجیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
216.	ابتدائی نفسیات	سید محمد حسن / محمد رضوان احمد خاں	۱۶/=
217.	ابنارمل نفسیات	ایم ایچ ارورزن / ذکیہ مشہدی	۲۸/=
218.	ادبیات شناسی	پروفیسر محمد حسن	۱۲/۵۰
219.	انسان اپنی تلاش میں	رولو مے / زاہدہ زیدی	۳۰/=
220.	اردو زبان کی تدریس (تیسری طباعت)	معین الدین	۱۸/=
221.	اشارات تعلیم	آسٹن / نورالحسن	۴۵/=
222.	اصول تعلیم (دوسری طباعت)	خواجہ غلام السیدین	۲۴/=
223.	اصول تعلیم اور عمل تعلیم	ڈی ایس گارڈن / خلیل الرحمن اور سیتلی پرکی	
224.	عمل کا فلسفۂ یوگ	مترجم کرشن کمار پاٹھک	۱۲/=
225.	تاریخ فلسفۂ اسلام	ٹی۔ جے۔ بوئر / سید عابد حسین	۶/۵۰
226.	تاریخ ہندی فلسفہ	ایس۔ این۔ داس گپتا / رائے شیو موہن لال ماتھر	۳۰/=
227.	تحلیل نفسی کا اجمالی خاکہ	سگمنڈ فرائڈ / ظفر احمد صدیقی	۱۰/۵۰
228.	تدریس تاریخ	خلیل الرب	۱۸/=
229.	تدریس جغرافیہ	محمد ضیاء الدین علوی	۲۰/=
230.	تعلیم اور اس کا سماجی پس منظر	ڈاکٹر سلامت اللہ	
231.	تعلیمی تشکیل نو کے مسائل	خواجہ غلام السیدین / ایم ایم ابوبکر	۱۲/۶۵
232.	تعلیمی رہنمائی اور صلاح کاری	عبدالمغنی مدہوش	۱۳/۷۵
233.	تعلیم سماج اور کلچر (دوسری طباعت)	اے۔ کے۔ سی۔ اوٹاوے / ڈاکٹر اختر انصاری	
234.	تعلیم میں نفسیات کی اہمیت	ہربرٹ سورنسن / ڈاکٹر سلامت اللہ	۲۷/=
235.	تعلیم کی نفسیاتی اساس	عبداللہ ولی بخش قادری	۲۵/=

236.	تعلیم کا عمل	جیروم ایس برونر/ مسیح الدین	۵/۵۰
237.	تعلیم کے مقاصد اور وسائل	نجی وار بریلڈز/ خلیل الرحمٰن	۱۸/=
238.	تعلیم (ہندوستان کے مسلم عہد حکومت میں)	ایس۔ ایم جعفر/ سعید انصاری	۸/۲۵
239.	ثانوی مدارس میں تدریس	نیلسن ایل بوسنگ/ سرور علی اختر ہاشمی	۱۲/=
240.	جدید ابتدائی منطق	ایل سوزن اسٹنگ/ ڈاکٹر سلطان علی شیدا	۱۰/=
241.	جدید ہندوستان میں ذات پات	ایم این سرینواس/ شہباز حسین	۸/۲۵
242.	جواہر پارہ اور اک/ فکر آچاریہ	فکر آچاریہ/ کرشن کمار پاٹھک	۸/=
243.	جدید دنیا میں تعلیم	نیاز احمد اعظمی	۲۰/=
244.	زمان و مکان	وزیر حسن عابدی	۱۵/=
245.	سائنس کی تدریس	ڈی این شرما/ آر۔ سی شرما	۲۸/=
246.	سماج اور تعلیم	محمد عبدالقادر عمادی	۵/۷۵
247.	سماجی فلسفہ کا خاکہ	جے۔ ایس۔ میکنزی/ نے	۲۲/=
248.	شخصیت کے نظریات	ساجدہ زیدی	۲۵/=
249.	شرح سد بھگوت گیتا	مترجم: حسن الدین احمد	۵/=
250.	علم ہندسہ کی تدریس	ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	۱۱/=
251.	علم طبیعیات اور جدید طریقہ تعلیم	رضیہ/ شیخ نظام الدین	۲۱/=
252.	فلسفیانہ تجربہ ایک تعارف	جان ہاسپرز/ ایس اے شیدا	۵۴/=
253.	فلسفہ کے بنیادی مسائل	اے۔ سی ایونگ/ میر ولی الدین	
254.	قدیم ہندی فلسفہ	رائے شیو موہن لال ماتھر	۱۵/۵۰
255.	قومی تہذیب کا مسئلہ	سید عابد حسین	
256.	کامرس کیسے پڑھائیں	محمد شریف خاں	۱۳/۵۰
257.	کپل کا فلسفہ سانکھیہ	(مترجم) کرشن پاٹھک	زیر طبع
258.	معاشیات کیسے پڑھائیں	ریاض شاکر خاں	۱۳/=
259.	مدرسہ عمل	الزائف فیریر/ شیخ غلام حسین	۹/۷۵
260.	نسل اور نسلی امتیاز	عبدالقادر عمادی	۸/۵۰
261.	نفسیات جرائم	بریڈ فارٹ/ حمید عزالدین	۵/۲۵
262.	ہمارا قدیم سماج	سید علی حسن نقوی	
263.	ہندو فلسفہ مذہب اور نظام معاشرت	سید عابد حسین	۹/=
264.	ہندوستانی گاؤں	شیاما چرن دوبے/ عبدالقادر عمادی	۱۵/=
265.	ہندوستان میں عورت کی حیثیت	آئی۔ سی۔ آر۔ رضیہ احمد	۱۵/=
266.	ہندوستانی سماج ساخت اور تبدیلی	ضیاء الدین احمد	۳۸/=
267.	ہندی فلسفہ کے عام اصول	شیو موہن لال ماتھر	۱۸/=

معاشیات، تجارت

نمبر شمار	کتاب	مصنف/ مترجم	قیمت
268.	اجارہ	این اے سی سن/ ایم اے گیلانی	۱۷/۵۰
269.	اجرتیں	موریس ڈاب/ عبدالرشید	۱۰/۵۰
270.	اصول معاشیات	رضیہ فقائی	۱۰/=
271.	بین الاقوامی معاشیات	چارلس پی کنڈل برجر/ لیاقت علی خاں	۳۵/=
272.	تجارت بین الاقوامی و مبادلات خارجہ	محمد باقر زیدی	۱۶/=
273.	دفتری انتظامیہ	شمیر/ پروفیسر محمد سعید	۱۲/=
274.	شماریات اور ان کا استعمال	ایل اے باؤنکس/ نجم الحسن	۱۵/۷۵
275.	کامرس برائے سکنڈری اسکول	سیتارام ورما/ زین العابدین	۳/۵۰
276.	کھاد نویسی و کھاد داری	کے۔ ایچ۔ فاروقی	
277.	معاشیات کے بنیادی اصول	سراج الحسن	
278.	ہندوستان اور مشرقی وسطیٰ کے تجارتی تعلقات	ڈاکٹر حامد اللہ ندوی	۲۲/=
279.	ہندوستان کا صنعتی ارتقاء	ڈی۔ آر۔ گیڈگل/ ایم۔ صدیقی	۱۳/=
280.	ہندوستان کی معاشی تاریخ (حصہ اول) ۱۷۵۷ء تا ۱۸۳۷ء	رمیش دت/ غلام ربانی تاباں	۱۸/۷۵
281.	ہندوستانی معاشیات	ایس کے بھٹناگر/ محمد خلیل یامین	۵/۳۰
282.	ہندوستانی معاشیات	برج کشور/ این۔ کے۔ بھٹناگر	۵/۳۰
283.	ہندوستانی معیشت	الک گھوش	۵/۲۵
284.	ہندوستان میں بیوپاری کاروباری رشتوں کا فروغ ۱۸۵۱ تا ۱۹۰۰ء	رادھے شیام/ غلام حیدر	۲۱/۵۰
285.	ہندوستانی صنعتوں میں انصرام عملہ	نجم الحسن	۸/۷۵

سائنسی اور تکنیکی کتابیں

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
286.	آبپاشی	محمد ابراہیم	۱۰/=
287.	آسان اردو شارٹ ہینڈ	سید راشد حسین	۱۷/=
288.	ارضیات کے بنیادی تصورات	والٹی ایمروجیف / پروفیسر ماجد حسین	۲۲/=
289.	انسانی ارتقاء	ایم۔ آر۔ ساہنی / احسان اللہ	
290.	ایٹم کیا ہے؟	احمد حسین	۴/۵۰
291.	بائیو گیس پلانٹ	ڈاکٹر خلیل اللہ خاں	۱۵/=
292.	برقی توانائی	انجم اقبال	۱۲/=
293.	پرندوں کی زندگی اور ان کی معاشی اہمیت	محشر عابدی	۱۱/=
294.	پیڑ پودوں میں وائرس کی بیماریاں	رشید الدین خاں	۶/۵۰
295.	پیمائش و نقشہ کشی	محمد انعام اللہ	۲۰/=
296.	تاریخ طبعی (حصہ اوّل)	پروفیسر شمس الدین قادری	۲۴/=
297.	تاریخ طبعی (حصہ دوم)	پروفیسر شمس الدین قادری	۲۴/=
298.	تاریخ ایجادات	ایکن لارسن / صالحہ بیگم	۳۰/=
299.	تفصیلی احصاء برائے بی۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی۔	شانتی نرائن / سید ممتاز علی	۲۲/۲۵
300.	ٹرانسسٹر کے بنیادی اصول	سید اقبال حسین رضوی	۱۱/۲۵
301.	جدید الجبرا اور مثلثات برائے بی۔ اے۔	اظہر ج پی۔ وینس۔ ایس۔ اے۔ ایل۔ شیروانی	۱۵/=
302.	خاص نظریۂ اضافیت	حبیب الحق انصاری	۱۲/=
303.	دھوپ چولہا	ایم۔ ایم۔ ہدی / ڈاکٹر خلیل اللہ خاں	۱۲/=
304.	راست و متبادل کرنٹ	عبدالرشید انصاری	۱۵/=
305.	سائنس کی باتیں	اندر جیت لال	۱۱/۵۰
306.	سائنس کی کہانیاں (حصہ اوّل)	سنکلف اور سنکلف / انیس الدین ملک	۱۰/۵۰
307.	سائنس کی کہانیاں (حصہ دوم)	سنکلف اور سنکلف / انیس الدین ملک	۱۲/=
308.	سائنس کی کہانیاں (حصہ سوم)	سنکلف اور سنکلف / انیس الدین ملک	۵/=
309.	علم کیمیا (حصہ اول) (عملی طباعت)	مترجم: سید انوار سجاد رضوی	۵/=
310.	علم کیمیا (حصہ دوم)	مترجم: ارشد رضوی	۴/=
311.	فلسفہ، سائنس اور کائنات	ڈاکٹر محمود علی سلمانی	۵۵/=
312.	فن طباعت (دوسرا ایڈیشن)	جگجیت سنگھ ملیر	۱۱/۵۰
313.	فن خطاطی و خوشنویسی اور مطبع منشی نول کشور کے خطاط	امیر حسن نورانی	۳۶/=
314.	کلاسیکی برقی مقناطیسیت مترجم: بابا بی کیمہ	وولف گانگ سانگ پولسکی سیلیا فلیس۔	۵۰/=
315.	کوئلہ	قیس احمد صدیقی	۲۲/=
316.	گنے کی کھیتی	سید مسعود حسن جعفری	۱۵/=
317.	کیمبرج سائنس (حصہ ششم)	مترجم۔ شیخ سلیم احمد	۱۸/=
318.	کیمبرج سائنس (حصہ ہفتم)	مترجم۔ ایس۔ اے۔ رحمان	۱۸/=
319.	کیمبرج سائنس (حصہ ہشتم)	مترجم۔ تاجور سامری	۲۸/=
320.	مردجیو میٹری	گورکھ پرشاد اور ایچ۔ سی۔ گپتا / نثار احمد خاں	۳۵/=
321.	مسلم ہندوستان کا زراعتی نظام	ڈبلیو ایچ مورلینڈ / جمال محمد	۱۲/۵۰
322.	مغل ہندوستان کا طریق زراعت	عرفان حبیب / جمال محمد	۳۲/۵۰
323.	مفتاح التقویم	حبیب الرحمٰن خاں صابری	
324.	موزوں ٹکنالوجی ڈائرکٹری	ایم۔ ایم۔ ہدی / خلیل اللہ خاں	۲۸/=
325.	نوریات	ایف۔ ڈبلیو سیرس / آر۔ کے۔ رستوگی	۲۲/=
326.	ہندوستان کی زراعتی زمینیں اور ان کی زرخیزی	سید مسعود حسین جعفری	۱۲/=
327.	ہندوستان میں موزوں ٹکنالوجی کی توسیع کی تجویز	ایم۔ ایم۔ ہدی / ڈاکٹر خلیل اللہ خاں	۱۰/=

بچوں کا ادب

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
328.	آرٹ کی کہانی	سیما پرویز	۲/۵۰
329.	اچھی چڑیا	محمد شفیع الدین نیر	
330.	اخبار کی کہانی	غلام حیدر	۱۱/۵۰
331.	اقبال اور بچوں کا ادب	زیب النساء بیگم	۱/۷۵
332.	ادب کسے کہتے ہیں	اطہر پرویز	۱/۸۵

333	اڑنے والا گیڈا	منور رانا	۸/۵۰
334	اشوک کی پتنگ	مارگریٹ گلز	۷/۵۰
335	اقبال کی کہانی	جگن ناتھ آزاد	۴/۵۰
336	اکبر الہ آبادی	صغرا مہدی	۴/۵۰
337	انجان ملکوں کے کھوجی	ثریا جبیں	۱۲/=
338	ان سے ملئے	منور ورما/طلعت عثمانی	
339	انوار سہیلی کی کہانیاں	ڈاکٹر رفیعہ شبنم عابدی	۱۰/۵۰
340	الو کی کہانیاں	ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	۲/۲۵
341	الو اور کالا کوا	صالحہ عابد حسین	۷/۱۵
342	الکی	ہومر/اطہر پرویز	۷/=
343	اولمپک کھیل	مسعود حسین	۱۲/=
344	اونٹ راجا	پرمیلا ناگر	۴/۵۰
345	ایشیا اور یورپ کی کہانیاں	ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	۴/۵۰
346	ایک دن کا بادشاہ	باز گو اطہر پرویز	
347	ایک سائیں اور رنگ ساز کا قصہ	باز گو اطہر پرویز	۹/=
348	اینڈرسن کی کہانیاں	باز گو اطہر افسر	۴/۵۰
349	ایلس آئینہ گھر میں	مترجم عبدالحی	۱۱/=
350	بابر نامہ	مترجم ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	۱۲/=
351	باتیں کرنے والا غار	دولت ڈوگاٹی/اے کے لوکیا	۳/۵۰
352	باپو اور بچے	پی۔ ڈی۔ ٹنڈن/تاجور سامری	۲/۲۵
353	بچوں کے حالی	صالحہ عابد حسین	۳/۷۵
354	بچوں کے ڈرامے	اطہر افسر	۱۰/۵۰
355	بچوں کی مسکان	سیدہ فرحت	۳/۷۵
356	بچوں کی نظمیں	جگن ناتھ آزاد	۵/=
357	بچوں کے نہرو	ایم چلاپتی راؤ/پریم پال اشک	۷/۵۰
358	بکری اور گاؤں کا گل	م ع م	۹/=
359	بگلا اور کیکڑا	اما ناگر	۷/=
360	بڑھیا اور کوا	ناگر	۷/۵۰
361	بوستاں کی کہانی	باز گو عاقلہ شبلی	
362	بےزبان ساتھی	وکیل نجیب	۱۰/=
363	بیربل کی شوخیاں	ثریا جبیں	۸/=
364	پہاڑوں کی دنیا	حیدر سیلانی	۱۸/=
365	پتنگ کی کہانی	غلام حیدر	۴/۵۰
366	بھارت کی لوک کتھائیں (حصہ اول)	باز گو ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	
367	بھارت کی لوک کتھائیں (حصہ دوم)	باز گو ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	
368	بھارت کی لوک کتھائیں (حصہ سوم)	باز گو ڈاکٹر محمد قاسم صدیقی	
369	بھکاری راجہ	کے شیو کمار/ساحرہ رشید چودھری	
370	بھارت پربت	ترقی اردو بیورو	
371	پریم چند	پروفیسر قمر رئیس	۱۲/=
372	پریم چند کی کہانیاں	جوگندر پال	۱۱/۵۰
373	پنڈ	ملیا تھامس	۷/۵۰
374	پنچ تنتر کی کہانیاں (حصہ اول)	کے شیو کمار/اطہر پرویز	
375	پنچ تنتر کی کہانیاں (حصہ دوم)	کے شیو کمار/اطہر پرویز	
376	پنچ تنتر کی کہانیاں (حصہ سوم)	کے شیو کمار/اطہر پرویز	۵/۷۵
377	پنچ تنتر کی کہانیاں (حصہ چہارم)	کے شیو کمار/اطہر پرویز	۷/=
378	پرندوں اور جانوروں کی دنیا	اطہر پرویز	۲/۵۰
379	پوربی دیسوں کی کہانیاں	کلا تھیروانی/عائشہ صدیقی	۹/=
380	پیسے کی کہانی	اطہر پرویز	۳/۵۰
381	پھول مالا	سعادت نظیر	
382	پھلواری	خیر الحق صدیقی	۸/۵۰
383	ترقی اردو بیورو	حیات اللہ انصاری	
384	تین مچھلیاں	دولت ڈوگاٹی/اے کے لوکیا/این سی سکدر	۳/۵۰
385	جانور اور ان کے بچے	ڈی۔ کے۔ سرکار	۳/۲۵
386	جمو کی ترکیب	آر۔ کے۔ مورتی	۵/۵۰
387	جنوبی وسطی افریقہ اور ملاگاسی کی سرحد کہانیاں	محمد امین	۱۰/=
388	چار درویشوں کا قصہ	باز گو نور الحسن نقوی	۱۸/=
389	چکر	مریکلین اکبر	۷/۲۵
390	چڑیا کا سفر	سید محمد ذکی	۴/۵۰

391.	چڑیا اور راجہ	مدھو نظران	۷/=
392.	چڑیاں	سلطان آصف	۳/=
393.	تجسس	رام لال نابھوی	۱۸/=
394.	چلو چاند پر چلیں	ستیہ پرکاش بھارتی / ڈاکٹر محمد یعقوب عامر	۵۱/=
395.	چندا ماما کے گاؤں میں	قاضی مشتاق احمد	۵/=
396.	چندر روپ	ایم نثار کشور سلطان	۳/=
397.	حاتم طائی کا قصہ	مرتب: نورالحسن نقوی	۶/۵۰
398.	حالی	صالحہ عابد حسین	۴/=
399.	حرف حرف نظم	وقار خلیل	۵/=
400.	خلا کی کہانی	غلام حیدر	۱۱/=
401.	خطرناک راستے	وکیل نجیب	۹/۵۰
402.	خواجہ میر درد	پروفیسر ظہیر احمد صدیقی	۴/۵۰
403.	دلچسپ کہانیاں	ڈاکٹر رام آسرا راز	۸/۵۰
404.	دلکش نظمیں	ابرار کرت پوری	۶/=
405.	دیس دیس کی کہانیاں	اطہر پرویز	۶/=
406.	ڈارون کا نظریہ ارتقاء	ڈاکٹر افتخار احمد	۷/۵۰
407.	ڈاکٹر راجندر پرشاد	عبداللطیف اعظمی	۵/=
408.	رابن ہڈ کے کارنامے	تلخیص و ترجمہ ایم۔ ندیم	۱۵/=
409.	رابنسن کروسو	ڈینیل ڈیفو / م۔ ندیم	
410.	راجو اور اکبر	جگن پوجور	۴/۷۵
411.	راجہ رام موہن رائے	چندر لال گھوش / انعام الحق	۳/۵۰
412.	رتن ناتھ سرشار	پریمپال اشک	۴/۲۵
413.	رینگنے والے جانور	قیصر سرمست	۱۲/=
414.	سات رانیاں	اکا شنکر	
415.	سب کے باپو	سلطان آصف فیضی	۴/۵۵
416.	سپاہی اور جنگلی ہاتھی	شنکر / ایس۔ ایم۔ شاہنواز	۴/=
417.	سرسید احمد خاں	میر نجابت علی / سید ابوالحسنات	
418.	سنہری ہرن	شنکر	۸/۵۰
419.	سوڈان کی مزے دار کہانیاں	محمد امین	۸/۵۰
420.	سونل کا دوست	۲ اکا شنکر	۶/=
421.	شاہنامہ کی کہانیاں	بازگو: ڈاکٹر آصف نعیم صدیقی	۴/۵۰
422.	شریف زادہ	حفیظ عباسی	
423.	شکاری شکار اور جنگل سے پیار	رضیہ تحسین	۱۱/=
424.	شیر اور خرگوش	شنکر	۵/=
425.	صبح کی پری	رتن سنگھ	۳/=
426.	عقل مند مچھیرے اور دوسرے ڈرامے	مرتب م۔ ندیم	۷/=
427.	فٹ بال کی کہانی	مترجم۔ راج نرائن راز	
428.	فسانۂ عجائب	رجب علی بیگ سرور	۴/۲۵
429.	فضائی اور خلائی اڑان	شاداں پرویز	۳/۲۵
430.	قصہ ہائے رنگ رنگ	محمد بھرگی / شعیب اعظمی	۲۹/=
431.	کٹھ پتلی کا ایک تماشہ	سطوت رسول	۷/=
432.	کچھوا اور ہنس	شنکر	۵/=
433.	کیمیا کی کہانی	سید شہاب الدین دسنوی	
434.	گاندھی اہنسا کا سپاہی	پی۔ ڈی۔ ٹنڈن / محمد حسین قدوائی	۱۲/۵۰
435.	گاندھی جی کے مختلف روپ	الوبند سوپا حیائے	
436.	گانے والا گدھا	شنکر	۵/=
437.	گڈو میاں	نورالحسنین	۲۰/=
438.	گلستاں کی کہانی	محمد حسین قدوائی	
439.	للی پٹ کا سفر	جوناتھن سوئفٹ / م۔ ندیم	۳/۱۰
440.	لیو اور موٹو	منور راجپوتانا	۴/=
441.	مالوے کی لوک کہانیاں	ڈاکٹر صادق	۵/۵۰
442.	محمد حسین آزاد	نند کشور وکرم	۵/=
443.	مرزا عظیم بیگ چغتائی	ڈاکٹر ہارون ایوب	۱۲/=
444.	مشینی گھوڑا	بازگو اطہر پرویز	۵/=
445.	مصر اور شمالی افریقہ کی کہانیاں	محمد امین	۹/=
446.	منٹو اور آکو	شیریں نیازی	۱۲/=
447.	مولانا روم کی کہانیاں	مرتب۔ محمد حفیظ الدین	۶/۵۰
448.	میگھ ناتھ ساہا		
449.	موہن جوداڑو کی مایا	ملک راج آنند	
450.	مہاگری	مرتب: حفیظ الکبیر پرواز	۳/۷۵
451.	میر تقی میر	پروفیسر نثار احمد فاروقی	۱۸/=
452.	میری والدہ	سنگرش سری واستوا	۶/۲۵

453	میں کیا بنوں گا	میری لن برش	۷/۵۰
454	ناگ متی	ساوتری رسلمیٰ باجبری	۳/=
455	نصوح کا خواب	مرتب۔ حفیظ عباسی	۳/۵۰
456	ننھی جل پری	ہانس کرسٹیاں اینڈرسن رہرچرن چاولہ	۵/۵۰
457	نورتن کی کہانیاں	بازگو شمیم احمد	
458	نور جہاں	ایم۔ آر۔ کوہلی	۷/=
459	نیا گلینڈر اور دوسری کہانیاں	قاضی مشتاق احمد	۷/=
460	نہرو کے ان دیکھے روپ	پی۔ ڈی۔ ٹنڈن رنورالحسن نقوی	۱۳/=
461	وفادار نیولا	شکر	۵/۵۰
462	ہری اور دوسرے ساتھی	شکر رپریم نارائن	۶/=
463	ہمارا سنیما	پریم پال اشک	۱۰/=
464	ہمارا قومی گیت	سید محمد ابراہیم فکری	۱۰/=
465	ہمارے ٹیگور	صفدر حسین	۸/۵۰
466	ہمارے جانباز	پریم پال اشک	۱۳/=
467	ہمالیہ کے بنجارے	شیام سنگھ ششی	۶/۵۰
468	ہندوستان کی آبادی	محمد ابوذر	۸/۷۵
469	ہندوستان کی بزرگ ہستیاں	صفدر حسین	۹/=
470	ہندوستان کی عظیم عورتیں	صفدر حسین	۹/=
471	ہندوستان کی مایہ ناز ہستیاں اور دیگر مضامین	بی۔ شیخ علی	۱۳/=
472	ہندوستان کے قبائلی بچے	ڈاکٹر ششی رر ام پرکاش راہی	۱۱/۹
473	ہماری لوک کہانیاں	پریم پال اشک	۱۸/=

طب و معالجات

نمبر شمار	کتاب	مصنف / مترجم	قیمت
475	امراض النساء (چوتھا ایڈیشن)	حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی	
476	امراض الاطفال	حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی	
477	امراض اور ان کی حقیقت	حکیم ایم۔ حسام صدیقی	۲۳/=
478	بچے کی صحت	ڈاکٹر مس ستیہ گپتا رعظیم نکہت	۷/۵۰
479	پیٹ کے کیڑے	محمد رفیق اے۔ ایس	۷/=
480	تاریخ طب	حکیم محمد حسان	۳۶/=
481	تحریح الکامل (اول)	حکیم ایس۔ ایم۔ کمال الدین حسین ہمدانی	۱۱/=
482	تحریح الاحشاء	حکیم ایس۔ ایم۔ کمال الدین حسین ہمدانی	۲۳/=
483	تیمارداری (ترمیم و اضافے کے ساتھ) (دوسرا ایڈیشن)	ڈاکٹر حسین فاروقی	۱۶/=
484	چائنیز طب آکیوپنکچر اور موکسی بوشن کے بنیادی اصول	ڈاکٹر محمد ظہیر الدین	۱۲/=
485	چند عام بیماریاں	حسین فاروقی	۹/=
486	درد۔ علامت اور علاج	حکیم ابو سعد خالد جاوید شمسی	۱۷/=
487	سرطان کیا ہے؟	محمد برہان حسین	۷/=
488	شراب نوشی اور نشیات کی لت	ڈاکٹر حسین فاروقی	۱۷/=
489	علم الادویہ (حصہ سوم)	حکیم محمد مستان علی	۷/=
490	عہد مامون کے طبی و فلسفیانہ ترجمہ کا تحقیقی مطالعہ	ڈاکٹر عشرت اللہ خاں	
491	فطری علاج	حسن الدین احمد اور غلام احمد	۱۶/۷۵
492	قبالیات	محمد عباس رضوی	
493	قدیم علم الامراض	حکیم واثق ملک یاسین	۱۲/=
494	کتاب المرشد	محمد بن زکریا رازی رمحمد رضی السلام ندوی	۱۵/=
495	کلیات نبض و بول و براز	حکیم حافظ سید حبیب الرحمٰن	
496	ماہیت الامراض	ڈاکٹر سید اسد رضا زیدی	۴۰/=
497	مبادیات طب پر ایک تحقیقی نظر	حکیم الطاف احمد اعظمی	۱۱/=
498	معالجات (حصہ اوّل)	حکیم وسیم احمد اعظمی	۴۸/=
499	معالجات (حصہ دوم)	حکیم وسیم احمد اعظمی	۵۸/=
500	معالجات (حصہ سوم)	حکیم وسیم احمد اعظمی	
501	معالجات (حصہ چہارم)	حکیم وسیم احمد اعظمی	
502	میزان الطب	حکیم محمد اکبر	
503	موجز القانون	مترجم۔ کوثر چاند پوری	۲۷/=
504	نسائیات	حکیم سید ظل عباس رضوی	۳۵/=
505	ہماری غذا	شکیل احمد	۱۱/=
506	ہندوستان کے مشہور اطباء	حکیم حافظ سید حبیب الرحمٰن	۱۸/=
507	یونانی طب میں مانع حمل ادویہ اور تدابیر	حکیم احتشام الفضل	۱۲/=
508	یونانی ادویہ مفردہ	حکیم سید صفی الدین علی	۳۲/=

(۲۷) انجمن ترقی اردو (ہند) کا (۱۹ تا ۲۱ر دسمبر) ڈاکٹر ذاکر حسین سیمینار کا ایک منظر: ڈائس پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ، ڈاکٹر خلیق انجم، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، پروفیسر ظہیر احمد صدیقی اور پروفیسر اسلم پرویز۔

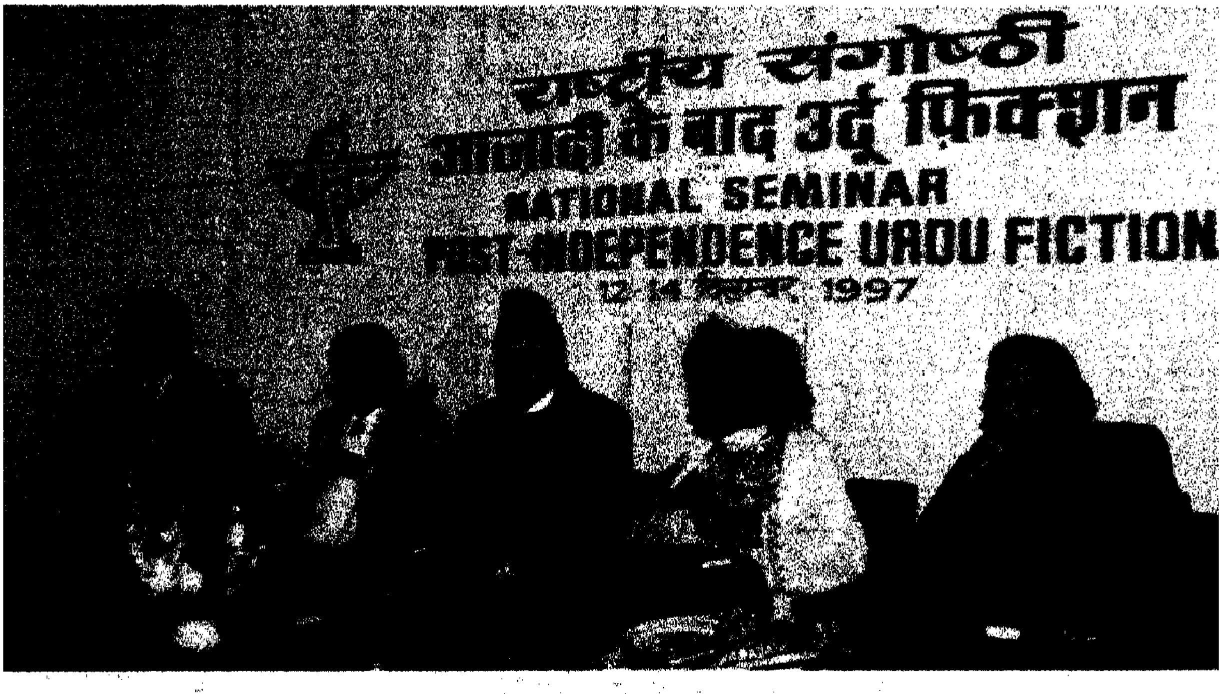

(۳۰) ساہتیہ اکادمی نے ۱۲ تا ۱۴ر دسمبر ۹۷ء اردو فکشن آزادی کے بعد کے موضوع پر سیمینار منعقد کیا۔ ڈائس پر پروفیسر سچید انند۔ سکریٹری اکادمی، محترمہ قرۃ العین حیدر، پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر وہاب اشرفی اور ڈاکٹر عبد الصمد۔

URDU DUNIYA - Quarterly - January, February, March 1998, Vol. 2, Issue :1

National Council for Promotion of Urdu Language

Department of Education, Ministry of H.R.D., Government of India, New Delhi.

West Block-1, Wing No. 6, R.K. Puram, New Delhi-110 066. Tel. : 6103381, 6103938